ریاض القدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

نام کتاب ـــــــ ریاض القدس جلد دوم
طابع ـــــــ سید محمد شبر عباس بخاری
سال طبع ـــــــ جولائی ۱۹۸۹ء
بار اوّل ـــــــ ایک ہزار
بار سوم ـــــــ جون ۱۹۹۷ء
ناشر ـــــــ ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ
مطبع ـــــــ حیدری پریس لاہور
تعداد ـــــــ ۲۵۰
قیمت ـــــــ

اسٹاکسٹ

۱۔ ۹/۷ شیر شاہ بلاک ۔ نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور
۲۔ افتخار بک ڈپو ۔ اسلام پورہ ۔ لاہور
۳۔ مکتبہ ولی العصر ۔ ایچ بلاک ۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عرضِ ناشر

میرے محترم قارئین ۔ اس ذات کبریا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ ولی العصر نے شہرہ آفاق کتاب مقاتل ریاض القدس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ۔ معالی السبطین کے بعد یہ مقاتل کی مشہور کتابوں میں دوسری کتاب ہے ۔ انشاء اللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کی مہربانی سے جلد ہی نفس المحموم، مہیج الآحزان، ریاض الاحزان اور اسرار شہادت بھی آپ کی خدمت میں پیش کریں گے ۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف مومنین حضرات بلکہ واعظین حضرات وذاکرین صاحبان بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے ۔ میں خطیب آل محمد جناب ظل حسنین زیدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں یہ کتاب مکمل کی ۔ خدا ان کو اس کا اجر دے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر بوسیلہ چہاردہ معصومین میرے مرحومین کے درجات بلند کرے ۔

خاک پائے اہلِ بیتؑ
محمد شبر عباس

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہوجاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرشِ الٰہی لرزلرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

○

فہرست مضامین

دیباچہ از مؤلفؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَوْلَادِہٖ الْمَعْصُوْمِیْنَ اُمَنَآءِ اللّٰہِ وَخُلَفَآءِ اللّٰہِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ :-

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیمائے وادیٔ مودّت اہلبیتؑ طاہرینؑ، کلب آستان ابوعبداللہ الحسین "محمدؐ" المشتہر بہ صدر الواعظین المتخلص باقدس ابن الفاضل العلامۃ القزوینی محمد حسن اکرم اللہ رمہٗ ۔ مؤلف ریاض الاحزان وحدائق الاشبہان اوائل عمر ہی سے مداحی وثنا خوانی آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعمت لازوال سے مالامال تھے۔ اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادیٔ عشق مظلوم کربلا پُرخار وادی ہے ؎

ابجد عشقش چہ بیاموختم — پیرہن محنت وغم دوختم
خوش دلی ہرچہ مرا بود پاک — دررہ اندوہش بفروختم
حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست — سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت وغم واندوہ ہے میں

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سرمایۂ دل ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ پروانہ وار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمالیا اور اب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیۂ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حدائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بکمال وقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کسی معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی اتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے ورنہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام نکو کار ہمیشہ زندہ رہتا ہے ؎

سعدیا مرد نکو نام نمیرد ہرگز!
مُردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے تین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراء ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قتیل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

مجلس در مقدمۂ شہادت جوانان محمدیؐ و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لما ھبت الریاح خریف الحتوف من مھب الرماح والنبال والسیوف علی حدائق الاصحاب والانصار و ذھبت بما فیھا من الخضارۃ والنضارۃ والماء والاوراق والازھار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بد نہاد مسلمانوں نے چمن فاطمیہؑ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرجھا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجار چمن نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چمن کی حفاظت کرنے والی باڑھ ریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ ؎

برآمد یکی صرصر از دشت کین | بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد و بوستاں از و تشد | دل از آتش تشنگی سرد شد

یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخل (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجھا مرجھا گر پڑے۔ چمن فاطمیؑ میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا ؎

وما قنعت بنشر اوراق موزونات الخدود
بل قمعت اصول نخیل موزونات القدود

بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور گلستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا ؎

ے درآمد شہادت چو خرم بہار گلستان شد آن پہنۂ کارزار

گلستان کہ بودش درختاں سناں سر سبزہ اش خنجر جاں ستاں

یعنی کہ چمن میں تازہ تازہ شہادت بصد خوشی و شادمانی پھر آئی ہے۔ اور گلستان حسینؑ میدان کارزار ہو گیا ہے اور گلستاں کہ اس کے درخت سنان ہیں اور سبزۂ چمن خنجر جان ستان ہے۔ ے

دم غنچہ پیکاں زہر آبدار غو بلبلاں نالۂ زخم دار

رخ کشتہ خیری و گلنار خون بنفشہ خط و داغ و لالہ دروں

مگر بوستاں بود دشت نبرد کہ بشگفت گلہا دراو سرخ و زرد

ندانم گلشن راکہ بود آبیار مگر ز آب شمشیر جنگی سوار

یعنی کہ چمن میں بغیر کھلے ہوئے پھولوں کا لہو زہر آلود تیر اور برچھی کی بھال بنا ہوا تھا۔ بلبلوں کا شور و غل نالہ بسمل بن کر بلند ہو رہا تھا۔ تازہ تازہ اُگی ہوئی چیزیں خون گلنار بنی ہوئی تھیں۔ بنفشہ خط یعنی نیلگوں و صحاریاں جن میں سرخی اُبھر رہی تھی۔ اور چمن دشت پر نبرد کا نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ اس میں سرخ و زرد شگفتہ کھلے ہوئے تھے۔ لیکن نامعلوم اس چمن میں آبیاری کی گئی یا نہیں آتنا جانتا ہوں کہ اس چمن کی آبیاری آب شمشیر سے کی گئی۔

طارت عنادل ارواح الفتوة والحمية من الاغصان وحارت انهار والحماية والصيام بلا جريان۔

یعنی جوان و غیرت دار بلبلیں اشجار کی شاخوں سے شکوہ و عظمت آدمی لے اُڑی تھیں اور نہر حمایت و نصرت کے پانی سے خشک ہو گئی تھیں۔ صغیر و کبیر۔ برنا و پیر، سالار و سردار، غلام خدمت گزار سب ہی شہید ہو چکے تھے۔ نہ سپاہ تھی نہ

اصحاب و انصار،

ونضرب نفوس اهل الايمان والسلاد والاجساد و اقشعرت و تزعزعت قواعد ابنية الصلاح والرشاد۔

اصحاب و انصار و یاوران امام مظلوم۔ سر کٹائے ہوئے۔ بے گور و کفن ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے۔ جسم ہائے مبارکہ زخموں سے چور چور تھے۔ جگر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے واحسرتا جو عارفان امام حسین علیہ السّلام تھے وہ تشنہ لب شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ وہ ہستیاں تھیں کہ اُمت مسلمہ میں تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور تھیں مگر کوفیوں نے ان کی قدر کو بھلا دیا ے

صاروا ولولا قضاء الله يمسكهم

لم يتركوا لبنى سفيان من اثر

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بے یاور و انصار رہ گئے اور سوائے شہزادگان خانوادۂ نبوت و امامت کوئی دوسرا باقی نہ رہا۔ اس وقت امام مظلوم نے ان کو بحسرت و یاس دیکھا۔ آہ سوزان جگر سے کھینچی۔ رخ مبارک پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ سوائے ذات باری کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی۔ جل الالہ و ليس الحزن بالغة۔ جوانان بنی ہاشم نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا۔ اور حضرت امام عالی مقام کے گرد جمع ہوئے اور عرض کیا اے نور دیدۂ مصطفوی اے ماہ آسمان ہدایت، اے رہبر وادی شہادت۔ اور اے قاسم جنان۔ ہم آپ کے بعد زندگی نہیں چاہتے۔ امام غریب نے جب ان کا یہ سخن سنا۔ آبدیدہ ہوئے۔ ان کے حق میں دعاء خیر کی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے سب کو رخصت کیا اذان جہاد دی۔ اور اصحاب کی شہادت کے بعد جوانان علیؑ و فاطمہؑ نے رکاب امام حسینؑ کو بوسہ دیا۔

میدانِ قتال میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں بھرے ہوئے خیمہ خالی ہو گئے۔ امام حسینؑ نے اس وقت آہ جگر سوز کھینچی اور فرمایا۔ هل من یقدم الی جوادی آیا ہے کوئی جو میرے لیے اسپ مرگ لائے واحسرتا میرے جوان کہاں چلے گئے۔ علیؑ اکبر کہاں ہیں۔ قاسمؑ کہاں ہیں۔ عون و محمدؑ کہاں ہیں جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو زینب خاتون درِ خیمہ پر آئیں اور فرمایا بھیا حسینؑ اب بیکسی نہیں دیکھی جاتی اے میرے ماں جائے بہن سواری لانے کے لیے تیار ہے۔ اس وقت تمام اہل حرم میں ایک کہرام بپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ فعند ذلک عجنا النساء الھاشمیات و الحرائر الفاطمیات لمشاھد تکم علی ھذا الحال و معاینة المال۔ آہ واویلا اس وقت عورات ہاشمیہ میں کوئی گیسو پریشان کئے ہوئے تھی کوئی سینہ کوبی کر رہی تھی۔ کوئی مُنہ پر طمانچہ مار رہی تھی کسی بی بی کو غش آ رہا تھا۔ سکینہ خاتون سکتہ کی حالت میں کھڑی تھی۔ اس وقت بیبیاں علیؑ و فاطمہؑ کو پکار رہی تھیں اے شاہ نجف مدد کو آئیے۔ اے بی بی فاطمہ مزار سے نکلئے اور اپنے حسینؑ کی بیکسی دیکھئے۔ فَجَعَلَت تندبھم و تنوح علیھم بزفرات و اعوال۔ دل چاہتا ہے کہ مومنین سے ایک سوال کروں اہل حرم کی نگاہ کبھی مقتل کی طرف اٹھتی ہے تو اصحاب امام حسینؑ کے لاشے نظر آتے ہیں جو خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ ریگ کربلا لاشوں پر کفن بنی ہوئی ہے۔ جوانان ہاشمیہ کی شہادت کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔

روزِ عاشوراء جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذان جہاد طلب کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث و روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک اصحاب و انصار امام حسینؑ

علیہ السلام میں سے ایک تن بھی باقی رہا۔ اس وقت امام حسینؑ تک کے عزیزوں اور اولاد میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ لیکن بعد شہادت انصاران امام حسینؑ عزیزوں اور بچوں کی شہادت کی نوبت آ گئی۔ البتہ اس مقام پر یہ تعین کرنا کہ امام حسینؑ کے عزیزوں میں سے پہلا شہید کون ہے محلِ اختلاف ہے اہلبیت امام حسینؑ میں سے علی اکبر پہلے شہید ہیں یا عبداللہ ابن مسلمؑ بن عقیل۔ اس بات پر مورخین اور مقاتل کا اجماع ہے کہ پہلے شہید جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ہیں۔ لیکن مصنف کامل السقیفہ اور محمد بن ادریس علیہ الرحمۃ" صاحب کتاب سرائر فرماتے ہیں اوّل قتیل فی الوقعۃ یوم الطف من آل ابی طالب علی ابن الحسین، صاحب مقاتل بھی اس امر کے قائل ہیں اوّل قتیلٍ مع الحسینؑ ابنہ علیُّ الاکبرؑ۔ کہ امام حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔ مرحوم سید علیہ الرحمۃ۔ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ فلمّا لم یبق مع الحسین سوی اھلبیتہ خرج علی ابن الحسین شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد فرماتے ہیں کہ اصحاب امام حسینؑ میں سے ہر ایک امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا اذان جہاد طلب کرتا۔ اور میدان قتال میں جاتا یہاں تک کہ تمام اصحاب روز عاشورا قبل از اعزاء و اقرباء حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ اس وقت فتقدم علی ابن الحسین یعنی اس وقت علی اکبرؑ نے میدان قتال میں جانے کی پیش قدمی کی۔ اہل تاریخ و سیر اور اکثر صاحبان مقاتل نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سامنے اصحاب و انصار میں سے کوئی باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا الان وصل النوبة الی اے میرے جوانو اب میرے جان و سر دینے کی نوبت آ پہنچی ہے۔ جوانان ہاشمی نسب و حسب سب کے سب نے امام حسین علیہ السلام کے قدم مبارک پر سر رکھ دیا اور عرض کیا اے مولیٰ اے سید و سردار ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ شہید ہوں اور

ہم زندہ ہیں لا ینبغی محاربتك ونحن احیاء۔ آپ کی نوبت شہادت ابھی نہیں پہنچی ہے جب تک کہ ہم زندہ ہیں پہلے ہم شہید ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے عزیز و اقارب میں حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ نے اذانِ جہاد طلب کیا امیر محمد خواندشاہ صاحب کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ قائلان بر تقدم علی اکبرؑ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے خود میدان قتال جانے کا عزم کیا تو اہلِ بیت میں سے آپ کے فرزند علی اکبر نے پیش قدمی کی ہے اور بعض بزرگ و اجلیٰ ہستیاں اس امر کی بھی قائل ہیں کہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں چنانچہ محمد ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں فرماتے ہیں کہ اول من برز من بنی ہاشم عبداللہ بن مسلم علامہ مجلسیؒ نے کتاب بحار جلد ۱۰ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ جلاء العیون (فارسی) میں بھی اسی طرح مرقوم ہے کتاب حبیب السیر کہ امام جب حسین علیہ السلام نے میدان جہاد میں جانا چاہا تو اہل بیت جمع ہو گئے اور عبداللہ پسر مسلم بن عقیل نے سبقت کی۔ میدان قتال میں گئے اور جام شہادت نوش کیا ابی مخنف اور لوط ابن یحییٰ نے اپنے مقاتل میں لکھا ہے کہ اول شہید کے بارے میں دو اقوال مذکورہ پائے جاتے ہیں یعنی کہ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ اول شہید ہیں اور بعض کے نزدیک عبداللہ ابن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں۔ لیکن مقابلتاً کثیر اقوال یہی ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ ہی پہلے شہید ہیں۔ لیکن علامہ شیریں گفتار کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ترجح عندی تقدم علی بن الحسین علیہما السلام لورود الخبر وتکاثر اہل السیر۔ یعنی کہ میرے نزدیک یہ ہی اقوی ہے کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید۔ اور زیارت ناحیۂ مقدسہ میں کہ جس میں شہداء کربلا کے اسماء گرامی درج ہیں امام علیہ السلام سے منقول و ماثور ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کی

قبر مبارک کی زیارت کا ارادہ کرے، فقف عند رجلی الحسین وھو قبر علی ابن الحسین فاستقبل القبلہ بوجھك فان ھناك حومۃ الشھداء — یعنی رو بقبلہ کھڑا ہو کر جہاں گنج شہداء علیہم السلام ہے انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور کہے السلام علیك یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من سلالۃ ابراھیم الخلیل صلی اللہ علیك وعلی ابیك۔ یعنی کہ سلام ہو اول شہید پر کہ جس نے تمام عزیز و اقارب میں اپنی جان امام حسینؑ پر قربان کی اور جو خلاصہ نسل خلیل خدا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام اقرباء میں سب سے پہلے شہید ہیں اور خون آلودہ لاش علی اکبر سے امام حسینؑ نے برچھی کا پھل نکالا۔ اور فرمایا اے بیٹا اس قوم نابکار کو خدا قتل کرے کہ اس نے تمہیں قتل کیا اور تم پر رحم نہ کیا اور حرمت رسولؐ خدا کو ضائع کیا۔ اے میرے فرزند تو شبیہ رسولؐ خدا تھا اے نور نظر تمام کائنات کا درود و سلام ہو تجھ پر۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ منقذ بن مرۃ نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور کوئی بیرحم نے تلوار سے جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت علی اکبرؑ نے بحسرت خیمہ کی طرف نگاہ کی۔ رافعاً صوتہ یا ابتاہُ۔ پدر درد یاس آواز دی کہ اے بابا دادا جان آب کوثر لائے ہیں۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ سالہ جوان خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے۔ سر شگافتہ ہے۔ بدن زخموں سے چور چور ہے فرماتے ہیں یا ولدی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے نور نظر تیرے بعد زندگی بے کیف ہو گئی۔ اے فلک تو نے فرزند کو مجھ سے جدا کر دیا اور غم علی اکبرؑ میں مجھے سوختہ کر دیا۔

الشیخ فخر الدین لکھتے ہیں کہ جب اہل حرم نے خبر شہادت حضرت علی اکبرؑ سن

فصارخن النساء ۔ عورتوں میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ وا علی اکبراہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جب اہلحرم کے گریہ وزاری کو دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا اے بہن زینبؑ و ام کلثوم اور اے بیٹیوں تمہیں تو ابھی بہت زیادہ گریہ و بکا کرنا ہے ابھی تو ایک ہی جوان کا ماتم کیا ہے اور بھی جوان شہید ہو گئے جس قدر صدمۂ علیؑ اکبر تھا کسی کو کیا خبر ہے

داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت — جز خالق اکبر ز دل او کہ خبر داشت

تا آندم آخر کہ بریدند سرش را — او دیدۂ حسرت بسوئے نعش پسر داشت

میسوخت خود از تشنگی و در دم آخر — از سوز لب خشک پسر دیدۂ تر داشت

یعنی کہ حضرت علیؑ اکبر کے شہید ہونے پر جو صدمہ امام حسین علیہ السلام کو ہوا اور جو داغ قلب امام حسینؑ نے برداشت کیا اس کی سوائے خداوند عالم کسی اور کو کیا خبر۔ امام حسینؑ نے سر کو کٹتے ہوئے دیکھا تو حسرت کے ساتھ لاش پسر پر نظر کی دیکھا کہ علی اکبر تشنگی سے سوختہ ہیں، دم آخر سوکھے ہوئے لب ہیں مگر آنکھوں میں آنسو ہیں ۔ مؤلف کتاب صدر بیقدر ملتمس دعا ہیں مومنین کرام ان کو سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

شہدائے کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کتاب مستطاب تحفۃ الزائرین جو کہ حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی تالیفات میں سے ایک تالیف (کتاب) ہے اور یہ کتاب زائرین مشاہدہ مقدسہ کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کتاب میں ابو حمزۂ ثمالی سے ایک زیارت منقول ہے جس میں حضرت صادق آل محمدؐ علیہ السلام نے ابو حمزہ الثمالی کو اس طرح زیارت حضرت علی اکبرؑ تعلیم کی ہے کہ جب تم زیارت قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کرنے کا ارادہ کرو تو ہمارے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک جاؤ ۔ اور پائیں مزار امام حسین علیہ السلام قبر حضرت علی ابن الحسین ہے یعنی حضرت علی اکبرؑ کی قبر ہے ۔ اس جگہ سلام کرو اور زیارت قبر علی اکبرؑ علیہ السلام کرو ۔ اگر مومنین کرام اس زیارت ماثورہ میں حضرت امام جعفر صادق آل محمدؐ کے فقرات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شہزادہ علی اکبرؑ قتیل اوّل ہیں زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ و ابن خلیفۃ رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ طَلَعَتْ شمس او غربت ۔ یعنی کہ قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اس طرح سلام کرے کہ فرزند رسولؐ خدا، اے خلیفۂ رسول خدا کے نور نظر، اے بنت رسول اللہ کے نور دیدہ میرا سلام ہو آپ پر اور خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر آفتاب نکلا اور غروب کر گیا اب ہم زیارت کے بعض فقرات کا ترجمہ کرتے ہیں اے آقا زادے اے شہزادہ السلام علیک وعلی روحک و بدنک ۔ یعنی آپ کی روح اور بدن پر سلام ہو مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بندۂ ناچیز ابو ثمالی کی جگہ ہوتا تو حضرت صادق آل محمدؐ سے سوال کرتا ۔ کہ اے مولیٰ یہ سلام کہ اے علی اکبرؑ آپ کی روح پر سلام ہو ۔ روح علی اکبرؑ تو اعلیٰ علیین میں ہے ۔ اپنے آبا و اجداد کی خدمت میں ہے یا روح مجروحی کہ روز عاشورا شدت پیاس اور تپش آفتاب سے افسردہ تھی ۔ اور ایسی پژمردگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوئی اور جب شہزادہ علی اکبرؑ شہید ہوئے اور حضرت امام حسینؑ لاش پسر پر پہنچے تو فرمایا ۔ اے نور نظر، اے علی اکبرؑ ما انت فقد استرحت من ھم الدنیا و غمھا و صرت الی روح و راحۃ و بقی ابوک فریدًا وحیدًا و ما اسرع بک ۔ یعنی اے علی اکبرؑ تو دنیا سے

رخصت ہوگیا۔ اور غمہائے دنیا سے نجات پاگیا۔ اور تیری روح راحت کو پہنچی۔ لیکن تیرا بابا یکہ و تنہا رہ گیا میری دوسری گذارش حضرت صادق آل محمدؑ سے یہ ہے کہ اے مولیٰ ہم جو سلام کرتے ہیں یہ تو بدن علی اکبرؑ کو ہے جیسا کہتے ہیں و علی بدنك ۔ یعنی کہ وہ بدن خون آلودہ جو پائیں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام دفن ہے یا آپ کے اس بدن کو جو بعد ظہر روز عاشورا زخموں سے چور چور کہ جس کے بارے میں روایت میں یہ الفاظ ہیں فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا۔ پھر حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ابوحمزہ ثمالی یہ کہو کہ اسے آواز دے۔ بابی انت وامی من مذبوح ومقتول من غیر جرم ۔ یعنی پدر مادر (ماں باپ) اے علی اکبرؑ آپ پر فدا ہوں کہ آپ بے جرم و بے خطا قتل کئے گئے ۔ علامہ مجلسی بحار میں فرماتے ہیں کہ فضربہ الناس باسیافھم کہ دشمنوں نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اور جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور جب آپ کی روح حنجرہ سے بہ کنگرۂ اقدس پہنچی اور اس وقت آپ کو ذبح کیا گیا کہ جب عمر سعد ملعون نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سر ان کے بدن سے جدا کئے جائیں۔ تو حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں۔ بابی انت وامی یا من دمك المرتقیٰ الی حبیب اللہ بابی انت وامی من مقدم بین یدی ابیك یحتسبك ویبکی علیك محترقا علیك قلبہ یرفع دمك بکفہ الی عنان السماء ولا یرجع منہ قطرۃ ولا تسکن علیك من ابیك ذفرۃ ودعك للفراق ۔ یعنی کہ میرے ماں باپ فدا ہوں اے علی ابن الحسین تم پر۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ آپ زخمی حالت میں میدان قتال سے واپس آئے

اور اپنے بابا حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ہے کہ اے بابا پیاس بے چین کر رہی ہے۔ شدت کی تشنگی ہے اس وقت امام حسینؑ نے بیٹے کو دیکھا اور فرمایا اے علی اکبرؑ اب تم شہداء میں شامل ہونے والے ہو۔ اے بیٹا اب تمہیں تمہارے دادا آپ کوثر پلائیں گے۔ اے فرزند تم بہت زخمی ہو۔ میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔ اور اے بیٹا تمہارا خون میرے نانا کی خدمت میں ہدیہ کیا جا رہا ہے اے نانا یہ خون آپ کی شبیہ کا ہے۔ علی اکبرؑ شبیہ پیغمبرؐ خدا تھے مرحوم السید لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ رمی بسہم فوقع فی حلقہ فخرقہ واقبلہ یتقلب بدمہ یعنی تیر حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر لگا جس سے گلوے مبارک پھٹ گیا۔ اس وقت کی حالت زار کا نقشہ مؤلف نے نظم میں پیش کیا ہے ؎

بابا بیا کہ تیغ جفا ساخت کار من	برگ پچیدہ کشت خزاں نوبہار من
بابا زپا فتادم و جانم بلب رسید	دست اجل گرفت زکف اختیار من
قاتل تنم زخنجر کین پارہ پارہ کرد	رحمی نکرد و بر مژہ اشکبار من
تا بر تنم بود رمقی بر سرم بیا	بنگر بوقت مرگ بر احوال زار من
این ضربت عمود کہ فرقم شگافتہ	بردہ زجان تحمل از کف قرار من
از تیغ ظلم رشتۂ عمرم گسیختہ	بلبلا بگو دگر نگشتہ انتظار من
بابا بیا کہ کار من از دین و آن گزشت	تعجیل کن کہ وقت وداع از میان گزشت

یعنی اے بابا تیغ جفا نے میرا کام تمام کر دیا۔ اور خزاں نے میرے غنچۂ نو شگفتہ کو پژمردہ کر دیا ہے۔ اور قاتلوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور نتیجۂ موت

نے میرا اختیار سلب کر لیا ہے۔ یعنی کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ مجھ پر، میرے گریہ پر قاتل نے رحم نہیں کیا ہے۔ ابھی رمق جان باقی ہے میرے سرہانے تشریف لائیے۔ اور اپنی آنکھوں سے میرا دم آخر نکلتے دیکھتے اور یہ گرز کی ضربت جو میرے سر پر لگی ہے ملاحظہ فرماتے۔ اس ضرب سے میرا قرار رخصت ہو گیا ہے۔ اور تیغ ظلم نے میری عمر کو ختم کر دیا ہے۔ اور میری ماں ام لیلیٰ سے کہنا کہ میرا انتظار نہ کرے۔ اے بابا جان اب کوئی دم میں میرا کام تمام ہونے والا ہے۔ جلد آئیے جلد آئیے ایسا نہ ہو کہ وقت وداع گزر جائے۔

حضرت علی اکبرؑ کا اذان جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا

اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد اہل بیتؑ طاہرین میں تقریباً تیئس افراد (۲۳) تھے امام حسین علیہ السلام خود بہ نفس نفیس آمادہ کارزار ہوئے لیکن جوانان ہاشمی نے کسی طور پر نہیں چاہا کہ ان سے پہلے امام حسین علیہ السلام میدان قتال میں جائیں۔ بلکہ عرض کیا اے آقا، اے سید سردار ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہوں خدا یہ وقت نحس ہمیں نہ دکھائے۔ اس وقت حضرت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا کی خدمت میں عرض کیا۔ کما فی الریاض عن الروضۃ فقال یا ابتاہ لا ابقانی اللہ بعدک طرفۃ عین ——— اے پدر عالیقدر اے بابا جان آپ کے بعد زندہ رہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اب اذان جہاد عطا کیجئے یہ سن کر امام حسینؑ کے چہرہ کا

رنگ زرد ہو گیا فرمایا اے بیٹا یہ کیا کہتے ہو تم شبیہ رسولؐ خدا ہو تمہیں میرے بعد زندہ رہنا چاہتے۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ آپ کے بعد زندہ رہنا حرام ہے۔ ایسی زندگی کہ آپ نہ ہوں علی اکبر کو پسند نہیں ہے۔ اس وقت اہل حرم میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فاخذ فی الالحاح علیہ والبکاء والزمہ و الجزع والالدہ۔ اہل حرم کا گریہ و بکا دیکھ کر حضرت علی اکبرؑ نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر امام حسینؑ سے اذان جہاد طلب کیا۔ اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے بیبیاں دامن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ فلما کثرت مبالغۃ فی الاستیذان واشد جزعہ وھو عطشان اذن لہ الحسین وھو ظمآن۔ آخر کار شہزادہ نے انتہائی گریہ وزاری اور بیقراری کا مظاہرہ کیا کہ اذانِ جہاد۔ جہاد ملجائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

گرز خون آغشتہ گردد کاکلت
غم مخور مشکیں شود آن سنبلت

یعنی کہ اے فرزند اگر یہ ہی خواہش ہے کہ میدان قتال میں جاؤ اور عروس مرگ سے ہمکنار ہو تو بخوشی اجازت ہے۔ اپنے خون میں اپنی زلفیں رنگین کر دو۔ غم مت کرو۔ یہ سن کر شہزادہ علی اکبرؑ کا چہرہ شوق شہادت میں چمکنے لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کو لباس جنگ سے آراستہ کیا۔ آلات حرب جسم علی اکبرؑ پر سجائے۔ ماں بہنیں۔ پھوپھیاں سمجھیں کہ علی اکبرؑ دولہا بن رہے ہیں۔ روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ورتب علی قامتہ اسلحۃ الحرب والبستہ الدرع وشد فی وسطہ منطقۃ لہ من الادیم فوضع علی مفرقۃ مغفراً فولادیا و قلدہ سیفا مصریا واركبہ العقاب براقًا بانویا یعنی جسم علی اکبر پر لباس جنگ پہنایا مغفر فولادی سر پر رکھا۔ اور کمر بند کر جو تبرکات

پیغمبریؐ سے تھا زیب کمر کیا۔ تلوار مصری میان میں رکھی۔ اور زیب کمر کی۔ اور اپنے مرکب براق مثال پر سوار ہوئے مؤلف نے اس وقت کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔ ؎

بگفتا بحال غمگیں سر بسر — جدا گشتی از من تو جان پسر
تو رفتی و غم محفل ما شکست — چہ محفل دگر چوں دل ما شکست

یعنی امام حسینؑ نے وقت وداع علی اکبرؑ زبان حال سے بحال غم فرمایا کہ نور نظر تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔ میری محفل سونی ہو گئی۔ اور محفل پر کیا منحصر ہے تیری جدائی سے شکستہ ہو گیا اس وقت اہلحرم، پھوپھیاں۔ بہنیں، ماں علی اکبرؑ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھیں در خیمہ سے جب علی اکبر نکلے ہیں تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر ایک مرتبہ اہلحرم میں شور و شیون بلند ہوا۔ اور پھر بچوں نے شہزادۂ علی اکبرؑ کے گھوڑے کو اپنے حلقہ میں لے لیا، رکاب سے لپٹ گئے۔ علی اکبرؑ بمیدان قتال میں نہ جاؤ جو بھی میدان کارزار میں جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ ام لیلیٰ حسرت سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔ زینبؑ خاتونؑ سوچ رہی تھیں کہ جسے اٹھارہ سال پالا ہے۔ وہ اب خاک و خون میں مل جائے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خطاب کروں اے ہاجرہ مادر اسمٰعیلؑ ذرا عالم بالا سے شہزادہ کی رخصت کا منظر دیکھئے کہ کس شان سے ام لیلیٰ نے اپنے جوان بیٹے کو قربان کیا ہے۔

کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون۔ جناب ام لیلیٰ سے زیادہ بیقرار تھیں مادر علی اکبرؑ جناب ام لیلیٰ یہ سمجھتی تھیں کہ علی اکبر جناب زینب خاتون کے لیے ان کے بیٹے کی جگہ ہیں۔ اسی احترام زینبؑ خاتون کی وجہ سے ام لیلیٰ نے زیادہ

بے چینی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ اتنا اپنی زبان سے فرمایا اے علی اکبر تم نے مجھے اپنی دادی فاطمہؑ کے سامنے سرخرو کر دیا۔ جاؤ بیٹا خدا حافظ و ناصر۔ پھر خداوند عالم سے مناجات کی۔ اور کہا یا رادّ یوسف علی یعقوب و یا رادّ اسمٰعیل علی ہاجرہ رُدّ عَلَیَّ وُلْدِیْ۔ یعنی اے خداوند عالم کہ یوسف کو چالیس سال بعد ان کے پدر عالیقدر یعقوب سے ملایا۔ اسمٰعیل کو دوبارہ ہاجرہ سے ملنا نصیب ہوا۔ تو میرے علی اکبرؑ کو مجھ سے دوبارہ ملا دے۔ اے مومنین ام لیلیٰ کی یہ دعا پوری ہوتی اور شہزادہ علی اکبرؑ زخمی حالت میں جب مقتل سے واپس آتے ہیں سر مبارک شگافتہ، زخموں سے تن چور چور ہو رہا تھا۔ باپ کی خدمت میں آئے۔ ماں نے بھی بیٹے کو دیکھا اور زینب خاتون نے بھی دیکھا۔ میں سوال کروں جب بیبیوں نے زخمی حالت میں جوان بیٹے کو دیکھا ہو گا تو ان کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ اس وقت تمام اہلحرم فریاد کر رہے تھے۔ اے شیعو۔ دوبارہ جب علی اکبرؑ آئے ہیں تو خود نہیں آسکے۔ بلکہ امام حسینؑ بیٹے کی لاش خیمہ میں لے کر آئے ہیں۔ در خیمہ پر پہنچے پکار کے فرمایا اے بچو، علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاؤ۔ عزادارو۔ بچے نکلے اور لاش علی اکبر خیمہ میں لے گئے۔ مسند پر لاش رکھ دی۔ بہنوں نے بین کئے۔ زینب خاتون نے ماتم کیا۔ ام لیلیٰ بیٹے کی لاش پر آئیں اس طرح کہ فضہ سہارا دے رہی تھیں جب لاش علی اکبرؑ کے پاس پہنچیں فرماتی ہیں بیٹا علی اکبرؑ یہ ماں تم پر فدا ہو سینہ پہ ہاتھ کیوں رکھا ہے۔

اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں

کتاب دربندی، کتاب روضۃ الشہداء اور کتاب ریاض الاحزان میں ہے۔

کہ حضرت علی ابن الحسینؑ جو علی اکبر کہلاتے ہیں۔ روز ا شہید ہوئے وامہ لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن ابی عروۃ بن مسعود الثقفی۔ یعنی کہ آپ کی والدۂ ماجدہ جناب لیلیٰ دختر ابی قرۃ بن ابی عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور مسعود بن عروۃ جناب مختار بن ابی عبید ثقفی کے دادا تھے۔ اور جناب مختار علیہ الرحمہ ایسے بزرگ ہیں کہ جنہوں نے قاتلان امام حسینؑ کو واصل جہنم کیا ہے۔ اور قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا ہے۔ عروۃ وابی عبید اور سعدیہ تینوں بھائی تھے اور فرزندان مسعود ثقفی تھے۔ لیکن مادر حضرت علی اکبرؑ یعنی لیلیٰ۔ جناب مختارؒ کے چچا زاد بھائی کی دختر تھیں۔ اور جناب لیلیٰ کی ماں کہ جن کا نام میمونہ تھا ابوسفیان کی دختر تھیں اور یزید بن معاویہ کی پھوپھی ہوتی تھیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں کہ علی اکبر شہید کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن آپ کی کنیت ابی الحسن تھی۔ اور ماں لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ وھو اول من قتل فی الواقعۃ۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ امام حسینؑ کے قرابتداروں میں پہلے شہید ہیں۔ محمد بن سلیمان نے یوسف بن موسیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کہتا ہے کہ ایک روز میں دربار معاویہ میں موجود تھا اور تمام اراکین شام حاضر تھے۔ اس وقت معاویہ نے کہا کہ مَنْ اَحَق الناس ھذا الامر کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو مستحق خلافت ہو۔ تمام حاضرین دربار نے جواب دیا کہ آپ خود مستحق خلافت ہیں لیکن اس پر معاویہ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مستحق خلافت۔ علی ابن الحسین یعنی علی اکبرؑ ہیں۔ کیونکہ ان کے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے ان کو حسب میں بزرگی حاصل ہے وباعتبار نسب۔ وفیہ شجاعۃ بنی ھاشم وسخاء بنی امیۃ و ذھو بنی ثقیف - یعنی کہ علی اکبر علیہ السلام صفات حمیدہ

اور شجاعت جلیلہ رکھتے ہیں اس طرح کہ آپ شجاعت میں وارث آل ثقیف ہیں آپ اپنے ہمعصر جوانوں میں مثل بدر کامل تھے۔ عالم جلیل محمد بن ادریس صاحب سرائر نے تحریر کیا ہے کہ ابی عبیدہ خلف الاحمر نے حضرت علیؑ اکبر کی مدح میں ایک نظم لکھی ہے۔

جس میں آپ کے حسب ونسب وشرافت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس شہزادہ کے مرتبہ وجلال پر تمام عالم فدا ہوں آپ اس صورت زیبا اور جلالت ومنزلت ہاشمی کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچے۔ اور قتال فرمایا معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ شہزادۂ علی اکبرؑ قد وقامت میں مثل سرو رواں تھے روشن چہرہ تھے۔ ابوالموئید خوارزمی لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ مانند شاخۂ صنوبر میدان رزم میں پہنچے گیسو چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ آپ کے چار گیسو تھے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں۔ فلما تجلی وجھہ لعرصۃ الھیجاء جعلھا غیرہ صفح السیناء فی سورۃ الھزبر السالب کانہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب لا بل کانہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ صاحب التاج علی البراق لیلۃ المعراج قد بدا منجلیا نور علی من حجاب احدی ازلی ابدی - یعنی کہ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تمام سپاہ شام نے بیساختہ آپ کی طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب فلک زمین کربلا پر اتر آیا ہے۔ قد بالا پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ چمن بہشت کا ایک سرو جو بردہ ہے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ محسوس ہونے لگا کہ علی ابن ابی طالبؑ میدان رزم میں آ گئے ہیں۔ علی اکبرؑ اپنے مرکب براق مثال پر

اس طرح سوار تھے جیسے صاحب المعراج شب معراج براق پر سوار تھے۔ عمر سعد نے جب دیکھا تو کہنے لگا من ھٰذا الذی خرج و تدلی و برز و تجلی نعرفه نقابلة نفسه و نقاتله۔ یعنی عمر بن سعد بد نہاد کہنے لگا کہ یہ کون جوانمرد ہے۔ جاہ جلال اور طلعت و نورانیت کو دیکھ کر پھر خود ہی کہنے لگا کہ ان ھٰذا علی بن الحسین۔ یہ علی اکبرؑ ہے اس مقابلہ میں تنہا جانا ٹھیک نہیں ہے اس سب مل کر حملہ کرو جب لشکر عمر بن سعد نے امام علی اکبرؑ سنا۔ تو بعض لوگ از خود جنگ سے کنارہ کشی کر گئے۔ کیونکہ اکثر بیشتر حضرت علی اکبرؑ کی تعریف سن چکے تھے۔ بعض لوگوں کی جرأت نہ پڑی کہ وہ مقابلہ میں آسکیں پھر لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ واھل الکوفة یتقون قتله کہ اہل کوفہ نے آپ پر تیغ زنی کرنے سے اجتناب کیا اور آپ کے قتل سے باز رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی اکبرؑ نے ایک شیرانہ حملہ کیا۔ یصول علیهم حملة اللیث الغضوب ویکشفهم عن الیمین والشمال والجنوب۔ یعنی کہ آپ نے ان پر ہر طرف حملہ کیا۔ کتاب کنز المواہب میں ہے کہ شہزادہ علی اکبر حملہ کرتے ہوئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کی فوج میں ایک یحییٰ نامی شخص بطور تماشائی تھا کہتا ہے کہ میں نے علی اکبرؑ کو دیکھا کہ اپنے چہرہ پر نقاب کی مثل کوئی کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ عمامہ سحاب آپ کے سر پر تھا تحت الحنک گردن میں تھا۔ آپ کے حملہ سے افواج عمر بن سعد میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک بے رحم ظالم نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ کا عمامہ سر مبارک سے گر پڑا۔ اور سر مبارک زخمی ہو گیا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور

سپر ہاتھ سے گر پڑی۔ اپنے مرکب کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے بابا خبر لیجیے کہ علی اکبر دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ایک بدنہاد کوفی نے آپ کے نیزہ مارا۔ آپ خون میں نہا گئے۔ الخ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ انسان کو فضائل و کمالات اور تہذیب و اخلاق کا حاصل کرنا ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میں اس لیے نبوت پر مبعوث ہوا ہوں کہ لوگوں میں مکارم اخلاق پہنچاؤں یعنی لوگوں کو اخلاقیات سے آراستہ کروں پس اخلاق حمید اور صفاتِ پسندیدہ یعنی اچھی باتوں کا حاصل کرنا ہر انسان کے لیے لازم و واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جس وقت خداوند عالم نے مبعوث فرمایا تو آپ تمامی عادات و اطوار حسنہ سے آراستہ تھے بلکہ جس قدر کمالات آپ سے پہلے انبیاء میں الگ الگ تھے وہ سب کے سب آنحضرت کی ذات والا میں جمع تھے وقد ورد فی الروایة ان اللہ تعالیٰ قد خص رسله باثنی عشر خصلة۔ یعنی کہ خداوند علی الاعلیٰ نے اپنے مرسلینؑ کو بارہ صفات محمودہ و پسندیدہ عطا کی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ راضی بقضائے الٰہی رہے۔ یعنی قسمت پر حرف گیری نہ کرے اور سخاوت ہے قناعت ہے۔ صبر ہے۔ نیکیٔ اخلاق ہے، علم ہے یہ تمام چیزیں سرمایۂ نبوت ہیں۔ اور ان سب میں علم ممتاز ہے۔ اور خصوصاً بدرجۂ اتم و اکمل یہ تمام

صفات آنحضرت محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھیں۔ ہر ایک پیغمبر کے لیے ضروری ہے کہ اس میں چالیس آدمیوں کی قوت کی برابر قوت موجود ہو۔ یعنی وہ اپنے زمانہ میں اشجع الناس ہو۔ اور یہی تمام صفات امام منصوص من اللہ میں ہوتی ہیں۔ وہ مختار کائنات ہوتا ہے وہ مثل چوب خشک نہیں ہوتا۔ اور امام علیہ السلام کی تصدیق سے یہ تمام صفات ہم شبیہ پیغمبر خدا علی ابن الحسین المعروف علی اکبرؑ میں جمع تھیں فاتفق المخالف والموالف علی انہ کان فی عصرہ اشبہ الناسؐ برسول اللہ خلقا وخلقا ومنطقا۔ یعنی اس امر پر سب ہی کا خواہ مخالف ہوں یا موافق اتفاق ہے کہ حضرت علی اکبرؑ رفتار وگفتار در اخلاق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ تھے گویا قدرت نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے رسولؐ کا مثنیٰ قرار دیا تھا۔ پس حضرت علی اکبرؑ شبیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے فرق صرف اسقدر تھا کہ علی اکبرؑ کے لیے نبوت نہیں ہے۔

حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اگرچہ جنگ مغلوبہ میں بھی اپنی شجاعت اور حرب و ضرب کا مظاہرہ کیا ہے آپ کی شجاعت کا اندازہ اس چیز سے ہو سکتا ہے کہ تین دن کی بھوک و پیاس اور بیکسی کے عالم میں اس شان سے قتال کیا ہے کہ لشکر عمر ابن سعد میں الامان الامان، الحذر الحذر کی صدائیں ہو گئی تھیں۔ روایت ہے کہ جب شہزادہ علی اکبرؑ میدان جنگ میں آئے ہیں اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے طارق ابن ثبیت سے کہا کہ جا اور اس جوان کو تمام کر یعنی قتل کر تاکہ مجھے ابن زیاد سے حکومت موصل تیرے واسطے حاصل ہو۔ طارق نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اس جوان کو قتل کروں یہ

جوان حسین علیہ السلام شبیہ رسولؐ خدا ہے۔ اور تو اپنا وعدہ خطا نہیں کرے گا۔ جس پر عمر بن سعد نے اس کو یہ قسم یقین دلایا فاکد اللعین ما وعدہ بالیمین و اعطاہ خاتمہ۔ یعنی عمر ابن سعد نے طارق کو اپنی انگشتری دی جو کہ وعدہ کی نشانی تھی چنانچہ طارق ملعون حکومت موصل کے لالچ میں حضرت علی اکبرؑ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اسلحہ سے اس کا تمام جسم نجس ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت علی اکبرؑ کے مقابل آیا اور چاہا کہ نیزہ سے آپ پر حملہ کرے۔ حضرت علی اکبرؑ نے پیش دستی کی اور اس کے نیزہ کا وار روک دیا اور آپ نے اپنے نیزہ سے اس پر حملہ کیا۔ جو اُس کے سینہ نجس میں در آیا اور نیزہ اس کی پشت سے باہر نکل آیا۔ اور وہ جہنم رسید ہوا۔

جب طارق واصل جہنم ہو چکا تو اس کا فرزند آپ کے مقابل آیا۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے اُسے بھی ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد طلحۃ بن طارق نکلا یہ طارق کا دوسرا پسر تھا۔ طلحۃ بن طارق لشکر عمر ابن سعد سے نکلا باپ اور بھائیؑ کے غم میں سگ پاگل بنا ہوا تھا حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مقابل ہوا اور اس بدنہاد نے آپ کے نزدیک پہنچ کر آپ کے گریبان کو پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا اور چاہا کہ آپ کو مرکب سے نیچے گرا دے۔ ادھر دست یداللہ نے اس ملعون کی گردن کو اپنی گرفت میں لیا اور ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ملعون نہ سنبھل سکا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس وقت اس جنگی حربہ کو دیکھ کر لشکر والے حیران رہ گئے اور مرحبا کہنے لگے۔ اس کے بعد عمر ابن سعد نے مصراع ابن غالب نابکار کو بھیجا۔ وہ ملعون جب مقابلہ میں آیا فاراد ان یسل سیفہ کہ اس مردود نے تلوار کا وار کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے صیحہ مثل رعد کیا جس سے مصراع ابن غالب پر ہیبت علی اکبرؑ طاری ہو گئی۔ اور وہ نیم مردہ ہو گیا آپ نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ سر شگافتہ

ہو گیا اور پھر آپ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب ابن سعد ملعون نے یہ شجاعت دیکھیں تو کہا کہ تم سب مل کر حملہ کرو۔ اس وقت لشکرِ باطل میں شور برپا ہو گیا۔ اور محکم بن طفیل بارہ ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور دوسری طرف سے ابن نوفل بارہ ہزار سوار لے کر میدان قتال میں پہنچا اور بھی سردار دو ہزار سواروں کے ساتھ نکلے اور سب نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ امام حسینؑ جو در خیمہ سے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے پریشان ہو گئے۔ رخ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا خدا حافظ زبان سے نکلا اس وقت میدان رزم میں صدائے علی اکبرؑ بلند ہوئی گوش امام تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ میں تیری قوت بازو کے نثار۔ لیکن اس لشکر بے پیر نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ کبھی وہ لوگ مثل روباہ حضرت علی اکبرؑ کے آگے سے بھاگ جاتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے۔ بروایت مناقب حضرت علی اکبر علیہ السّلام نے اس لشکر باطل کے ایک سو اسّی نفر واصل جہنم کیے۔ فاصابۃ جراحاتِ کثیرہ چونکہ آپ جسم اقدس پر کثیر زخم تھے۔ جس کی وجہ سے طاقت و توانائی جواب دے چکی تھی آپ میدان رزم سے خیمہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو فرمایا العطش قد قتلی اے بابا تشنگی نے مجھے قتل کر ڈالا۔ فھل الی شربۃ من الماء سبیل ۔ بابا کیا کوئی پانی کی صورت ہے کہ تشنگی بجھا سکوں۔ امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی۔ حضرت علی اکبرؑ نے گاہے مدینہ۔ گاہے نجف کی طرف رخ کر کے فرمایا بُنی اے بیٹا نزدیک آؤ اور اپنی زبان میرے منہ میں دو۔ جب حضرت علی اکبرؑ نے اپنی زبان آپ کے دہن میں دی تو فوراً کھینچ لی اور عرض کیا بابا جان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے پھر امام حسینؑ نے انگشتری دہن علی اکبرؑ میں دی فرمایا کہ شاید تشنگی رفع ہو جائے۔ آخر کار فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب

تم شہداء سے ملحق ہونے والے ہو۔ تمہارے دادا علیؑ آب کوثر سے سیراب کریں گے حضرت علی اکبرؑ میدان رزم میں واپس آئے قتال کیا لیکن جب سر مبارک پر گرز لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو آواز دی امام پہنچے دیکھا کہ علی اکبر دم توڑ رہے ہیں آپ کی روح نے جنت کو پرواز کی۔ اور امام حسینؑ لاش پسر اٹھا کر خیمہ میں لائے۔

محمد حنفیہؓ جنگِ صفّین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ

جنگ صفّین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ مقابلہ تھا۔ جناب امیر المومنین نے ایک روز اپنے فرزند محمد حنفیہ کو قاسطین سے جنگ کے لیے بھیجا وہ شیر بیشۂ شجاعت حیدر کرّار جب میدان کارزار میں پہنچا تو لشکر باطل کے لوگوں کے کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ کبھی محمد حنفیہ میمنۂ لشکر حملہ کرتے اور کبھی میسرۂ لشکر پر۔ آپ اسی اثناء میں خدمت امیر المومنین میں آئے چونکہ بے شمار لوگوں سے مقابلہ کیا تھا۔ آپ پر تشنگی غالب ہوئی اور اپنے پدر عالیقدر امیر المومنین علیہ السّلام سے سوال آب کیا۔ چنانچہ آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ محمدؐ کے لیے پانی لایا گیا اور حضرت امیر المومنین نے بہ نفس نفیس اپنے فرزند کو سیراب کیا۔ محمدؐ فاتحانہ انداز میں واپس آئے تھے امیر المومنین نے ان کو سیراب بھی کیا اور آپ کی زرہ پر بھی پانی چھڑکا، اور ان کے سر پر بھی پانی ڈالا تاکہ ٹھنڈک محسوس کریں۔ لیکن واحسرتا۔ کربلا میں آفتاب کی حدّت سوا نیزہ پر تھی۔ علی اکبرؑ تین دن کے بھوکے پیاسے بھی تھے۔ زخمی بھی تھے اور زخمی کو پیاس زیادہ محسوس ہوتی ہے جب آپ میدانِ قتال سے واپس ہوئے اور امام حسینؑ کی

خدمت میں پہنچے تو آپ نے سوال آب کیا حالانکہ علی اکبر اس وقت فاتحانہ انداز میں آئے تھے۔ مگر امام حسینؑ فرزند کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کا سوال آب سنا اور سن کر سر جھکا لیا۔ فرماتے ہیں بیٹا علی اکبرؑ آب دنیا ہماری قسمت میں نہیں ہے۔ بیٹا علی اکبر عنقریب تم کو تمہارے دادا آب کوثر پلائیں گے۔

ابوالفرج۔ سعید ابن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبر شدت پیاس کی وجہ سے میدان سے واپس آئے ہیں۔ اور اپنے پدر عالیقدر امام حسینؑ سے سوال آب کیا ہے آپ کی تشنگی کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

انه وجع مرا دا الی ابیه واستغاث من العطش۔

کہ آپ میدان سے پلٹے اور بابا کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں حبیبی اصبر قلیلاً حتی تسقیک رسول اللہ۔

اے آرام دل کچھ دیر صبر کرو۔ رسول اللہ تمہیں سیراب کریں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں انگشتری بھی رکھی شاید کہ غلبۂ پیاس کم ہو جائے۔ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ پانی میسر نہیں ہے فبکی الحسینؑ بکاءً عالیاً وقال واغوثا اس وقت امام حسین علیہ السلام نے باواز بلند گریہ فرمایا اور استغاثہ بلند کیا۔ اور حضرت علی اکبرؑ اسی حالت میں میدان کارزار کو واپس چلے گئے چنانچہ علامہ مرتاض کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ اسی حالت عطش میں میدان کارزار میں آ گئے۔ اور اسی حالت میں پھر معرکہ آرائی کی۔ لشکر باطل میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنے گھوڑے کی عنان یعنی

باگ ذرا سست کی۔ اور رکاب مرکب میں قدم جمائے اور قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے فرمایا

ہمی گفت نامم علی اکبر است
مرا شوق دیدار پیغمبر است

کہ میرا نام علیؑ اکبر ہے۔ میں ہی شبیہ پیغمبر خدا ہوں۔ جسے شوق زیارت رسولؐ خدا ہو وہ مجھے دیکھے حملہ کیا اور آپ نے اکثر شجاعان لشکر بن سور کو قتل کیا۔ روایت ہے کہ حملۂ اول میں اسّی افراد کئے اور حملہ دوم میں بھی اسیقدر افراد قتل کئے۔ رفتہ رفتہ قوت ساتھ چھوڑنے لگی امام حسینؑ دور سے اپنے فرزند کی جنگ دیکھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ میں تیرے قوت بازو کے قربان۔ زینب خاتون فرماتی ہیں کہ لیلیٰ مادر علی اکبر میرے سامنے موجود تھیں۔ میں نے اور لیلیٰ نے امام حسینؑ کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ یکایک امام حسینؑ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا میں نے دریافت کیا برادرم کیا بات ہے کہ تمہارے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا رخساروں پر زردی چھا گئی۔ فرمایا اے بہن علی اکبر قتل ہو گئے۔

دنیا میں نعمت ہاءِ بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل وخصائل پیغمبرؐ خدا

جاننا چاہیئے کہ خداوند عالم نے جو نعمتیں بہشت بریں میں دائمی طور پر خلق فرمائی ہیں ان کے نمونے دنیا میں بھی پیدا کئے ہیں تاکہ صاحبان نظر قدرت خدا میں غور و فکر کر سکیں اور اس کی معرفت حاصل کریں۔ اور ان نمونہ ہاءِ بہشتی کی تصدیق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمائی ہے کیونکہ آپ خداوند کی طرف سے ان چیزوں پر مطلع ہیں۔ مثلاً نعمت ہائے بہشت میں سے چار نہریں ہیں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور خمر کی ہیں۔ اور ہر ایک نہر جدا جدا ہے۔ پانی کے ساتھ ممزوج نہیں ہے بعض نافہم لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے لیکن ہر ایک نہر جداگانہ حیثیت رکھتی ہے خداوند عالم نے یہ چاروں نہریں بطور نمونہ صفحۂ صورت بشری میں خلق فرمائی ہیں۔ آب شیریں۔ در دہن ہے یعنی شیریں گفتار ہونا دہن انسانی سے متعلق ہے آب بے مزہ ناک سے متعلق ہے۔ آب شور آنکھوں سے متعلق ہے۔ آب تلخ کانوں سے متعلق ہے جو کہ ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ آپس میں ممزوج نہیں ہیں۔ اور نعمت ہائے بہشتی میں سے بعض دوسری نعمتیں لباس فاخرہ ہے جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو کہ بہشتی لوگوں کو عطا ہوتا ہے اور ہر ایک کو سترپوشاکیں رنگ برنگ کی عطا ہوتی ہیں۔ اور رنگارنگی فصل بہار میں چمن میں نظر آتی ہے کہ طرح بہ طرح رنگ برنگ پھول اور غنچوں سے چمن آراستہ ہوتا ہے اور خوشبوؤں سے تختہ زار چمن مہکتا ہے۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ بہشت بریں میں ایک درخت بھی ہے جسے طوبیٰ کہتے ہیں جو کہ وسط بہشت میں ہے وہ درخت زمین بہشت میں اُگا ہوا ہے اور اس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک قصر اور غرفوں میں ہیں اور ان سے طرح بہ طرح کے میوے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا نمونہ دنیا میں بھی موجود ہے چنانچہ آفتاب عالمتاب ایک ہے مگر اس کی شعاعیں اس کا نور اس کی دھوپ ہر ایک گھر ہر ایک در اور ایک جگہ پڑتی ہے۔ اور اس سے مختلف پھل پھول پختہ ہوتے ہیں۔ بعض روایات و اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن و جمال بہشتی کمال ہے۔ خداوند عالم

نے جب دنیائے بشریت آباد کی تو قد و قامت آدمؑ، بحد قامتِ اہل بہشت قرار دی۔ سنِ و سال عیسیٰؑ نمونہ ہے سن و سال اہل بہشت کا، زمزمۂ دلحنِ داؤدؑ، نمونۂ سرود اہل بہشت ہے۔ حسن یوسفؑ۔ مشابہت یہ حسن اہل جنت ہے۔ اور اسی طرح حُسنِ خُلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ذاتیہ ہے اور یہ انسانی خصلتوں میں سب سے اعلیٰ صفت اور نمونۂ اخلاق اہل بہشت ہے یوں تو ہر ایک رسولؑ و نبیؑ کو خداوند عالم نے بہشتی صفات سے آراستہ کیا ہے لیکن آنحضرتؐ میں تمام صفات جمع کر دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من اراد ان ینظر الی اٰدم و صفوتہ والی شیث فی نسبتہ والی ادریس فی رفعتہ والی نوح فی دعوتہ والی ابراھیم فی خلتہ والی اسمٰعیل فی فدیتہ والی یعقوب فی محنتہ والی یوسف فی صباحتہ والی سلیمان فی حشمتہ والی لقمان فی حکمتہ والی اسکندر فی حکومتہ والی ذکریا فی خدمتہ والی یحییٰ فی عصمتہ والی عیسیٰ فی طہارتہ۔ یعنی کہ جو شخص اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ آدمؑ کو ان کی صفوت اور نسبت شیثؑ رفعت ادریسؑ، دعوت نوحؑ خلت ابراہیمؑ، فدیت اسمٰعیلؑ، محنت یعقوبؑ، صباحت یوسفؑ، حشمت سلیمانؑ، حکمت لقمان، حکومت سکندر، خدمت زکریاؑ، عصمت یحییٰؑ۔ طہارت عیسیٰؑ وغیرہ دیکھے تو میرے چہرہ پر نظر کرے خداوند عالم نے یہ تمام کمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں اور یہی کمالات رسولان و علیؑ مرتضیٰ، حسن مجتبیٰؑ، حضرت علی ابن الحسین یعنی علی اکبرؑ میں جمع ہیں یہ اٹھارہ سالہ جوان۔ بہشت بریں

کے جوانوں میں سے ایک نمونہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالفضل عباسؑ ہیں جو ماہ بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ قاسم ابن حسنؑ کہ صورت و نورانیت میں اخلاق میں تصویر حسنؑ ہیں۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل کہ جو سردار آل عقیل ہیں۔ محمد بن عباس کہ جو صبح الناس ہیں یعنی انسانوں میں مانند نور صبح ہیں اور ان سب میں کمالات و صفات حمیدہ جمع ہیں۔ یہ صفات پسندیدہ تمام جوانان محمدی و مرتضوی میں تھیں اور بالخصوص شہزادۂ علی اکبر علیہ السّلام میں جمع تھیں اور آپ ظاہراً ابھی شبیہ رسولؐ خدا روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو اہلحرم میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور جب امام حسین علیہ السلام لاش پسر خیمہ میں لائے ہیں تو اہلحرم ماتم کناں در خیمہ تک آ گئے۔ مسند پر لاش علی اکبرؑ کو رکھ دیا۔ پھوپی بہنوں اور ماں نے لاش علی اکبرؑ پر ماتم و گریہ کیا۔

مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل

جب حضرت علی اکبرؑ کو اذان جہاد ملا اور آپ مثل اسمٰعیل ذبیحہ بن کر عازم میدان قتال ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بہ ہزار حسرت علی اکبرؑ کے سر پر خاک ڈالی۔ مؤلف کے والد ماجد مرحوم اپنی کتاب ریاض میں تحریر کرتے ہیں کہ فلما تجلی شمس طلعت من افق ظهر العقاب واستولی یده وقدمه علی اللعنان والرکاب خرجت عمامة واخوته واحدقن به و من العزیمة یعنی کہ جب شہزادہ عالم پشت فرس پر سوار ہوئے اور اہلحرم کو خبر ہوئی کہ علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہیں۔ تو ایک مرتبہ پھوپھیاں۔ بہنیں۔ اور مخدرات خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور آپ کے گھوڑے کے گرد حلقہ بنا لیا۔ نالہ و فریاد کرنے لگیں اور

چاہتی تھیں کہ علیؑ اکبر میدان قتال کو نہ جائیں۔ امام حسینؑ نے سب سے فرمایا کہ انے دعینه فانه ممسوس فی الله مقتول فی سبیل الله۔ کہ اے اہلحرم علی اکبرؑ قتیل راہ فدا ہوں گے انہیں جانے دو۔ فرجعن حاسرات باکیات ایسات منه نادیات علیه۔ تمام مخدرات روتی پیٹتی منتشر ہو گئیں۔ اور وہ شبیہؑ عازم میدان قتال ہوئے۔

چوں سراج معرفت وہاج شد
مصطفائی جانب معراج شد
جبرئیل عقل تا میدان عشق
دررکاب آں مہ کنعان عشق

یعنی کہ جب وہ چراغ تابندہ معرفت زیادہ روشن ہوا تو گویا بعنوان رسولؐ خدا یہ عالم ہوا کہ خود مصطفیٰ صلوٰۃ اعلیہ وآلہ معراج میں جا رہے ہیں۔ عقل کل یعنی جبرئیل تا میدان عشقِ شہادت ماہ کنعان حسینیؑ کے ساتھ رہے۔

بہ شان حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کے حملے

جب حضرت علی اکبر علیہ السّلام میدان قتال میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔ لما برز علی بن الحسین تحیر عسکر عمر بن سعد وخیل اهل الکوفة فی جماله وابنهروا من نور غرة وجهه و جلاله۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ جب میدان قتال میں پہنچے تو لشکر عمر بن سعد آپ کو دیکھ کر حیرت

ہیں رہ گیا۔آپ نے رجز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی   نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

اضربکم بالسیف احمی عن ابی   ضرب غلام ہاشمی عربی

یعنی کہ میں علی ابن الحسین بن علیؑ ہوں ۔ ہم بیت اللہ میں اور نبی کے نزدیک ہم سب سے اولیٰ ہیں ۔ میں اپنے بابا حسینؑ کی نصرت میں تم پر تلواریں لگاؤں گا تم کو قتل کروں گا۔ میں ہاشمی و عربی ہوں پس آپ لشکر باطل کے بالمقابل پہنچ گئے ۔ تیغ آبدار کھینچی اور حملہ آور ہوئے ۔ میدان میں گرد و غبار اٹھا۔ تلواریں چمکنے لگیں ۔ سیکڑوں دشمنوں کو تہہ تیغ کیا۔ فاصابتہ منھم جراحات کثیرۃ جسم مبارک پر بیشمار زخم تھے ۔ وعطش و رجع الی ابیہ پیاس کی شدت نے مجبور کیا آپ واپس آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے وثقل الحدید اجحدنی اور اسلحہ آہنی کے بوجھ نے کمر ہمت توڑ دی ہے ۔ شہزادۂ علی اکبر جانتے تھے کہ بابا کے پاس آب دنیا نہیں ہے ۔ اسی لیے اہل معرفت کہتے ہیں کہ آپ دراصل آب جاودانی چاہتے تھے کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوں اب جاودانی ملے ۔ شراب طہورا سے سیراب ہوں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ نور دیدہ اب راحت و آرام کی گھڑی آنے والی ہے ۔ آپ دوبارہ مقتل کی طرف گئے ۔

سوئے میدان شد روان بہر ستیز

جسم خود را وقف تیر تیز

یعنی کہ آپ تیزی کے ساتھ میدان کارزار گئے کہ قتال کریں اور آپ نے اپنی آنکھوں کو تیروں کے لیے وقف کر دیا۔

ہر زبان شبیہ رسول ذوالجلال

این سخن میگفت با اہل جدال

یعنی کہ ہر آن شبیہ رسول خدا حضرت علی اکبرؑ کی زبان مبارک پر اہل باطل و جنگ سے یہ کلمہ جاری رہا ۔

اے سپاہ کوفہ من شہزادہ ام

اندریں وادیٔ غریب افتادہ ام

یعنی کہ اے سپاہ کوفہ میں شہزادۂ کونین ہوں فرزند سبط رسول الثقلین ہوں اس وادیٔ غربت میں پھنسا ہوا ہوں ۔

من نمی خواہم عراق و شام را

دیدن ایں خلق خون آشام را

یعنی کہ میں نہیں چاہتا کہ عراق و شام کی حکومت ملے ۔ مجھے عراق و شام کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفی و شامی ہمارے خون کے پیاسے ہیں ۔

جائے من در بارگاہ شہ بود

دیدہ ام ناظر بنور اللہ بود

یعنی کہ میری جگہ بارگاہ سلطان دین و دنیا یعنی کہ امام حسین علیہ السلام ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے اللہ کے نور کو دیکھ رہا ہوں ۔

اے شیعو اسی اثنا میں منقذ ملعون نے کلام علی اکبرؑ قطع کیا۔

بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا میدان کارزار میں جانا

شیخ طریحی نے کتاب منتخب میں شہادت حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا عجیب و غریب طور پر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ روز عاشوراء محرّم جب اہلحرم اور بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور چھوٹے بچے خالی کوزے ہاتھوں میں لیے ہوئے پانی پانی کی آوازیں بلند کر رہے تھے حضرت زینب خاتون حضرت علی اصغرؑ کو لیے ہوئے خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس بچے کا تشنگی کی وجہ سے یہ حال ہو گیا ہے کہ چہرہ پر مُردنی چھا گئی ہے فلما نظر الحسین ذٰلك نادی یا قوم اما من مجیر یجیرنا امامن مغیث یغیثنا ۔ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے قوم کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے اور بچہ کو پانی پلائے۔ بعدہٗ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کی طرف رخ کر کے فرمایا امامن احد فیاتینا بشربۃ من ماء لہٰذا الطفل فانہ لا یطیق الظماء ۔ اے میرے اصحاب و انصار کوئی ہے کہ جو تم میں سے کمر ہمت باندھے اور اس شیر خوار بچہ کے لیے پانی لائے چنانچہ حضرت علی اکبرؑ آگے بڑھے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا بابا جان میں پانی لاؤں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا امض بارك اللہ فیك ۔ کہ خدا تمہارے ارادے میں برکت عطا کرے۔ پس شہزادہ علی اکبرؑ عازم کارزار ہوئے۔ فاخذ الرکوۃ ثم اقتحم الشریعۃ۔ یعنی آپ نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

اور انتہائی دلیری اور قہر و غلبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے مشک کو پانی سے بھرا اور خود تشنہ لب نہر سے نکلے۔ اور پانی کی مشک لے کر خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا ابتہ الماء لمن طلب اسق اخی وان بقی فصبۃ علی فانی و اللہ عطشان ۔ بابا جان پانی حاضر ہے۔ بھیا علی اصغرؑ کو سیراب کیجیے اور آپ پانی پئیں خواہر و مادر پئیں اور اگر پانی بچ جائے تو ایک گھونٹ مجھے بھی عنایت کیجیے خدا شاہد ہے کہ میں نہر فرات سے پیاس نکل آیا ہوں۔ امام حسینؑ اپنے فرزند کی اس جوانمردی کو دیکھ کر خوش ہوئے مگر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ امام حسینؑ نے کوزہ آب لیا کہ علی اصغرؑ کو سیراب کریں۔ کہ ناگاہ لشکر کوفہ سے ایک تیر زہر آلودہ آیا اور گلوئے علی اصغرؑ پر لگا بچہ منقلب ہو گیا اور آب دنیا سے پیاس نہ بجھی امام حسینؑ نے باکمال صبر انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ فرمایا اور اہلحرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا یہ کیا زندگی ہے آپ کو روح رسولؐ خدا کا واسطہ مجھے اذن جہاد دیجئے تاکہ مجھے اس غم والم سے نجات ملے۔ امام حسینؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اجازت میدان کارزار دی۔ حضرت علی اکبرؑ نے میدان کارزار میں رجز پڑھا کہ میں علی بن الحسین بن علیؑ ہوں اور جب میں نبرد آزما ہوتا ہوں تو میرے سامنے شیر کے قدم بھی نہیں جم سکتے۔

میں حیدر ثانی ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ علیؑ شیر پروردگار ہیں جنہوں نے دشت حنین میں ذوالفقار سے کو قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ حملہ کی تاب نہ لا کر فوج مخالف نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور ان بے رحموں نے تلواروں سے حملہ شروع کیا۔ منقذ ملعون نے کمین گاہ

سے آپ پر حملہ کیا۔

نسب حضرت علی اکبر علیہ السّلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کان للحسین ستۃ اولاد۔ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دو دختر اور چار فرزند تھے۔ اولھم الامام الربانی والھیکل الصمدانی غواص یم الرحمانیۃ طور تجلی الالھیۃ قرالامامۃ و شمس الولایۃ عین النور ونور العین علی بن الحسین الملقب بزین العابدین۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام کے فرزند اکبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد بن شہریار سلطان العجم ہیں۔ آپ کو حسب ونسب دونوں طرف سے بزرگی وشرافت حاصل ہے۔ امام حسین علیہ السّلام کے دوسرے فرزند جو تسیم شمیم ولایت، بہار امامت، پھل گلزار نبوت، بہار شرافت، نہال چمن رسالت، نور عظمت، نور ثمر شہادت، ثمر شاداب شفاعت محیط بحر کامگاری، بحر صدف بختیاری، صدف گوہر تاجداری، گوہر افسر شہریاری۔ رواں پیکر خلیفۃ اللہ پیکر مشخص قدرت اللہ، ظل اللہ، نور چشم ابا عبداللہ، صاحب خلق احمدیؐ، داری صورت محمدیؐ وارث صولت حیدری۔ شہزادہ علی اصغرؑ ہیں اور ان کی ماں لیلیٰ ہیں اور یہی فرزند امام حسین علیہ السّلام حضرت امام زین العابدین کے بعد علی اصغر ہیں لیکن مشہور یا علی اکبرؑ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ

کے باقی اور فرزندوں کے نام یہ ہیں شہزادہ عبداللہؑ کہ جو روز عاشورا ءدامن شاہ شہیدان میں نشانۂ تیر حرملہ بنے اور شہید ہوئے ان کو علی اصغر کہتے ہیں امام حسینؑ کے ایک فرزند جعفر نامی تھے۔ جو آپ کی حیات ہی میں واقعۂ کربلا سے پہلے ذائقۂ موت چکھ چکے تھے اس طرح آپ کے چار فرزند ہوئے۔

(۱) امام زین العابدین۔

(۲) علی اکبر علیہ السّلام۔

(۳) جعفر علیہ السّلام۔

(۴) شہزادہ علی اصغر علیہ السّلام۔

جن کی ماں کا نام رباب تھا۔ ان ہی کے بطن سے ایک دختر سکینہ نامی تھیں۔ امام حسینؑ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھیں اور ان کی ماں کا نام اُمّ اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ تمیمیہ تھا۔ بعض نسّاب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اولاد مذکورہ چھ افراد کے علاوہ اور بھی تھی یہاں تک کہ سات سے پندرہ تک تعداد بتلائی گئی ہے۔ حقیقت میں تعداد اولاد ذکور واناث کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سردست یہاں پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی کیفیت قتال کا ذکر کرنا مقصود ہے پس اجازت جہاد ملنے پر حضرت علی اکبرؑ میدان کارزار میں گئے اور رجز پڑھنے کے بعد آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں آپ نے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا۔ بعدہٗ آپ واپس آئے اور شدت تشنگی کا اظہار کیا جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب تم کو تمہارے جد آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ آپ پھر میدان قتال میں گئے اور اکثر مسافران راہ جہنم کو جہنم رسید کیا آپ کے جسم مبارک پر بہت زیادہ زخم لگے تھے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ

منقذ بن مرہ العبدی نے اس وقت کہ جب آپ مصروف بیکار تھے۔ مقابلہ میں آکر غصہ کی حالت میں حضرت علی اکبرؑ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ آپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دے۔ گردن پر گرفت کے بعد کہنے لگا کہ علی اثام العرب ان مر بی یفعل بہ مثل ما فعل ان لم اسکلہ۔ یعنی اس نابکار نے حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی گردن اپنی گرفت میں لی یعنی گردن پکڑی اور کہنے لگا اے جوان اب میری گرفت سے نہیں نکل سکتا ہے۔ اس پر حضرت علی اکبرؑ نے بقاعدہ حرب یعنی دستورِ جنگ کے مطابق مانند رعد آسمانی ایک کڑکدار چیخ ماری۔ اور اسی اثناء جنگ میں شہزادہ نے اس جگہ سے کہ جہاں منقذ ملعون کھڑا تھا عبور کیا۔ بروایت مجلسی علیہ الرحمہ۔ اس ملعون نے کمین گاہ شہزادہ علی اکبرؑ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کیا۔ تلوار آپ کے سر مبارک پر پڑی اور آپ کی ابرو تک سر شگافتہ ہوگیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مُرّہ ملعون یعنی منقذ کے باپ نے بروایت شیخ مفیدؒ نیزے سے حملہ کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ فصرعۃ فاحتواہ القوم فقطعوہ باسیافھم۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ لشکر باطل نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں ہے اور ابو الفرج لکھتے ہیں کہ ایک تیر زہر آلود گلوے علی اکبرؑ پر لگا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ اس وقت آپ کی طاقت و توانائی جواب دے گئی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے زخمی ہونے کے بعد گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ وہ آپ کو خیمہ تک پہنچا دے۔ لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے گھوڑا راہ خیام سے ہٹ گیا۔ جس طرف گھوڑا جاتا دشمن تیر و تلوار برساتے۔ فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا واحسرتا دل قابو میں نہیں

ہے۔ قلم شکستہ ہو رہا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کس طرح تحریر کروں۔ بس اسقدر کافی ہے کہ علیؑ اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے خود نہ اٹھ سکے بلکہ امام حسین نے لاش پسر اٹھائی ہے۔

ثواب عیادت

حدیث میں وارد ہوا ہے عیادۃ المؤمن عیادۃ اللہ حضرت رسول عربی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی عیادت کرنا اللہ کی عیادت کرنا ہے مقصد و مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مومن کی مرض کی حالت میں دیکھتا ہے اور اس کی عیادت کرتا ہے اور اس کا دل عیادت کرنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو گویا ایسا ہے کہ وہ شخص خدا کی زیارت کرتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ مناجات کرنے کے لیے طور پر نہیں گئے تھے کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے موسیٰؑ تم میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ وحی الٰہی سن کر حیران رہ گئے کہ اللہ جو مرض و شفا کا خالق ہے اس کی عیادت کیسی؟ خداوند عالم تو مخلوق کی صفات سے مبّرہ و منزا ہے خداوند عالم موسیٰ کے احوال سے مطلع تھا۔ پھر وحی کی اے موسیٰؑ ہے تو ایسا ہی کہ میں مخلوق کی صفات سے مبّرا ہوں۔ لیکن اے موسیٰؑ میری جگہ قلب مومن ہے میری سمائی قلب مومن میں ہوتی ہے۔ اے موسیٰؑ فلاں بندۂ اسرائیلی کہ جو میرا اطاعت گزار ہے چند دنوں سے بیمار ہے۔ تنہائی کی وجہ سے ملول و افسردہ ہے جاؤ اس کا حال پوچھو۔ اس کو تسلّی دو اس کی عیادت کرو۔ بیمار کی عیادت کرنا میری عیادت کرنا ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السّلام حکم خدا ملنے پر اس شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے غرضکہ

یہ عمل نہایت مبارک اور مستحب قرار دیا گیا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن مریض کی عیادت کرے اور ثواب دارین حاصل کرے اس حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بہتر مرتبہ عمل کیا ہے جب کوئی صحابی، کوئی ناصر، کوئی قرابتدار، کوئی بیٹا بھتیجہ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور آواز دی کہ یا آقاہ ادرکنی تو امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس وقت امام حسین علیہ السّلام کا اس کے پاس جانا اس کے لیے باعث تسلّی و تشفّی ہوتا تھا یہ عالم تھا کہ ایک شہید کی عیادت کی ہے ابھی لاشہ سے اٹھے نہیں کہ پھر کسی صحابی کی آواز آئی کہ مولا مدد کیجئے گھوڑے سے زمین پر گرتے ہوئے پکارا اور امام حسینؑ تشریف لے گئے ہیں اور لاش اٹھا ہی ہے۔

ع دن کٹ گیا حسینؑ کو لاشے اٹھانے میں

حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین کا پہنچنا

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ و افرش العضمار وارتفع الغبار رمق بطرفه الی الخیام وصاح الی الامام یا ابتة علیك منی السلام جب کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین فرس سے زمین پر گرے۔ اور میدان کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیام کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیام تھے نہ روئے پدر نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا حسرت کے ساتھ ایک آہ سوزاں کھینچی اور صیحہ کیا یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ۔

اے بابا میرا سلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبرؑ کا دم آخر ہے۔ امام حسین علیہ السّلام نے خیام کے صدر دروازہ پر آواز سلام علی اکبرؑ سنی فرمایا و علیك السلام و لدی قتل الله قتلوك اے نور نظر تم پر بھی میرا سلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ بہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے۔ بروایت روضۃ الشہداء حضرت امام حسین نے ہر طرف علی اکبرؑ کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبرؑ پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرات حسینؑ خورشش کردار زمانہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گم ہو گئے تھے تو ہرن نے آکر خبر دی تھی اور آنحضرتؐ جا کر خبر آہو پر امام حسنؑ و حسینؑ کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبرؑ کی نشاندہی کی امام حسینؑ بھی جوان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوفہ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبر سے ہٹ گئے اور دُور دُور چلے گئے۔

اس مقام پر مؤلف کتاب ایک روایت لکھتے ہیں کہ غزوات رسول خدا میں سے کسی غزوہ میں کفار و مشرکین سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ رفتہ رفتہ جنگ و حرب میں شدّت پیدا ہوئی اور اسی اثناء حرب و ضرب میں ناصر دین حق جناب جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو آنحضرتؐ نے اپنے نزدیک طلب فرمایا جابر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہے کہ بجا لاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ پانی کی مشک دوش پر رکھو اور جسقدر مسلمان زخمی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان سب کو پانی پلاؤ کیونکہ زخمی کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اور حالت نزع میں پانی پلانا بھی ضروری ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بفرمان رسولؐ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے بھری ہوئی مشک اپنے کاندھے پر رکھی اور رزم گاہ میں کہ جہاں شہید اور زخمی مسلمان پڑے ہوئے تھے پہنچا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ اور جب کوئی آواز العطش آتی تو فوراً اس پر لبیک کہتا اور اُس تک پہنچ کر زخمی کو پانی پلاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ بعدہٗ میں خدمت آنحضرتؐ میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ سے سارا حال بیان کیا تو آپ آبدیدہ ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان شہید کے بارے میں کہ جنہوں نے تشنگی کی حالت میں جان دی ہے فرمایا کہ وہ وقت جان کندن آب کوثر سیراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہدائے کربلا بھی وقت آخر آب کوثر سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور شہداء کربلا میں سے بعض نے اس کا اظہار بھی کیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ ظہیر بن حسان الاسدی جب گھوڑے سے زمین پر گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے پہنچے تو امام حسینؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ ظہیر بن حسان الاسدی اپنے ہونٹوں کو چوس رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے تو جواب دیا مولا ابھی ابھی پانی پیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی اکبر علیہ السلام نے بھی وقت آخر آب کوثر پینے کا اظہار کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاستوی جالسًا یعنی علی اکبرؑ زخمی حالت میں اٹھے اور بیٹھ گئے۔ اور پھر در خیمہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا ابتاہ ھذا جدی قد سقانی بکاسہ الاوفی لا اظمأ بعدھا ابداً۔ یعنی بابا جان میرے جد حضرت رسولؐ خدا نے مجھے سیراب فرما دیا ہے۔ اب میں تشنہ کام نہیں ہوں علماء نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا امام حسینؑ سے پانی مانگا تھا تو پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ فرزند کا سوال پورا کرتے بایں ہمہ حضرت علی اکبرؑ کو حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا آب کوثر لے کر آئے اور سیراب کیا۔

الفرج سعید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ نے سلام آخر کیا ہے

تو اپنا سر جھکا لیا اور خاک پر رکھ دیا وجعل یتقلب فی دمہ کہ آپ کو منہ کے ذریعہ خون آنا شروع ہوا۔ اور اسی بیکسی کے عالم میں آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ حضرت علی اکبرؑ اس اعتبار سے اپنے پدر عالیقدر سے زیادہ بیکس ہیں کیونکہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے آپ کا سر جدا کیا تو اس وقت حضرت زینبؑ ایک ٹیلہ پر کھڑی فریاد کر رہی تھیں کہ اے ابن سعد تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاشِ پسر پر پہنچنا

کتاب احسن القصص میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یعقوب کے یوسفؑ سے ملنے کا زمانہ قریب پہنچا تو جناب یوسف نے اپنے والد جناب یعقوبؑ کو خط تحریر کیا جس میں اپنے شوق زیارت کا ذکر کیا اور تحریر کیا کہ آپ جلد از جلد اپنی زیارت سے مجھے مشرف فرمائیں۔ جناب یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کے ہاتھ ایک خط اور دو سو ساٹھ جامے جس میں عمامہ وغیرہ شامل تھے اور کچھ چیزیں بطور تحفہ ارسال کیں۔ اور اپنا کرتہ بھی بھیجا تاکہ جناب یعقوب کو یقین یوسف ہو جائے۔ بن یامین خط اور تمام سامان تحائف لے کر حضرت یعقوب کی خدمت میں پہنچے آپ کو پہلے وہ کرتہ دیا جناب یعقوب نے جب اس کرتہ کو سونگھا تو یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی فارتدّ بصیرًا کہ آپ کی بینائی واپس آگئی وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ وہ کرتہ لباس ہائے بہشتی سے تھا اور اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ تم تین دن تک

سامان سفر تیار کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب اپنی زوجہ نامی لیّا خاتون کو جو کہ یوسف کی خالہ بھی تھیں ساتھ لیا۔ اور شان و شوکت کے ساتھ عازم سفر مصر ہوئے۔ اور تمام برادران یوسف بھی لباس فاخرہ پہنے ہوئے ساتھ ساتھ تھے لیکن حضرت یعقوب نے شاہانہ لباس پہنا تھا بلکہ پشمینہ کا لباس پہنے ہوئے تھے منازل سفر طے کرتے ہوئے وارد بیرون شہر مصر ہوئے۔ اور اس طرف جناب یوسفؑ اپنے پدر عالیقدر کو خیر مقدم کہنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ شہر مصر سے نکلے آپ کی فوج اسّی دستے تھے اور ہر ایک دستہ میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اعلیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہر ایک دستہ میں ایک علم تھا اور اس کا پرچم کھلا ہوا تھا جب کوئی دستہ گزرتا تو حضرت یعقوب دریافت فرماتے کیا اس دستہ میں یوسفؑ ہیں۔ اور آپ اپنے بیٹوں سے دریافت کرتے کیا یہ یوسف ہے جواباً وہ کہتے کہ ابھی یوسفؑ نہیں آئے ہیں۔ بہر حال جناب یوسفؑ شاہانہ شوکت و دبدبہ کے ساتھ فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لائے اس وقت پورا شہر مصر سمٹ آیا تھا۔ علم خسروانہ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ جناب یوسفؑ اور اراکین دولت، مصری عوام سب ہی حضرت یعقوب کا دیدار کرنے کے لیے بے چین تھے اور اس طرف حضرت یعقوب اپنے نور دیدہ یوسفؑ کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کرنے کے لیے محو انتظار تھے۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندان سب کے سب سواریوں سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ خادمان یوسفؑ نے آپ کو خبر دی کہ حضرت یعقوب پیادہ پا آرہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو دور سے دیکھ لیا ہے۔ شوق زیارت بہت زیادہ ہے جناب یوسفؑ بھی اپنی شاہانہ سواری سے اترے اور جناب یعقوب کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کی نظر اپنے پدر عالیقدر کے چہرہ مبارکہ پر پڑی تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور

خاک پر گر پڑے تا کہ زانو بزانو باپ تک پہنچیں۔ اس وقت تمام اراکین سلطنت پیادہ ہو گئے۔ اور جناب یوسفؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے اس وقت نہ یوسف کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ یعقوب کی خوشی کی کوئی حد تھی۔ برسوں بعد یعقوبؑ اپنے بیٹے سے ملے ہیں۔ محبت پدر جو بیٹے سے ہوتی ہے اس کا اندازہ صاحب دل کر سکتا ہے لیکن واحسرتا۔ یعقوب کربلا امام حسین علیہ السلام جب یوسفؑ کربلا کے پاس پہنچے ہیں تو علی اکبرؑ کی یہ حالت تھی کہ زخموں سے چور چور تھے خدا کسی باپ کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے فرمایا آہ واولدا وقرة عيناه یہ حالت دیکھی کہ شبیہ پیغمبر کے سر سے عمامہ گرا ہوا ہے زمین پر عمامہ پڑا ہے اور صاحب عمامہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ شیخ حُر عاملی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ امام حسین لاش علی اکبرؑ پہ پہنچنے سے چند قدم پہلے ذوالجناح سے اتر پڑے تھے شیعو۔ امام حسینؑ زانو بزانو لاش پسر تک پہنچے۔ دیکھا کہ علی اکبرؑ کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے کچھ لمحوں کے بعد امام حسینؑ نے فصاح الامام سبع مرات آه وا ولداه آه واعلياه آه واثمرة فواداه ولدي قتلوك۔ اے جان پدر، اے نور دیدہ، اے علی اکبرؑ تم اس حال میں پڑے ہو اور بیکس باپ دیکھ رہا ہے۔ اے شیعو۔ یعقوبؑ جب یوسفؑ کے پاس پہنچے ہیں تو آپ نے بصد شوق یوسف کو گلے سے لگایا۔ باپ اور بیٹا بغل گیر ہوئے۔ اس وقت ملائکہ آسمان سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جبرئیل امین نے ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ طبق ہائے جواہر نثار کیے۔ حوریں یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ رضوان جنت در جنت پر حیران کھڑا تھا۔ انتہائی مسرت اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ جذبۂ مسرت میں یعقوب اور یوسف دونوں بیہوش ہو گئے تھے۔ لیکن یہ

بیہوشی پھر بھی مسرت خیز تھی وا حسرتا جب امام حسینؑ نے لاش پسر دیکھی تو کیا حال ہوا ہوگا۔ جوان بیٹے کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ میں بھی کچھ رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ علی اکبر کچھ کلام کریں۔ فرماتے ہیں یا بنی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے علی اکبر اے نور چشم تیرے بعد زندگانی پر خاک ہے۔ اے میرے جوان تو زندہ تھا میری زندگی آسودہ تھی۔ اے علی اکبر اب تو میری بینائی بھی جواب دے رہی ہے جناب یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو شکر خدا بجالائے۔ اور جب امام حسینؑ نے اپنے فرزند کی لاش کو دیکھا تو زبان حال سے فرمایا ؎

بحجلہ ات نزدم تخت آبنوسی تو — بہلویت نہ نشستم شب عروسی تو

یک آرزو بدلم ماند تا صف محشر — بحجلہ رفتن ودامادی علی اکبرؑ

یعنی اے بیٹا علی اکبرؑ تو شب عروسی تخت آبنوسی پر ہوتا اور میں تیرے پاس بیٹھتا تجھے دولھا بنا ہوا دیکھا۔ یہ میری آرزو، یہ میری تمنا حشر تک میرے دل میں گداز رہے گی۔ کہ میں نے تجھے حجلۂ عروسی میں نہ دیکھا۔

لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے ریان بن شبیب سے ارشاد فرمایا ہے کہ یا بن شبیب ان کنت باکیا لشئ فابك علی الحسین علیہ السلام۔ یعنی اے ابن شبیب کہ جب تم کسی پر گریہ کرو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا زیادہ بہتر ہے تم تمہارے جد حسینؑ غریب پر گریہ کرو کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں تھی کہ جو حسین مظلوم پر نہ پڑی ہو۔ ہمارے جد مظلوم کے مصائب میں یہ مصیبت عظیم تر ہے کہ آپ کو

مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔ اور ان پر ظالموں نے قطعاً رحم نہیں کیا۔ غربت امام حسینؑ، شہادت امام حسینؑ اور اسیریٔ اہلبیت ایسے مصائب ہیں کہ مومن بغیر گریہ نہیں رہ سکتا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے اکثر جوانان ہاشمی پر گریہ فرمایا ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی ہمسر و نظیر نہ تھا۔ اور خصوصاً شہزادہ علی اکبرؑ کا کوئی مثل نظیر نہ تھا کیونکہ آپ شبیہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ رفتار، گفتار اور خلق میں مثل رسولؐ تھے علی اکبرؑ حسن مجتبیٰ تھے اس لیے کہ امام حسنؑ از سر تا بہ سینہ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ اور علی اکبرؑ خود حسینؑ تھے کیونکہ از سینہ تا القدم امام حسینؑ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ علی اکبرؑ اپنی دادی کی شبیہ بھی تھے کیونکہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رفتار یعنی چلنا پھرنا مثل رسولؐ خدا تھا بہر حال اگر کوئی سر سے قدم تک شبیہ رسولؐ خدا تھا تو وہ علی اکبر علیہ السلام تھے۔ مخالف و دوست سب کے سب جب کبھی زیارت رسولؐ خدا کے مشتاق ہوئے تو حضرت علی اکبرؑ کی زیارت کرتے تھے اور حضرت علی اکبرؑ سے کلام کرتے تھے کیونکہ آپ کے کلام میں گفتار رسولؐ خدا کی چاشنی تھی۔ تمام اخلاق حسنہ، عادات پسندیدہ ذات علی اکبرؑ میں جمع تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری آپ کے معصوم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے آپ کے پدر عالیقدر اور آپ کی مادر گرامی قدر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے الشیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں واهل الکوفة یتقون قتله۔ یعنی کہ اہل کوفہ نے آپ کے ابتدائی مقابلہ میں۔ آپ سے جنگ کرنے سے گریز کی۔ لیکن مُرّۃ بن منقذ نے آپ سے جنگ کرنے میں سبقت کی اور اس ملعون و حرام زادہ نے آپ پر قطعاً رحم نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اہل کوفہ سے کہا کہ اے اہل کوفہ تم اپنی قسم کو یاد کرو اور اس جوان سے جنگ کرو۔ اس بدبخت ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا ہے جس سے آپ کا سر مبارک شگافتہ ہو گیا

اور حضرت علی اکبرؑ نے اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فرمایا کہ اے اسپ وفادار مجھے خیمہ تک پہنچا دے مگر دشمنوں کے گروہ در گروہ ہجوم نے اسے خیمہ تک نہ پہنچنے دیا۔ اور علی اکبر پر چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔

آپ کے جسم مبارک پر اسقدر زخم تھے کہ آپ گھوڑے پر نہ ٹھہر سکے صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ ایک ملعون نے دیکھا کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور سر مبارک بھی ننگا فتہ ہے۔ اس ملعون نے خنجر آپ کے بائیں جانب مارا اور آپ خون میں نہا گئے۔ فریاد کی کہ بابا جان خبر لیجیے علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ کی آواز زینب خاتون نے سنی تو آپ بیتابانہ خیمہ سے نکلیں۔ چادر سر مبارک پر تھی اور گوشہ چادر زمین پر خط دے رہا تھا امام حسینؑ علیہ السّلام کے پہنچنے سے پہلے آپ علی اکبرؑ کے لاش پر پہنچ گئیں۔ حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ جب یا ابتاہ ادرکنی کی آواز علی اکبر خیمہ میں پہنچی میں نے دیکھا کہ ایک خاتون چادر سر پہ خیمہ سے نکلیں۔ فریاد کرتی ہوئی لاش علی اکبرؑ پر پہنچیں یا نور عیناہُ کہہ رہی تھیں میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ مخدومہ کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ دختر علی ابن ابی طالبؑ ہیں ان کا نام زینبؑ ہے وجاءت وانکبت علیہ روتی پیٹتی لاش پسر پر آ رہی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ نے جب لاش علی اکبر دیکھی تو بے ہوش ہو گئیں یا ہوش میں رہیں۔ مرحوم مجلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں فجاء الحسین فاخذ بیدھا فردھا الی الفسطاط۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پہ پہنچے دیکھا کہ زینبؑ موجود ہیں۔ بہن کا ہاتھ پکڑا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے خیمہ میں لائے اور پھر جوان فرزند کی لاش پر پہنچے۔ لاش علی اکبر اٹھائی کہ خیمہ میں لے

جائیں جب خیمہ کے نزدیک پہنچے۔ ثم انہ اقبل الحسین بفتیانہ وقال احملوا اخاکم فحملوہ من مصرعہ فجاؤا بہ حتی وضعوہ عند الفسطاط الذی کانوا یقاتلون۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش پسر لے کر در خیمہ تک پہنچے تو آپ نے پکار کے فرمایا اے بچو اپنے بھائی کی لاش خیمہ میں لیجاؤ۔ بچے خیمہ سے نکلے اور لاش علی اکبرؑ خیمہ میں لے گئے مسند پر لاش رکھ دی۔ اہل حرم ماتم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون امام حسینؑ کے لاش پسر پر پہنچنے سے پہلے۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ زینب خاتون لاش علی اکبرؑ پر موجود ہیں تو آپ کی یہ پریشانی تمام پریشانیوں میں زیادہ تھی۔

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؐ کا اس پر سوار ہونا

شاذان جبرئیل قمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھیجا تھا۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ بادشاہِ دین دنیا کی نذر کیا گیا ہے) کتاب انیس العہد میں اس کے بارے میں یہ تشریح وضاحت تحریر کیا جا چکا ہے سر دست اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے یہ گھوڑا آنحضرتؐ کو بھیجا اس وقت آنحضرت کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن ابی ذیب بن قابل بن زاد الکفاح بن

مورخ بن خنج بن میمون بن طریخ جب آنحضرتؐ اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور آپ نے حلقہ رکاب میں قدم رکھا۔ تو اس گھوڑے نے ازراہ فخر و مباہات اظہار مسرت کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کیے۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ فانتشط نشاطا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرت کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کیے تو آنحضرتؐ کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرتؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان و مضطرب نہ ہو یہ گھوڑا وجد و سرور کے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ واقعہ روز عاشوراء حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام روز عاشوراء عقاب پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے بظاہر سرکشی دکھلائی۔ اور علی اکبرؑ نے ایک رکاب میں قدم رکھا تو دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ اور واقعہ کربلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس (١١٠) سال ہوتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات شخص نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت عمر رسیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں

بعدہٗ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان ہیں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشوراء محرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا۔ یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر شگافتہ ہو گیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بالفراست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے اُسے راستہ نہ مل سکا فاحملہ الی العسکر کہ وہ لشکر کی طرف لے گیا۔ اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا۔ اور جب امام حسینؑ مقتل میں پہنچے ہیں تو لاش علی اکبرؑ پر علی آپ فریاد کر رہے تھے کہ اے علی اکبرؑ پر پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ پا تھے۔ لیکن مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ پا تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آتے تھے روضۃ الشہداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زین خالی ہے حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبرؑ کو کہاں چھوڑا ہے

گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ چند لمحہ علی اکبرؑ جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبرؑ کا سر اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا مؤلف کتاب کے والد ماجد نے اس حالت کی اس طرح منظر کشی فرمائی ہے کہ امام حسین علیہ السلام لاش علی اکبر پر سرہانے کی طرف کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے۔
اب امام حسینؑ کی نگاہوں کے سامنے جوان فرزند کی لاش تھی۔ سینۂ امام حسینؑ غم سے بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ آپ نے علی اکبرؑ کو پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کبھی آپ علی اکبر علی اکبر کہتے اور کبھی قاتلانِ علی اکبر پر نفرین کرتے تھے۔ اور کبھی خاک عزا سر پر ڈالتے تھے کبھی حضرت علی اکبرؑ کے چہرہ کو خون سے پاک کرتے۔ مؤلف کے والد ماجد تحریر کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں آپ کی لاش پر جوانان ہاشمی جن کی تعداد تقریباً سترہ تھی نوحہ کناں تھے۔ لاش پر ماتم کر رہے تھے۔ چشم روزگار نے پہلے کبھی ایسا ماتم نہ دیکھا ہوگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جوانو لاش کو خیمہ میں لے چلو۔ تاکہ زینب و ام کلثوم اور ام لیلیٰ علی اکبر کو دیکھ لیں۔ واحسرتا خیمہ امامؑ میں گریہ و بکا بلند تھا اور لشکر عمر ابن سعد ملعون میں طبل بج رہے تھے۔ جب علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لاتے ہیں تو ایک طرف عباس علمدار تھے دوسری طرف قاسم بن حسنؑ اور پائیں لاش خود امام حسینؑ چل رہے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت علی اکبرؑ خیام کے صدر دروازہ تک قدرے نیم جان تھے۔ رمق جان باقی تھی۔ لیکن جیسے ہی در خیمہ کے نزدیک پہنچے اور مخدرات روتی پیٹتی در خیمہ پر آگئیں علی اکبرؑ کی نظر پڑی اور روح جنت علیٰ کو پرواز کر گئی۔

شہادت برادر خورد بر سر لاش حضرت علی اکبر علیہ السلام

کتب اخبار و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ تمام اصحاب کے شہید ہونے کے بعد امام حسینؑ کے قرابتداروں میں سب سے پہلے شہید حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ اور باقی جوانانِ ہاشمی نے آپ کی لاش کو اٹھایا ہے اور خیمہ میں لائے ہیں۔ کتاب الریاض میں ہے کہ لاش علی اکبر در خیمہ پر زمین پر رکھ دی گئی۔ اب ان کے میدان کارزار میں کھڑے ہونے کی جگہ خالی ہو گئی۔ اور وہ چاند سی صورت جمال محمدی کے ساتھ خون میں غلطاں تھی زلفیں خاک آلودہ تھیں۔ اے شیعو۔ ذرا غور کرو جب ام لیلیٰ نے اٹھارہ سالہ جوان کو اس حال میں دیکھا ہوگا تو ام لیلیٰ کے دل پر کیا ہوگی۔ جناب زینب خاتون جنہوں نے علی اکبرؑ کو پالا تھا۔ جب خون میں نہایا ہوا دیکھا ہوگا تو کیا حالت ہوگی گریہ و بکا۔ شور شیون و ماتم برپا تھا۔ شہزادہ کی لاش پر ایک ایک بی بی آتی۔ زیارت کرتی دل شکستہ گریاں کناں واپس چلی جاتی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے۔ خرج غلام من تلك الابنية و فی اذنيه درتان وهو مذعور۔ یعنی پسر خورد خیمہ سے باہر آیا۔ دو گوشوارے اس کے کانوں میں تھے۔ خوف کی وجہ سے بدن کانپ رہا تھا گوشوارے بھی لرزاں تھے۔ فجعل يلتفت يمينا و شمالا و قرطاه يتذبذبان وہ حیرت زدہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچا۔ بھائی کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا نالہ و فریاد کیا فحمل عليه هانی بن بعيث لعنه الله۔ کہ

ہانی بن بعیث ملعون نے آکر ایک گرز اس معصوم کے سر پہ مارا اور وہ طفل شہید ہوگیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ اس بچہ کی ماں شہربانو یہ کھڑی ہوئی اپنے پسر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں جب اس بچہ کی شہادت کی خبر امام مظلوم کو ہوئی تو آپ نے کلمہ استرجاع زبان سے ادا کیا۔ اور فرمایا خدایا تو میرے اس ہدیہ کو قبول فرما۔ اس بچہ کی ماں شہربانو کو امام حسینؑ نے بلایا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ تم اور سب عورتیں اس پر صبر کریں۔ کیونکہ خداوند عالم صابروں کو دوست رکھتا ہے پس شہربانو اور ام لیلیٰ دونوں نے باہم نوحہ و ماتم کیا۔ اور امام حسینؑ اس وقت اس خیمہ میں تشریف لائے جو علی اکبر کے لیے مخصوص تھا۔ خیمہ خالی دیکھا اور رسم عرب کے مطابق آپ نے اس خیمہ کی خاک اٹھا کر اپنے سر پہ ڈالی۔ اور خیمہ علی اکبرؑ میں ماتم برپا ہوا۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں ھذ خل الحسین الی الفسطاط باکیا مایوسًا عن نفسہ۔ امام حسین علیہ السّلام بادلِ سوزان، گریہ کناں اشک آنکھوں میں بھرے ہوئے خیمہ کے ایک گوشہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور بزبان حال یہ فرما رہے تھے کہ اے بیٹا علی اکبرؑ تم کہاں چلے گئے۔ اس وقت فقالت سکینۃ ما بی اراک تنعی لنفسک و تدیر طرفک۔ یعنی سکینہ خاتون نے جب اپنے بابا کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگیں بابا جان یہ کیا حالت ہے کہ آپ کی آنکھیں گردش کر رہی ہیں اور روح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرواز کرنے والی ہے بابا جان این اخی علی اکبرؑ علامہ محقق کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کیا سکینہ خاتون علی اکبر علی شہادت سے بے خبر تھیں۔ کیا آپ امام حسینؑ سے علی اکبرؑ کی سلامتی کو دریافت کر رہی تھیں۔ حالانکہ علی اکبرؑ کی شہادت کی خبر عام طور پر پھیل چکی تھی۔ اہل حرم لاشِ علی اکبرؑ پر نوحہ ماتم کر رہے تھے۔ لیکن سکینہ خاتون سوال کرتی ہیں بابا این اخی علی اکبرؑ کہ میرے بھائی علی اکبرؑ

کہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو سکینہ خاتون پر بہ سبب تشنگی بیہوشی طاری ہوگئی تھی اور آپ کو قتل علی اکبر کی خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ معلوم نہ تھا کہ لاش علی اکبرؑ خیمہ کے دروازہ ہوئی ہے۔ اور جب آپ کو ہوش آیا تو اپنے بابا سے سوال کیا ہے کہ علی اکبر کہاں ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو حضرت علی اکبرؑ کے میدان کارزار میں جانے کی خبر تو تھی مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ علی اکبر شہید ہوگئے ہیں پس بہ سبب آہ و زاری، گریہ و بکا آپ کے ہوش جاتے رہے تھے۔ امام مظلوم سے سوال کیا ہے کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا قتلوہ قتل ہوگئے۔ پس جیسے ہی جناب سکینہؑ نے خبر قتل برادر سنی ایک چیخ ماری اور رونے لگیں چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں حضرت نے اس کو اپنی گود میں لے لیا پیار کیا۔ صبر کی تلقین کی۔ اور فرمایا اے بیٹی سکینہ تمہارے بھائی کی لاش درِ خیمہ کے نزدیک رکھی ہے۔ سکینہ خاتون نے جب لاش علی اکبرؑ دیکھی چاہا کہ خود کو ہلاک کرلیں امامؑ نے منع فرمایا سکینہ کہنے لگیں یا ابہ کیف نصبر من قتل اخوھا و نردا بوھا۔ یعنی اے بابا جان میں کیوں کر صبر کروں بھائی مقتول پڑے ہیں اور بابا غریب و بیکس ہوگئے ہیں۔ سکینہ روتے روتے بے ہوش ہوگئیں۔ اور امام حسینؑ نے دوسرے جوانوں کو اذانِ جہاد دیا۔

اولادِ حضرت امام حسین علیہ السّلام

جو کچھ کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے اس کی رُو سے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السّلام کی اولاد طاہرہ کی تعداد چھ ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

---

فرزندان۔

امام زین العابدین[۱] علیہ السلام (آپ امام حسینؑ کے فرزند اکبر ہیں اور آپ کا نام علیؑ ہے) آپ کی والدۂ ماجدہ دختر یزدجرد بادشاہ عجم ہیں (بعض علماء نے ان کا نام شہربانو لکھا ہے)

علی اکبر[۲]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام اُم لیلیٰ ہے جو دختر ابی مُرۃ ابن ابی قرۃ ابن مسعود الثقفی ہیں۔ آپ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

جعفر[۳]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ قبیلۂ قضاعیہ سے تھیں جعفر کا مدینہ ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

عبداللہ[۴]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ رباب تھیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو اصغر کہتے ہیں جو کربلا میں تیر حرملہ سے شہید ہوئے۔

دختران۔

فاطمہ[۵]۔ ان کی ماں ام اسحاق تھیں جو طلحہ بن عبداللہ تمیمی کی دختر ہیں۔

سکینہ[۶]۔ ان کی ماں رباب تھیں جو امراء القیس کی دختر ہیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ جناب علی اصغرؑ اور سکینہؑ دونوں کی ماں رباب ہیں)

بعض علماء انساب نے فرمایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے مذکورہ چھ ناموں کے علاوہ باقی اسماء گرامی قدر یہ ہیں۔

فرزندان۔

زید[۷]، ابراہیم[۸]، محمد[۹]، حمزہ[۱۰]، قاسم[۱۱]، ابوبکر[۱۲]، عمر[۱۳]۔

دختران۔

رقیہ[۱۴]۔ بعض کتابوں میں ان کا نام زینب لکھا ہے۔

فاطمہ صغریٰ[۱۵] (بنابر مشہور انہی فاطمہ صغریٰ کو سفر عراق کے وقت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا تھا)

شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل رضہ

علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ جب اصحاب باوفا شہید ہوگئے اور ان میں سے امام حسینؑ کا کوئی یار و ناصر نہ رہا تو عزیزوں کی شہادت کی باری آئی۔ پس فاول من برز من اهل بیته عبد الله بن مسلم بن عقیل یعنی کہ عزیزوں میں سے عبداللہ بن مسلم بن عقیل اول شہید ہیں۔ آپ سب سے پہلے میدان قتال میں جنگ کے لیے گئے ہیں ابوالفرج کہتے ہیں کہ وهو غرة ناصیة آل عقیل۔ یعنی کہ عبداللہ اولاد عقیل میں ناصیۂ آل عقیل مشہور تھے یعنی آل عقیل کی پیشانی مشہور تھے جو کہ آپ کی عظمت خاندانی کی دلیل ہے۔ شکل و شمائل میں جاذب نظر اور عادات میں نیک خو تھے نقاش قدرت نے یہ عجیب خوشنما نقش بنایا تھا۔ خصائل ہاشمی جمع کر دیے تھے۔ آپ کی مادر گرامی قدر جناب رقیہ بنت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھیں عبداللہ بن مسلمؑ حضرت امام حسینؑ کے عمزادہ اور ہمشیر زادہ تھے۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس جوان ہاشمی نے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا یہ خدمت امام علیہ السلام میں آئے قدم امامؑ کو بوسہ دیا۔ اور عرض کیا۔ اے مسند نشین امامت اور اے تاجدار ولایت مرتضوی ائذن لی حتی اجول حرمان الهمة الی عرصة الاخرة۔ یعنی اے مولا مجھے اذان جہاد مرحمت فرمائیے تاکہ میں آپ کا سلام مسلم بن عقیل کو پہنچاؤں۔ امام حسینؑ نے عبداللہ کو دیکھا کہ آمادۂ میدان قتال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نور دیدہ ابھی تو میں مسلم بن عقیل کا داغ بھی

نہیں بھولا کہ تم آمادۂ شہادت ہو۔ تمہارے باپ کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے۔ اپنی ماں رقیہ کو ساتھ لے کر اس دشت ہولناک سے نکل جاؤ۔ اس لشکر بے دین کو صرف میرا سر چاہیئے۔ فاقسمہ عبداللہ عند ذٰلک باللہ۔ یعنی کہ جناب عبداللہ نے امام حسینؑ کو خدا و رسولؐ کی قسم دی اور عرض کیا کہ اے مولا میرے ہی بابا مسلمؑ نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کے دن عزیزوں میں سے سب سے پہلے میں ہی جام شہادت نوش کروں اور بابا کے اسوۂ مبارکہ پر عمل کروں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عبداللہ خدا حافظ میری طرف سے اجازت ہے۔ مگر اپنی ماں اور بہن سے رخصت حاصل کرو۔ اور پھر میدان کارزار میں جاؤ۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ لما برز الغلام شمر عن ذراعیہ کہ جب یہ جوان میدان قتال میں پہنچا مانند شیر رجز پڑھا اور قتال شروع کیا۔ لشکر عمر بن سعد کو زیر و زبر کیا اور فقتل رجالاً وجدل ابطالاً۔ بڑے بڑے لوگوں کو قتل کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عبداللہ کے رجز پر قدامۃ بن اسد فزاری مقابلہ کے لیے نکلا جسے پسر سعد نے بھیجا تھا۔ یہ ملعون فن جنگ میں ماہر تھا۔ آداب حرب اور رسوم طعن و ضرب جانتا تھا۔ اس نے میدان میں پہنچ کر حضرت عبداللہ پر حملہ کیا۔ کبھی یہ شخص عبداللہ کے سامنے سے بھاگ جاتا تھا کبھی شور مچاتا تھا۔ کبھی جنگ سے گریز کرتا تھا اس کا اصل میں یہ مقصد تھا کہ کس طرح عبداللہ تھک جائیں اور پھر ان کو قتل کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔ لیکن حضرت عبداللہ نے کوئی عجلت نہیں کی بلکہ صبر سے مقابل رہے۔ قدامۃ پھر مقابل آیا۔ اور اس ہاشمی جوان فرزند مسلم نے اپنے زین پر بلند ہو کر تلوار قدامۃ کے منہ پر ماری جس سے اس کا آدھا کلہ صاف ہو گیا اور اس کا خون بہنے لگا۔ اسی اثنا میں اس ملعون نے آپ کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا لیکن آپ نے

سنبھل کر پھر سوار ہوئے۔ اور پھر ایک رجز تازہ پڑھا کہ۔

اليوم القى مسلمًا وهو ابى	وفتية بادوا على دين النبى
ليسوا بقوم عرفوا بالكذب	لكن كرام من خيار النسب

من هاشم السادات اهل الحسب۔ یعنی کہ میں عبداللہ بن مسلم ہوں بہترین حسب و نسب والا ہوں ہاشمی سید ہوں دین نبویؐ پر ہوں۔ محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ عبداللہ نے تین حملے کئے اور ان میں ۹۸ افراد داخل جہنم کئے۔ لیکن پیاس کی شدت کی وجہ سے بے طاقت ہو گئے صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں آپ نے میمنہ و میسرہ دونوں پر حملہ کیا۔ بہت سے ملعونوں کو قتل کیا۔ اور بہتوں کو زخمی کیا۔ اور خاص طور پر حمیر بن حمیر کہ جو نہروان کے خارجی لوگوں میں سے ایک تھا واصل جہنم کیا۔ واراد الرجوع الی مرکز فحاسوا علیہ من کل جانب۔ اور عبداللہ نے اپنے مرکز حرب کی جگہ واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن سوار و پیادہ لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور راستہ مسدود کر دیا۔ اسی دوران خماع دمشقی جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا اپنی فوج سے نکلا اور سواروں کی مدد سے آپ پر حملہ کیا۔ فحمل علیہ من القفا فعرقب حرمان الفتی اس ملعون نے یعنی تلوار سے آپ کے مرکب کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے۔ اور عبداللہ زمین پر گرے شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ ورماہ عمرو بن صبیح بسھم فوضع عبد اللہ یدہ علی جبھتہ تقتہ۔ یعنی کہ جب عبداللہ یکہ و تنہا رہ گئے تو عمرو بن صبیح ملعون نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ پھر آپ پر تیر برسنے لگے۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ تیر نکال لیں مگر تیر نہ نکلا۔ اور ایک ملعون نے آپ کے شکم مبارک پر نیزہ سے وار کیا۔ اور عبداللہ نے اس وقت امام حسینؑ کو آواز دی کہ آقا جلدی تشریف لائیے۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفریں کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاشِ عبداللہ کو خیمہ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھنی تھیں) اہلحرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روزِ عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب عقیلؓ

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لمّا مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؓ بسبیلہ الی الحق وھو غرّۃ ناصیۃ اٰل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذٰلک الاصل الاصیل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمّدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جنان ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی　　من معشر و ھاشم و غالب

ونحن حقًّا سادۃ الذوائب　　ھٰذا الحسین اطیب الاطایب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سیّد و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیّب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور پندرہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوریٔ نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السّلام سے اذانِ جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی　　من ھاشم و ھاشم اخوانی

کھول صدق سادۃ الاقران　　ھٰذا حسین شامخ البیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفریں کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاش عبداللہ کو خیمۂ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھتی تھیں) اہل حرم نے ان کی لاش پہ ماتم کیا۔

روز عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب عقیل رضؓ

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لمّا مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؓ بسبیلہ الی الحق وھو غرّۃ ناصیۃ اٰل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذلک الاصل الاصیل ۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جناں ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی　　من معشر و ہاشم و غالب

ونحن حقًا سادۃ الذوائب　　ھٰذا الحسین اطیب الاطایب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سیّد و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیّب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور چندہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوری نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السّلام سے اذانِ جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی　　من ھاشم و ھاشم اخوانی

کھول صدق سادۃ الاقران　　ھٰذا حسین شامخ البیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

عبداللہ بن عقیل۔

جس وقت عبدالرحمٰن بن عقیل مصروف کارزار تھے۔ عبداللہ بن عقیل بھائی کی نصرت ومدد کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ اور دونوں نے مل کر لشکر عمر بن سعد پر حملے شروع کئے اسی دوران کثرت لشکر عمر بن سعد کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور عبدالرحمٰن بن عقیل گھوڑے سے گرا۔ اور ملعون نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ عبداللہ بن عقیل کا قاتل عبداللہ بن عثمان تھا اس ملعون نے آپ کے سر پر گرز مارا آپ اس وقت گھوڑے سے گرے اور روح پرواز کر گئی۔

محمد بن ابی سعید ابن عقیل۔

جب عبدالرحمٰن اور عبداللہ پسران عقیل شہید ہو گئے تو محمد بن ابی سعید اپنے دونوں چچا یعنی عبدالرحمٰن، اور عبداللہ کا انتقام لینے کے لیے باذن امام مظلومؑ میدان کارزار میں آئے۔ سخت قتال کیا اور اکثر ملعونوں کو تہ تیغ کیا بروایت مدائینی۔ لقیط بن ماسر جہنی نے آپ کو شہید کیا۔

موسیٰ بن عقیل۔

جناب عقیل کے بیٹوں میں آپ، محمد بن ابی سعید کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اذان طلب کیا۔ آپ کفن گردن میں ڈالے ہوئے تھے اس وقت جوانانِ ہاشمی میں ایک شور گریہ بپا تھا۔ امام حسینؑ نے خدا حافظ کہا اور آپ میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھا۔ خاندانی تعارف کرایا۔ آپ نے ستّر ملعونوں کو قتل کیا اور آخر میں خود بھی شہید ہو گئے۔ اولاد عقیل اخلاق، عبادت، تواضع میں بے مثل تھے۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں عون اور محمدؑ کو اولاد عقیل کو شمار کیا

ہے واللہ اعلم بالصواب (بنابر مشہور عون)، اور محمّد پسران جناب عبداللہ بن جعفر طیّار از بطن جناب سیدہ زینب خاتون تھے)

خلاصۂ اولاد جناب عقیلؓ

اولاد مسلمؑ بن عقیل میں سے عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل تھے کہ جو شہید ہوئے جن کا ذکر تفصیلاً کہا گیا ہے اور عبیداللہ بن مسلمؑ کہ ان کا نام زیارت شہداء میں مذکور ہے اور محمد بن مسلمؑ چنانچہ کتاب مناقب میں ہے کہ دو فرزندان مسلمؑ کوفہ میں شہید ہوئے ہیں اس طرح جناب مسلمؑ کے پانچ فرزند تھے۔

اولاد عقیل۔ ایک جعفر اور دوسرے بروایت الوالفرج ومناقب عبدالرحمٰن بن عقیل تھے۔ بروایت بحار عبداللہ بن عقیل، بروایت الوالفرج موسیٰ بن عقیل۔ بروایت ابی مخنف محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ بروایت مدائنی عون ومحمدؑ بروایت مناقب اولاد حضرت عقیل سے چودہ افراد کربلا میں شہید ہوئے ہیں

روز عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب جعفرؑ بن ابی طالبؑ

جب تمام اولاد جناب عقیل شہید ہو گئی تو جناب جعفر طیّار کی اولاد کا نمبر آیا کہ نصرت امام حسین علیہ السّلام میں جام شہادت نوش کریں۔ اہل خبر و سیَر نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی طالبؑ کے دو فرزند تھے ایک محمّد بن جعفر دوسرے عون بن جعفر تھے۔ اور یہ دونوں امام حسین علیہ السّلام کی معیّت میں روز عاشوراء محرّم شہید ہوئے

ہیں۔ ابوالعباس احمد بن علی ابن الحسینؒ صاحب کتاب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ اولاد جعفر طیارؑ میں آٹھ نفر تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جعفر۔
(۲) عون بن جعفر۔
(۳) محمدؐ بن الاکبر بن جعفر۔
(۴) محمدؐ بن الاصغر ابن جعفر۔
(۵) حمید بن جعفر۔
(۶) حسینؑ بن جعفر۔
(۷) عبداللہ الاصغر بن جعفر۔
(۸) عبیداللہ بن جعفر۔

اور ان سب کی والدہ ماجدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ ان آٹھوں اولاد میں سے دو افراد کربلا میں ہمرکاب امام حسینؑ تھے جو کہ شہید ہوئے یعنی کہ محمدؐ اور دوسرے عون جو کہ جعفر ابی طالب کی اولاد میں اور شہید ہوئے ہیں۔

عون اور محمدؐ پسران جناب زینب خاتون۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ دو نفر اولاد عبداللہ بن جعفر سے تھے ایک کا نام محمدؐ اور دوسرے کا نام عون تھا اور یہ دونوں کو جب کہ امام حسینؑ نے مکہ سے بطرف کربلا روانگی فرمائی ہے ہم رکاب امام حسین علیہ السّلام ہوئے ہیں اور یہ بھی جناب عبداللہ نے فرمایا تھا کہ مناسک حج کے بعد ہم بھی ملحق ہوں گے۔ عبداللہ بن جعفر موسم حج میں مکہ میں تشریف فرما تھے آپ ہی نے اپنے دونوں بیٹوں کو امام حسینؑ کے ساتھ روانہ کیا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں فرزندان عبداللہ حضرت زینب خاتون

کے بطن سے تھے اور دوسری کتابوں میں بھی ان دونوں کی ماں کا نام زینب بنت علیؑ مذکور ہوا ہے۔ اور خواص و عام میں یہی مشہور ہے کہ عون اور محمدؐ دونوں فرزندان عبداللہ و زینبؑ خاتون ہیں جب کہ حضرت علی اکبرؑ اور عبداللہ بن مسلم اور باقی اولاد عقیل شہید ہو گئے تو حضرت زینب خاتون ان دونوں بیٹوں کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا بھیا خواہر کا ہدیہ قبول فرمائیے امام حسینؑ نے سنا اور بچوں کو بحسرت دیکھا دونوں جوان کفن گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ بچوں نے امام حسینؑ کے قدموں پر سر رکھا۔ زینبؑ خاتون نے سفارش کی امام حسین علیہ السّلام نے اجازت میدان جہاد دی۔ دونوں میدان جہاد میں آئے۔ رجز پڑھا کہ آج روز جہاد ہے ہم اپنی کارزار کے جوہر دکھائیں گے اور ہم لشکر بے دین سے جنگ کریں گے۔ اور ہماری جنگ حسینؑ ابن علیؑ کی نصرت و یاوری کے لیے ہے اور ہم اپنے ماموں جان پر اپنی جانیں قربان کریں گے رجز کے بعد دونوں نے مقاتلہ کیا۔ اور ان دونوں نے دس ملعونوں کو قتل کیا۔ عامر نثل تیمی نے چھوٹے بھائی محمدؐ کو مقتول دیکھا۔ تو لاش برادر کے پاس آئے تلوار ہاتھ میں تھی اور نگاہ بھائی کے قاتل پر تھی آپ نے قاتل ملعون پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے سے دو ہو کر گرا اور اس کی روح نے جہنم میں پناہ لی۔ اور دوسرے جوانوں کے ہمراہ لاشِ محمدؐ خیمہ میں لائے۔ دوبارہ پھر میدان کارزار رہیں گے اور پھر شیرانہ رجز پڑھا اور مقاتلہ شروع کیا اور لشکر باطل کے کئی افراد قتل کئے۔ اور بہت سے لشکریوں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ مجلسی بحار میں لکھتے ہیں کہ حتی قتل من القوم ثلثۃ فارس وثمانیۃ عشر ۱۸ جل یعنی تین سواروں نے اٹھارہ پیادہ کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ لیکن عون نے بعون پروردگار ان سب کو تہ تیغ کیا۔ عبداللہ بطہ طائی جو لشکر عمر بن سعد کا ایک نامور شجاع تھا

ایک جگہ پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس ملعون نے حملہ کیا۔ اور حضرت عون کی پشت پر گرز آہنی مارا۔ جس کی ضرب سے آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اس کی لاش خیمہ میں لاکر چھوٹے بھائی محمدؐ کی لاش کے پاس رکھدی۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت زینب خاتون نے بیٹوں کی لاش پر ماتم کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر حضرت زینبؑ کے اور بیٹے ہوتے تو ان کو بھی امام حسینؑ پر نثار کرتیں۔ لیکن اتنی جناب زینبؑ نے جب خبر قتل علی اکبر سُنی ہے تو بے تابانہ خیمہ سے نکل کر لاش علی اکبر پر پہنچ گئی تھیں۔ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ زینب خاتون خیمہ سے نکل آئی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں۔ وا ولداہ واقتیلاہ واقلۃ ناصراہ۔ کہ ہائے اے علی اکبرؑ تم قتل ہو گئے کاش میں زندہ نہ ہوتی اور تمہاری لاش نہ دیکھتی۔ واحسرتاہ واکبراہ۔

عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام

جب اولاد جعفر و عقیل شہید ہو چکے اور امام حسینؑ ان پر آنسو بہا چکے۔ ان کی لاشوں پر اہلحرم نوحہ و ماتم کر چکے اس وقت امام حسینؑ فرما رہے تھے اما من معینا یعیننا اما من مجیر یجیرنا اما من ناصر ینصرنا۔ آیا ہے کوئی جو اس عالم بیکسی میں فرزند نبویؐ کی مدد کرے ہمیں پناہ دے ہماری نصرت و یاوری کرے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ اس وقت فخرج الیہ من

الخیمۃ غلامان کانہما قمران احدھما اسمہ احمد والاخر اسمہ قاسم۔ یعنی خیمہ سے دو چاند برآمد ہوئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور وہ دونوں فرزندان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے۔ لبیک لبیک یا سیدنا نحن بین یدیک مرنا بامرک صلوات اللہ علیک۔ یعنی اے عم نامدار ہم حاضر ہیں۔ جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کریں گے اور بجا لائیں گے ہماری ایک جان پر کیا منحصر ہے ہزار جانیں ہوں تو آپ پر فدا ہیں ان دونوں کو دیکھ کر امام حسنؑ کی تصویر نگاہ کے سامنے آگئی۔ امام حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اسقدر آنسو جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور ایسی حالت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ آپ غش کر جائیں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ وجاء القاسم وقال یا عم الاجازۃ لامضی الی قتال ھولاء الکفر۔ اے عم نامدار میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب و انصار عزیز و پیارے سب شہید ہو گئے اب زندگی بے کیف ہو رہی ہے۔ مجھے بھی اذان جہاد عطا ہو۔ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے چہرہ پر نظر کی حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قاسمؑ میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائیؑ کی نشانی ہو۔ فعند ذلک خرجت امۃ من الفسطاط و بکت وانت واخذت بذیلہ و منعۃ مما ضمہ۔ اس اثنا میں کہ قاسم بالحاج و زاری اذان جہاد طلب کر رہے تھے۔ کہ آپ کی مادر گرامی خیمہ سے سراسیمہ حالت میں نکلیں اور فرزند کا دامن تھام لیا اور منع کیا۔ اس وقت آپ کی مادر گرامی آپ کے دامن پکڑے ہوئے تھیں اور قاسمؑ دامن امام حسینؑ پکڑے ہوئے اور ان سب کی آنکھوں میں

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے کبھی عالم تصوّر اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکسی امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مخموما حزین القلب متالما ووقع راسه علی رکبتیه۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السّلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یاولدی یاقاسم اذا رایت عمك الحسين بکربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا يبخل عليه بروحك وكلما نهالك عن البراز عاوده ليأذن لك۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتہ امام حسن علیہ السّلام لے کر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ وبکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السّلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فاخذ بيد القاسم وادخل الخيمة وطلب عونا وعباسا۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کی بلایا۔ اور مخدرہ امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہٗ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبےٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قباء اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون وعباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد عليهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جا رہی تھی اور اہلحرم کے گریہ وشیوں اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جا رہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جاکر بیٹھ گئے کبھی عالم تصوّر اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مخموما حنین القلب متالماو وقع راسه علی رکبتیه۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السّلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یا ولدی یا قاسم اذا رایت عمك الحسین بکربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا یبخل علیه بروحك و کلما نهاك عن البراز عاوده لیاذن لک۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عموجان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرّت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتۂ امام حسن علیہ السّلام لے کر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السّلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فأخذ بید القاسم و دخل الخیمة وطلب عونا و عباسًا۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کی بلایا۔ اور محضرِ امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدۂ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبےٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قبا ، اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد علیهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدۂ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جا رہی تھی اور اہلحرم کے گریہ وشیون اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جا رہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

ریں جو کہ عجیب و غریب حکایت ہے چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ ہشام بن عبداللہ بن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام غزدۂ نخلہ سے بفتح و کامرانی واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ آپ نے سفر کے دوران ایک جگہ استراحت فرمائی۔ اس وقت فوفد الیہ جماعۃ من العرب۔ کہ اہل عرب کی ایک جماعت یعنی کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا احوال دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس قطعۂ زمین پر ہمارا قصر (محل) ہے کہ جو سونے کا بنا ہوا ہے اسی لیے اس قصر کو قصر الذہب کہتے ہیں اس قصر میں ایک اژدھا ہے جو بہت قوی ہیکل اور جسیم ہے اس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے مخلوقِ خدا کو اذیت پہنچتی رہتی ہے۔ ہماری حضرت والا سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ فلما سمع الامام قال یا قوم ان رسول اللہ عہد الی ان لا اجذب سیفا الا باذنہ ۔ یعنی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان عہد ہے کہ میں بغیر اذن رسولؐ خدا تلوار نہ کھینچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ایک آدمی بطور نمائندہ خدمت آنحضرتؐ میں بھیجو وہ تمہاری طرف سے اپنی اس تکلیف کا اظہار کرے پھر میں باجازت سرور کائنات تمہاری راحت کا سامان کروں گا۔ اس وقت ایک شخص کہ جس کا نام عبداللہ بن حباب تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حضور کا خادم ہوں۔ لیکن میری ایک خواہش ہے کہ ارید ان تدعوا الی بقرب الطریق یعنی میں چاہتا ہوں کہ زمین کے فاصلے ختم ہو جائیں اور میں جلد تر خدمت حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے سنا اور عبداللہ کو اپنے خیمہ میں لے کر

آئے اپنا پاتابہ اس کو باندھا۔ اور سفید صوف کا کپڑا اس کے پہلو پر ڈالا عمامۂ سرخ اس کے سر پر رکھا۔ اور ترکۂ چوبیٔ خیزران اس کو دیا کہ اپنے ہاتھ میں لیے رہے اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے ایک عریضہ بخدمت آنحضرتؐ تحریر کر کے اس کو دیا تاکہ حسب الحکم نبویؐ عمل کر سکیں۔ عبداللہ نے وہ نامہ اپنے عمامہ میں رکھا اور عازم مدینہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں مسافت ختم ہو گئی اور وہ مدینہ وارد ہوا اور دولتکدۂ نبویؐ پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ اس وقت آنحضرتؐ خانۂ جناب امیرالمومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تھے آپ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ دروازہ کھول دو کیونکہ یہ شخص قاصد علی ابن ابی طالب ہے۔ عبداللہ داخل خانۂ رسولؐ خدا ہوا۔ درود و سلام کے بعد اس نے وہ عریضہ آنحضرتؐ کو پیش کیا آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا کہ حسنؑ کو بلاؤ کہ وہ اس نامہ کو پڑھے۔ امام حسنؑ تشریف لائے نامہ پڑھا مضمون نامہ اس طرح شروع کیا گیا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فانی اشرفت علی قبیلۃ عامر بن الحجاج ودعوت الی طاعۃ اللہ وطاعۃ رسولہ فابی عن ذلک ۔ یعنی میں بفرمان خداوند خود قبیلۂ عامر بن النجاج کو دعوت اسلام دینے کے لیے لشکر ہمراہ لے کر گیا۔ اور وہاں پہنچ کر دعوت حق دی۔ اور ان پر سختی کے ساتھ گرفت کی۔ کفار کو پراگندہ کیا۔ جو فرار کر گئے تھے ان کا تعاقب نہیں کیا پیر اور بچوں کو کسی قسم کی اذیت نہیں دی۔ میں فتح و ظفر کے بعد جب واپس آ رہا تھا کہ عرب کے کچھ لوگ میرے پاس پہنچے جن کا اسی سرزمین پر ایک قصر ہے کہ جسے "قصر الذہب" کہتے ہیں وہاں ایک عظیم اژدھا رہتا ہے جو وہاں کے لوگوں کے لیے عظیم خطرہ کا باعث ہے وہ سب لوگ اس کے خوف سے ہراساں ہیں ان کے کاروبار معطل ہیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اس اژدہے

سے نجات دلاؤں۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ فامرونی بامرك صلی الله
علیك تجدنی سامعًا مطیعا و السلام۔ یعنی مجھے آپ اپنے حکم سے
مطلع فرمائیں۔ جب امام حسنؑ نامہ پڑھ چکے تو رسولؐ خدا نے فرمایا اے نور دیدہ قلم و
دوات لاؤ۔ میں بولتا جاؤں گا اور تم لکھو۔ پس امام حسن مجتبیٰ نے دوات و قلم پیش
کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب تحریر کرایا جو کہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
امابعد فقد وصلنی کتابك و فهمت خطابك وقد اخبرنی الله
و هو لا یخفیٰ علیه خافیة بما صنعت باعداء الله و قد اثنیٰ علیك
اے برادر خط کا مضمون حسنؑ مجتبیٰ سے پڑھوایا گیا۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے پہلے ہی
سارے واقعہ سے خبر دیدی تھی۔ اور خداوند عالم نے مدح وثنا بھی فرمائی ہے اور
مجھے حکم دیا ہے کہ تم قصر الذہب جاؤ وہاں پر جنات جو کہ مسلمان نہیں ہوئے ہیں رہتے
ہیں اور وہ اژدھا بھی ایک جن ہے یہ لوگ طرح طرح کی شکلیں بدل کر وہاں کے لوگوں
کو خوف زدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ پچاس ہزار ہیں تم ان سے مقابلہ کرو۔ فان ربی
قد وکل بك الملائکة المقربین یکونون معك و الله مطلع
علیك و السلام۔ آخر جواب نامہ امام حسینؑ کی طرف سے چند
جملے تحریر کئے کہ جس میں آپ نے اپنے پدر عالیقدر کو سلام اور شوق زیارت کا
اظہار تھا۔ آنحضرتؐ نے وہ خط عبداللہ کو دیا اور بسوئے امیرالمومنین علی ابن
ابی طالبؑ روانہ ہوا اور آناً فاناً وہ آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اس کے پہنچنے سے
سے پہلے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ عبداللہ آ
گیا اس کا استقبال کرو کیونکہ اب وہ قاصد پیغمبرؐ خدا ہے اس نے پہنچ کر وہ خط مبارک
اپنے عمامہ سے نکالا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو پیش کیا آپ نے وہ نامہ پڑھا دیکھا کہ یہ خط

فرزند اکبر حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے لکھا تھا اور امام حسینؑ نے اپنے شوق زیارت کا
اظہار کیا تھا۔ پس بعد ملاحظۂ مضمون نامہ بامر رسولؐ خدا حضرت علیؑ مشکل کشا نے
قصر الذہب کا رخ کیا۔ اس وقت پچاس ہزار جنات جمع ہوگئے۔ ثم ان الامام
امران ینادی باجتماع العسکر فنادا هم فاجتمعوحوله۔
پس امام الانس والجنۃ نے منادی جاری کی اور آپ کے سب لوگوں کو خبر ہوئی کہ
امیرالمومنین قصر الذہب تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت قنبر عنبر سرشت نے
اسپ اشقر رسولؐ خدا حاضر کیا۔ اس پر زین کسا گیا۔ اور اپنے لشکر سے دس منتخب
لوگ اپنے ہمراہ لیے اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرا رہے ان دس حضرات میں
اصحاب رسولؐ خدا مثل عمار یاسرؓ، خالد بن ولید، زبیر بن عوام، قیس بن سعد بن عبادہ،
اور سعد بن عبادہ، خالد بن ولید شامل تھے۔ فرمایا ارکبوا خیولکم و تقلدوا
پیغمبرؐ خدا سیوفکم حکم دیا کہ سوار ہو اور تلواریں ہمراہ لو۔ اور خود امیرالمومنین علی ابن
ابی طالبؑ۔ درع ذات الفصول پہنی۔ عمامۂ سحاب نبویؐ سر پر رکھا۔ ذوالفقار زیب
کمر کی۔ سپر جعفر طیار دوش پر۔ علم نصر من اللہ و فتح قریب سر پر سایہ فگن، نیزۂ حمزہ
حلقہ رکاب میں رکھا۔ اور آپ ساتھیوں کو لے کر قصر الذہب پہنچے۔ آپ نے
قصر پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑیں بساط
حضرت امیرالمومنین بچھائی گئی اور اس پر یہ سب لوگ بیٹھ گئے۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ
اس اثنا میں قصر الذہب سے آگ کے شعلے نکلے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس قصر
کا سارا میدان آتشیں شعلوں سے بھر گیا۔ اور آگ کی حرارت نے ان لوگوں پر بھی
اثر کیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا فرمان واجب الاطاعت پڑھا کہ ایتها الخیل ارجعی باذن الله

و اطیعی ابن عم رسول اللہ۔ کہ اے گروہ اجنہ تم واپس ہو جاؤ اور اطاعت رسولؐ خدا کرو اس حکم کو سن کر ہمیں حکم دیا کہ اٹھو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہمارے جسموں اعشر تھا۔ حالانکہ آپ نے ہماری دلداری کی اور فرمایا۔ لا ھو لنکم من الرضعۃ الجنی فو اللہ ما ترون منی و منھم ھذا الیوم ما تشیب الولدان و تتعجب منہ ملائکۃ السموات۔ فرمایا کہ کوئی خوف نکرو۔ یہ جنات تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور بخدا آج قدرت کہ جو خدا نے مجھے مرحمت کی ہے ملاحظہ کرو۔ میری قدرت کو دیکھ کر طفل۔ پیر ہو گئے۔ اور ان کے بال سفید ہو گئے اور ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ قصر کے دروازہ سے دھواں اٹھا اور بدبو پھیل گئی۔ دن مثل شب تاریک ہو گیا۔ اور آتشیں صورتیں نظر آنے لگیں۔ اس قصر کے بارہ دروازے تھے ہر ایک دروازہ سے افواج جنات نکل رہی تھی۔ اور ادھر امیرالمومنین علیہ السلام غضبناک حالت میں کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناگاہ آپ نے زبیر بن العوام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اور آپ نے ان کے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا۔ اور وہ سب کے سب تلاوت قرآن کرتے رہے۔ اور فرمایا اے مقداد تم دائیں طرف، اور اے عمار تم بائیں طرف اور قیس تم میرے عقب میں آ جاؤ۔ یہ تینوں اصحاب جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے گرد آ گئے یہ اپنی جگہ سے چند قدم بڑھے تھے کہ قصر الذہب سے ایک عظیم اژدھا نکلا۔ فجعل یرمی بشرو النیران وصاح صیحۃ کالرعد القاصف وارتفع اصناف الاصوات من کل جانب۔ عمار کہتے ہیں کہ اژدھا نکلا اور اس نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور چینخنا شروع کر دیا اس طرح چینخا کہ جیسے بادلوں میں بجلی

کڑکتی ہے۔ اور مہیب و ڈراونی شکلوں میں ظاہر ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے تلاوت قرآن شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم و بطہ و یس و باسم المکنون علی النور و زجرتکم بالصافات صفا والزجرات زجرا الخ فاتبعہ شہاب ثاقب و عزمت علیکم بہ تبارک و بالاعراف و باللہ الذی لا الہ الا اللہ ھو خالق اللیل و النہار و الظلم و الانوار۔ عمار کہتے ہیں کہ واللہ کہ جب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب مشغول تلاوت آیاتِ قرآنی ہوئے تو اس وقت پتھر، آگ مثل بارش برسنے لگی۔ اور آگ کے شعلے ہمارے سروں پر سے گر رہے تھے۔ امام عالی مقام سپر جعفر طیار سے ان پتھروں اور آگ کے لوگوں کو روک رہے تھے۔ اور خود ذکر خدا میں مشغول تھے فرمایا بحقی علیکم ان اثبتوا مواضعکم یعنی میرے اس حق کی قسم جو تم پر ہے اپنی جگہ ٹھہرو۔ اپنی جگہ رکے رہو اور فرمایا کہ اس گروہ آتشی کو میرے سوا کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ نے اپنے اصحاب میں اضطراب دیکھا تو فرمایا کہ تم سب کے سب تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو تمہیں اجنہ کا لشکر کوئی گزند نہیں پہنچائے گا یہ فرما کر امام عالی مقام قصر ذہب کی طرف متوجہ ہوئے جب در قصر پر پہنچے تو فرمایا اے گروہ جن اللہ و رسول پر ایمان لاؤ ورنہ میں تمہیں تمہاری ہی آگ سے جلا دوں گا۔ پھر یہ آیات تلاوت کیں یا معشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت و الارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان فبای الاء ربکما تکذبان یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران فبای الاء ربکما تکذبان۔

عمار کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اور عمار کہتے ہیں کہ میرا یہ حال تھا گویا اب روح بدن سے نکلنی والی ہے۔ اس وقت آپ نے عمار کو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا اور وہ وہاں پہنچتے ہی غش کر گئے۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے دوستو غروب آفتاب تک میرا انتظار کرنا اگر مجھے فتح حاصل ہو گئی تو بہت خوب، ورنہ میرے مرنے کی خبر رسولؐ خدا کو پہنچا دینا یہ فرما کر ذوالفقار لیے ہوئے قوم جنات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور پھر صدائے تکبیر بلند کر کے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا، دو جانب سے جنوں نے آپ پر حملہ کیا۔ قیس کہتے ہیں کہ واللہ لقد سمعنا ضرب ذوالفقار یعنی ذوالفقار کے چلنے کی آواز سنی۔ حضرت امیرالمومنین ہر ایک ضرب پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ ذوالفقار جنوں کو قتل کر رہی تھی۔ اور ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دعا کر رہے تھے وعدک وعدک یامن لایخلف المیعاد اللھم لا تفجع بہ قلب فاطمۃ الزھراء۔ خدایا دل فاطمہؑ اور قلب حسینؑ کو علیؑ ابن ابی طالب کے مرگ سے نہ جلا یعنی علیؑ کی حیاتی ہو۔ عمار کہتے ہیں کہ جنگ نعرۂ تکبیر کی آواز آتی رہی ہمیں تسکین رہی۔ اسی اثناء میں ابلیس ملعون (شیطان) نے بالائے کوہ فریاد کی ادرکوا صاحبکم فخذوا الثار یعنی اے گروہ مردم تم بیٹھے ہوئے ہو اور تمہارا صاحب یعنی علی ابن طالب، قتل ہو گئے۔ لیکن اصحاب نے کہا کہ اے ملعون تجھے ہم پہچانتے ہیں تو شیطان ہے انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ اسی حالت میں کہ ولی ربّ العالمین قوم اجنّہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ میں عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؑ پچاس ہزار جن و عفریت کے حلقہ میں گھر گئے ہیں۔ اور امیرالمومنین حالتِ جنگ میں فرماتے

ہیں اے رسول خدا کی بیٹی میرا سلام رسولؐ خدا کو پہنچا دو۔ اسئلی اباک ان یلحقنی بك فی جھد جھید و کد اکید۔ اور رسولؐ خدا سے سوال کرو کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں صحیح وسالم واپس پہنچوں۔ اس خواب کو دیکھ کر سیدۂ عالم کے چہرہ مبارکہ کا رنگ متغیّر ہو گیا۔ ام سلمہؓ نے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ لیکن سوائے گریہ وزاری فاطمہ زہرا کچھ جواب نہ دے سکیں۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نور دیدۂ اسقدر رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے خواب بیان کیا اور آنحضرتؐ سے دعا کرنے کے لیے عرض کیا کہ اے بابا آپ دعا فرمائیں کہ ابوالحسن کو فتح نصیب ہو۔ انحضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدا چاہتا ہے کہ قصر الذہب میں علیؑ کو فتح و کامرانی عطا کرے اسی اثناء میں جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا۔ العلی الاعلی یقرءك السلام کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ کے ہاتھ پر قصر الذہب فتح ہوگا اور علیؑ صحیح وسالم مراجعت کریں گے۔ آنحضرتؐ جناب سیدۂ عالم اور امام حسنؑ و حسینؑ سعد بن عبادہ انصاری کے گھر لے گئے اور بالائے بام کہ جو مدینہ میں سب سے زیادہ اونچا مکان تھا پہنچے اور حکم دیا کہ اے زمین پست و نزدیک ہو جا۔ آنحضرتؐ اور سیدۂ فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ نے نظر کی تو دیکھا کہ سارا میدان جن اور عفریت سے بھرا ہوا ہے گویا آتشیں علاقہ بنا ہوا ہے اور حضرت امیرالمومنین تنہا جنگ کر رہے ہیں اور جنات کو قتل کر رہے ہیں۔

الشیعہ۔ جناب زہرا خاتون نے علیؑ کو زخمی نہیں دیکھا تھا۔ علیؑ کو پیاسا نہیں دیکھا تھا۔ چار ہزار زخم جسم مبارک پر نہیں تھے مگر پھر بھی جناب زہراؑ دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں۔ خدایا فریاد ہے کہ انہی فاطمہؑ کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم کربلا میں

امام حسینؑ کو دیکھ رہی ہیں ایک ہزار نو سو پچاس زخم لگے ہوئے ہیں گھوڑے سے آپ زمین پر تشریف لائے زینب خاتون ایک ٹیلہ پر کھڑی تھیں اور دیکھ رہی تھیں کہ شمر ولد الحرام حسینؑ کو ذبح کر دیا ہے۔ "واحسرتا"

بہر حال آنحضرتؐ نے اس جگہ کھڑے کھڑے فرمایا کہ اے پسر عم۔ ثعبان یعنی اژدھا تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تم اس کو قتل کرو۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے آواز پیغمبر خدا سنی اور ہم خوش ہوئے۔ حضرت امیر المومنین نے جب دست راست کی طرف دیکھا تو اژدھا آپ پر حملہ کرنے والا تھا یہ ثعبان پچاس ہزار جنوں کا سردار تھا۔ پس حضرت امیر المؤمنین نے ذوالفقار بلند کی اور ثعبان کے دو ٹکڑے کر دیئے اور خداوند عالم نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو فتح عطا کی۔

دل چاہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے سینہ پر حصین بن نمیر نے برچھی ماری۔ مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب حضرت عباسؑ کے شانے قلم ہوئے مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور لاش مبارک تیروں پر معلق رہی۔ مولا اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب زینبؑ بیکس فریاد کر رہی تھیں اور خیموں میں آگ لگ رہی تھی سیدانیوں کی چادریں چھینی جا رہی تھیں۔

تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شہادت اور حکایت داؤد علیہ السلام

محققین اور علماء انساب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جناب قاسم ابن حسنؑ

کی ماں کا نام ام ولد تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نجمہ خاتون نام تھا۔ اور جناب قاسم کا سن مبارک واقعہ کربلا میں دس اور پندرہ سال کے اندر اندر تھا۔ طبری میں ہے کہ آپ کا سن دس سال کا تھا۔ جناب مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا سن مبارک نو سال کا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی شہادت ۲۸ صفر ۵۰ھ کو ہوئی ہے پس روز عاشوراء محرم ۶۱ھ تک گیارہ سال ہوتے ہیں لہٰذا حضرت قاسمؑ کو عمر نو سال نہیں ہو سکتی۔ یقینی امر یہی ہے کہ آپ کی عمر دس اور پندرہ سال کے درمیان تھی اور واقعہ عروسی قاسم علیہ السّلام کا بھی علاّمہ مجلسیؒ نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس سے گریز کی ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ واقعہ عروسی حضرت قاسمؑ منتخب المراثی میں مرقوم ہے جو علاّمہ نجفی الشیخ فخر الدین طریحی کی تالیف ہے۔ منتخب المراثی تالیفات میں بہترین و معتبر تالیف ہے جو کہ عرب میں تالیف ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب روضۃ الشہداء میں بھی ہے کہ جو فارسی زبان میں ہے اور یہ کتاب ملاّ حسین کاشفی صاحب انوار سہیلی کی تالیفات سے ہے۔ اور یہ کتاب واقعات مقتل کربلا پر پہلی کتاب ہے جو عجم میں بزبان فارسی لکھی گئی ہے۔ اور تمام روضہ خوان و ذاکرین واقعہ عروسی قاسم ابن حسنؑ کو انہی دونوں کتابوں سے ماخوذ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور میں نے بھی انہی دونوں کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے۔ عقد قاسمؑ کے بعد جو حکایات بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں کیونکہ روز عاشوراء محرّم عقد واقع ہونے کے بعد بعجلت تمام جناب قاسمؑ میدان کارزار روانہ ہو گئے ہیں۔

ہم اس مقام پر ایک حدیث بطور تمثیل ذکر کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے ایک طفل کو دیکھا کہ وہ اپنے بچنے کو شروع ہی سے اٹھا رہا تھا۔ اور اس کی

ہمت وتربیت سے نشوونمائے جسمانی میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ سن رشد وبلوغ کو پہنچ گیا۔ اور اس وقت میں اُس کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے جیساکہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا جعلناك فی الارض خلیفۃ کہ میں تمہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گا یا بناتا ہوں۔ آپ تخت خلافت پر تھے کہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) زیارت داؤدؑ کے لیے حاضر ہوئے اور اسی ضمن میں عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس جوان یتیم نے اسقدر اپنے آپ کو روکا، اور خون دل پیا اب اُس کی زیادہ زندگی نہیں ہے اس کی عمر تمام ہو گئی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلے گئے جناب داؤد نے اس جوان کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے داؤدؑ نے بھیجا ہے اپنی دختر کا عقد اپنے مال سے میرے ساتھ کر دو۔ جب وہ تاجر کے پاس گیا اور تاجر نے کہا سمعاً و طاعۃً یعنی بسر وچشم قبول ہے۔ اُس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا۔ لیکن حضرت داؤدؑ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جائے جب تک کہ مجھے وحی الٰہی ہو۔ وہ روزانہ جناب داؤدؑ کے پاس حاضری دیتا یہاں تک کہ جس دن ملک الموت نے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ دن آیا مگر ملک الموت حاضر خدمت داؤدؑ پیغمبر نہ ہوئے ایک ماہ گزر گیا مگر پھر بھی حاضر نہ ہوئے۔ بعد ازاں کسی روز حاضر ہوئے تو حضرت داؤدؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس جوان کی روح کیوں قبض نہ کی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ۔ جب تم انبیاء اللہ کسی پر رحم وکرم کرتے ہو تو خداوند عالم بھی اس بندہ پر رحم وکرم کرتا ہے۔ اس وقت کہ جب میں نے تم سے اس جوان کی روح قبض کرنے کی بابت کہا تھا تو اُس وقت مقررہ پر اس کی عمر ختم ہو

گئی تھی۔ لیکن تم نے اس جوان پر رحم کیا۔ تو خداوند عالم نے اس کی عمر بڑھا دی اور تم نے اس کا عقد کیا اور چونکہ وہ وصل نہ کر سکا تھا خداوند عالم نے اس کی عمر از راہ رحم وکرم چالیس سال بڑھا دی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اسی طرح امام حسینؑ نے قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ کہ اولاً قاسمؑ کی اپنے سایۂ عاطفت میں تربیت کی۔ اور روز عاشوراء محرم اپنی دختر کا اس سے عقد کیا۔ اور بعدہٗ کفن گردن قاسمؑ میں پہنا کر میدان قتال بھیجا۔ اور فرمایا کہ لشکر عمر بن سعد کے سامنے کہو کہ میں یتیم امام حسنؑ ہوں اور داماد امام حسین ہوں۔ تشنہ بھی ہوں۔ قابل رحم بھی ہوں۔ قاسم گلعذار میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند سی صورت ہے عمامہ سر پر ہے اور پیراہن عربی میں ہے پاء مبارک میں نعلین ہیں اور تلوار بدست ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل پر صدمہ ہوا کہ یہ ظالم لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ جناب قاسمؑ نے اپنا تعارف کرایا۔ کہ میں یتیم حسنؑ ہوں داماد حسینؑ ہوں، نواسۂ پیغمبر کا فرزند ہوں۔ میرے چچا حسینؑ ہیں کہ جو اس وقت تمہارے درمیان سیر ہیں۔ تشنگی سے ہلاکت کے قریب ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ سن کر بعض لشکری رونے لگے۔ اور عمر بن سعد کو ملامت کرنے لگے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاسم بن حسنؑ کو دامادی کا شرف اس لیے دیا تھا کہ شاید اہل کوفہ ترحم سے کام لیں۔ لیکن عمر بن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کرو چنانچہ یتیم حسنؑ پر پتھر برسنے لگے یہاں تک کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور زبان حال سے فرمایا ؎

اے عمو حجلہ گاہم کن گزر دخترت رادہ زمرگ من خبر

یعنی اے عم نامدار و غمگسار آپ ہمارے حجلۂ عروسی میں جائیں اور اپنی دختر کو میرے مرنے کی خبر دیں۔ ؎

مادرم گو کہ اے بانوی عشق!
باتو ہمراہم زسر تا در دمشق

اور میری مادر گرامیقدر سے فرمائیں کہ اے اماں جان اے تاجدار مودت حسینؑ تمہارے ہمراہ دروازہ دمشق تک میرا سر ہمراہ رہے گا۔ ؎

با عروسم مہربانی کن بسی
از غمم محزوں نباشد یک نفس

یعنی اے مادر گرامی دولہن کے ساتھ با مہربانی و کرم پیش آنا تاکہ وہ میرے غم میں غمگین نہ ہو سکے۔ ؎

حضرت قاسمؑ کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسمؑ نوشاہ

شیخ طریحیؒ فرماتے ہیں کہ۔ فعقد علیہ السلام علیہا وافرد لہ خیمہ امام علیہ السلام تمام مخدرات کی موجودگی میں اور بگوائی عون و عباس اپنی دختر فاطمہ کی تزویج قاسم بن حسنؑ سے کی اور فرمایا کہ ان کے لیے علیحدہ ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ ابھی خیمہ نصب ہوا ہی تھا کہ لشکر عمر بن سعد میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ اور اہل حرم میں نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوئیں مادر قاسمؑ کف افسوس ملنے لگیں عروس شرم وحیا کے ساتھ محزوں و مغموم ہو گئی۔ اور ادھر لشکر شوم سے یہ آوازیں

آنے لگیں اے سبط رسولؐ خدا میدان جنگ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ اگر کوئی اور میدان میں آنے والا نہیں ہے تم خود ہی میدان میں آؤ ورنہ ہم خیموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

ادھر خیمہ میں جناب قاسمؑ نے جب یہ آواز لشکر باطل سنی۔ تو آپ نے عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عروس نے کہا یا ابن العم این ترید، اے قاسم کیا ارادہ ہے۔ قاسمؑ نے کہا کہ اب سر پائے عم محترم پر نثار کرنا ہے فجذبت ذیلہ ومانعتہ عن الخروج۔ یہ سن کر عروس مایوس ہو گئی۔ اور کہا اے قاسمؑ میدان کارزار میں نہ جاؤ۔ قاسمؑ نے کہا اے دختر عمؑ مظلوم میرا دامن چھوڑ دو اب عروسی قیامت پر منحصر ہے۔ عروس نے بادل محزوں فرمایا ؎

کہ اے تازہ بر سر مرا شاہ من	تو اے بخت من اے برخ ماہ من
کسی زیر ایں پردہ آبنوس	بگیتی ندیدہ چو من نو عروس
دریغا کہ بتیم بسے ماہ سال	شب ہجر نادیدہ روز وصال

یعنی اے میرے شاہ، اے تازہ نوشاہ اے میرے مقسوم اور اے میرے ماہ رخ۔ کسی نے اس نیلگوں آسمان کے تلے مجھ ایسی عروس نو نہ دیکھی ہو گی۔ وا حسرتا معلوم کسقدر ماہ و سال گزاروں گی جو میرے لیے شب ہجر ہوں گے میں نے روز وصال نہیں دیکھا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا (بزبان حال شاعر کہتا ہے) ؎

چوں داماد گفتار او را شنید	بگرئید داو را ببر در کشید
بگفتا کہ یزدان دہد کام تو	بہ نیکی درآید سرانجام تو
ترا سازم اکنوں ازیں مژدہ شاد	کہ مارا عروسی بعقبیٰ فتاد

بنزدیک جان آفرین جائی تست — جہان آفرین حجلہ آرائی تست

کند دست خیر النساء زیورت — نہد تاج عزّت ہمی برسرت

یعنی جب حضرت قاسمؑ نے دُلہن کو گفتگو سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ اس کو در خیمہ تک لائے۔ اور فرمایا کہ خدا تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے کہ تیرا قدم اور تیرا انجام نیکی کے ساتھ ہو۔ اور اے عروس میں تم کو یہ مژدۂ جانفزاء سناتا ہوں کہ ہماری عروسی عقبیٰ پر منحصر ہے۔ جب تک کہ تمہاری جان۔ جان آفرین کو سپرد ہو یہ جہان تمہارے لیے حجلہ ہے۔ حضرت خیر النساء کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ اور یہی تاج عزت ہمیشہ اپنے سر پر رکھنا۔ ہم و تم عقبیٰ میں داماد و عروسی کی صورت میں ملیں گے حضرت قاسمؑ نے تسلّی و تشفی کے کلمات فرمائے۔ اور خود خیمہ سے باہر نکلے۔ اور میدان قتال کا رخ کیا۔ عروس خیمہ میں زانوے غم پر سر رکھے بیٹھ گئی کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد عروس کے کانوں میں یہ آواز آئی اے عمو العطش العطش عروس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو قاسم گلگوں قبا خون میں رنگے ہوئے کھڑے ہیں اور پانی مانگ رہے ہیں واحسرتا عروس کو قاسم نوشاہ بصورت پُر خون نظر آئے۔

کتاب ریاض میں ہے کہ روز عاشورا جب اولاد امام حسن کے سر دینے کی نوبت آئی ہے تو اس وقت حضرت علی اکبرؑ و علی اصغر سمیت چھ نفر موجود تھے۔ پس حضرت قاسم ابن حسنؑ عازم میدان جنگ ہوئے۔ علّامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فلما نظر الحسين عليه السلام قد برز اعتنقه۔ امام حسینؑ نے قاسم کی طرف دیکھا کہ عازم رزمگاہ میں فرماتے ہیں اے قاسمؑ میدان کارزار جاتے ہو۔ امام حسینؑ نے گریہ فرمایا اور قاسمؑ کی آبدیدہ ہوئے۔ قریب تھا کہ دونوں غش کر جائیں۔ کتاب منتخب میں شیخ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ

نے فرمایا اے نور دیدہ تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو۔ جناب قاسمؑ نے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن کے لوگ مبارز طلبی کر رہے ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں تو کیا کروں۔ آخرکار فلم يزل الغلام يقبل يديه ورجليه۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے گود میں لے کر حضرت قاسمؑ کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور پھر امام حسینؑ نے آپ کا گریبان اور آستین کو چاک کر دیا۔ اور عمامہ کے دو ٹکڑے کر کے نصف کو عمامے کے بطور سر پہ باندھا اور دوسرے نصف کو بطور کفنی گلے میں ڈال دیا خدا حافظ کہہ کر قاسمؑ کو رخصت کیا جب سب نے قاسم ابن حسنؑ کو اس صورت میں دیکھا تو گریہ کرنے لگے آپ خیمۂ عروس میں گئے اور اس سے بھی اذن جہاد طلب کیا اور فرمایا خدا حافظ میں میدان قتال میں جا رہا ہوں۔ اور پھر اپنی آستین جو پھٹی ہوئی تھی دکھلائی اور فرمایا کہ میدان حشر میں جدّ محترم رسول خدا کے پاس مجھے یہ دیکھ کر پہچان لینا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ قاسمؑ کا اپنی آستین دکھلانا تاکہ عروس حشر میں پہچان سکے یہ معاد جسمانی کی دلیل ہے۔ ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر قوم نابکار میں طبل جنگ بج رہا تھا۔ مبارز طلبی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ قاسمؑ عازم میدان کارزار ہوئے

میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے

لما طلع نور طلعته من افق المصاف ولمع فرید صارمه من جفن الغلاف۔ جب قاسم گلگوں قبا نے عنان اسپ میدان کارزار کی طرف موڑی اور میدان میں پہنچے لشکر اعداء حسن و جمال قاسم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تلوار کی چمک سے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں کوفی و شامی

قاسم بن الحسن کی جوانی و ناکامی پر کف افسوس ملنے لگے کہ یہ نوشاہ خاک و خون میں غلطاں ہو جائے گا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ چہرہ قاسمؑ مثل چاند کے صو فگن تھا۔ جلاء العیون میں ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی مانند چمک رہا تھا۔ حمید ابن مسلم کی روایت میں ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ

اذا خرج غلام وجہہ شاقة قمر و فی یدہ سیف وعلیہ قمیص واذا و نعلان قد انقطع شسع احدھما کہ میں نے ایک جوان خوبرو۔ مثل ماہ تابندہ، شمشیر بکف، پیراہن میں ملبوس۔ نعلین پہنے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا۔ اور میدان میں پہنچا۔ اہل کوفہ اس کی صولت و رعنائی دیکھ کر اس سے قتال پر آمادہ نہ ہوئے مگر ایک ظالم بدنہاد آمادۂ قتال ہوا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے اس سے کہا کہ اس جوان پر تو حملہ کر اور اس یتیم حسنؑ کو قتل کر۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو کیوں قتل کرتا ہے۔

اسے کوئی اور قتل کرے گا تو باز رہے لیکن اس بے رحم نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر تلوار سے حملہ کیا۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور آواز دی یا عماہ۔ اور کہی اے چچا جان مدد کو آیئے۔

امام حسین علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ قاسمؑ تک پہنچے دیکھا کہ قاتل آپ کے سینہ پر بیٹھا ہے اور آپ کا سر مبارک کاٹ رہا ہے امام حسینؑ نے اس ملعون پر تلوار کھینچی کہ اس کی کہنی کٹ گئی اس حرام زادہ نے اپنے لشکر والوں سے فریاد کی کہ مدد کو پہنچو۔ تمام لشکری اس کی حمایت کے لیے امنڈ پڑے۔ اور عمر بن سعد نے اس کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچایا خدا کی شان دیکھنے

کے قابل ہے۔ اس وقت گرد و غبار اڑا اور عمر ابن سعد ہی کے گھوڑے کے پیروں تلے آ کر وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو دیکھا آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدا تیرے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے بیٹا قاسمؑ میں اس وقت پہنچا کہ جب تیرا کام تمام ہو چکا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اٹھایا۔ زمین سے بلند کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر تا خیام الحرم لائے قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام خیمہ میں لاش لے کر گئے اور پہلوے علی اکبرؑ میں لاش کو رکھ دیا۔ الخ

حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظۂ و نصیحت کرنا

حضرت قاسم ابن حسنؑ ابھی حجلۂ عروسی میں تھے کہ لشکر عمر بن سعد کے ھل من مبارز کی صدا اُس خیام میں پہنچیں عروس سے رخصت ہو کر اہل حرم سے اجازت حاصل کی۔ اور باذن عالی مقام میدان کارزار میں آ گئے۔ بحار الانوار میں مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ قاسمؑ نے یہ رجز پڑھا۔

ان تنکرونی فانا ابن الحسن   سبط النبی المصطفی المؤتمن
ھذا حسین کالاسیر المرتھن   بین اناس لا سقوا صوب المزن

کہ میں نور دیدہ حسنؑ ہوں اور حسنؑ سبط مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارے جد ملقب بہ امین ہیں اور یہ حسینؑ جو تم میں اسیر ہیں اور گویا تم نے انہیں گرو رکھا ہوا ہے وہ حسینؑ جس کے بغیر ہدایت سے سیراب نہیں ہو سکتے وہ حسینؑ جو

دستگیر عالم میں اسیر کیا ہوا ہے۔ پھر حضرت قاسمؑ نے رجز کے بعد عمر بن سعد ملعون کی طرف رخ کیا اور فرمایا یا عمر بن سعد اما تخاف الله اما تراقب الله یا اعمی القلب اما تراع رسول الله۔ اے ستمگار زمانہ اے عمر بن سعد بد نہاد تو خدا سے نہیں ڈرتا اور بے بصیرت انسان۔ اے کور چشم حرمت رسول خدا کا لحاظ نہیں ہے کیا تو نے رسول خداؐ کو نہیں دیکھا؟

روضۃ الشہداء میں ہے کہ و یلك قتلت الشبان وافنیت الکهول و قطعت الفروع واجتثت اصول وهذه بقیة الله شرذمة قلیلة مستاصلة اے بے حیا تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کیا اصول و فرع کو ختم کیا اب چند افراد ذریت پیغمبرؐ باقی ہیں افلا تکف عن الجفا و سفك الدماء۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جفا سے ہاتھ روکے۔ بقیۃ الرسولؐ کا خون نہ کرے مالك للرحم رعایة و بالقرابة عنایة آیا قرابت طائفہ قریش کا کچھ خیال نہیں افلا تدعهم ان ترجوا الی الاوطان مع مابهم من الاحزان والاشجان۔ اے عمر بن سعد چند بچے رہ گئے ہیں کہ کسی کا باپ مارا گیا ہے کسی کا بھائی مقتول ہوا ہے تو ذرا بھی شرم و حیا نہیں کرتا۔ عمر ابن سعد ملعون نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت قاسمؑ نے کہا کہ تو پانی پیتا ہے اور اہل حرم حسینؑ پیاسے تڑپ رہے ہیں پیاس کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہے ہیں۔ قد اسودت الدنیا باعینهم اے پسر سعد اولاد پیغمبرؐ اسقدر پیاسی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آتا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت قاسم کے اس کلام سے پسر سعد کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپک پڑے۔ اور

لشکر والے رونے لگے۔ لیکن اس ملعون نے پیادہ فوج کو آواز دی کہ قاسمؑ ابن حسنؑ پر پتھر ماریں۔ اے شیعو۔ حضرت قاسمؑ پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ روز عاشورا محرم حُرِّ ریاحیؒ پر بھی پتھر برسائے گئے تھے۔ مجالس بن شبیب شاکری پر بھی پتھر برسائے گئے اور حضرت قاسمؑ پر بھی اسقدر پتھر برسائے کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امام حسینؑ پر بھی لشکر عمر بن سعد نے پتھر برسائے تھے اور سارا بدن مبارک زخموں سے چور چور تھا

حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت قاسمؑ میدان کارزار میں پہنچے تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے یمین و یسار پر نظر ڈالی یعنی میمنہ و میسرہ کو دیکھا۔ اور اس نے لشکر میں سے ازرق کو حضرت قاسم کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا۔ اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے حکومت یزید سے ہر سال کثیر رقم ملتی ہے اور تیری شجاعت کا بھی چرچہ ہے۔ اس جوان کو جو مبارز طلبی کر رہا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیار نہیں ہے تو جا کر قتل کر۔ جب ازرق نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ اے ابن سعد مجھے بہادران شام ایک ہزار سواروں کے برابر شجاع سمجھتے ہیں تو مجھے اس نوجوان کے مقابلے میں بھیج کر میری شہرت خراب کرنا چاہتا ہے اور میرا سر نیچا کرتا ہے کسی

اورکواس پیچھے سے جنگ کے لیے روانہ کر۔ عمر بن سعد بدنہاد نے کہا اے ارزق یا اس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی ایک ایک فرد ہزار سواروں پر بھاری ہے اور خصوصاً یہ جوان۔ پسر حسن مجتبےٰ ہے۔ بنیرۂ حیدر کرار ہے اس کو شجاعت پیغمبر خدا سے ورثہ میں ملی ہے۔ یہ میدان جنگ میں مثل شیر ہے۔ جب عمر بن سعد ملعون نے اس کو مقابلہ کے لیے مجبور کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے چار فرزند ہیں اور ہر ایک دلیری و شجاعت میں منفرد ہے۔ آداب جنگ سے واقف ہے۔ میں اپنے بڑے بیٹے کو اس کے قتل کے لیے بھیجتا ہوں چنانچہ فرزند ارزق اسلحہ جنگ پہنے ہوئے، تلوار بدست حضرت قاسم بن حسنؑ کے سامنے آیا۔ اور اس نے آپ پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے فحمل علی القاسم یعنی کہ اس نے حضرت قاسمؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ ایک سوار تلوار لیے مقابلہ کے لیے آگیا اور اس نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت قاسمؑ کی سپر دونیم ہو گئی اور آپ کا دست چپ بھی زخمی ہوا۔ اور حضرت قاسمؑ کے بھائی محمد نے دوسری سپر آپ کو دی آپ نے سپر لے کر ارزق شامی کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس ملعون نے دوبارہ چاہا کہ تلوار سے حملہ کرے لیکن حضرت قاسمؑ کے باطنی و روحانی اثرات کی وجہ سے اس ظالم کا گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ اور اس ملعون کے پیر رکابوں میں پھنس گئے۔ فسقطت لامته وانکشفت هامة۔ کہ وہ ملعون سر کے بھل گرا۔ اس کے سر کے بال لمبے تھے حضرت قاسمؑ نے اپنے گھوڑے سے جھک کر اس کے بالوں کو پکڑا اور اس ظالم کو چکر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اور اس کے جسد نجس کو ارزق کی طرف پھینک دیا۔ بعدہٗ اس کا

دوسرا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا۔ اُسے بھی آپ نے قتل کیا پھر اُس کا تیسرا بیٹا مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ آخر میں ارزق کا چوتھا فرزند میدان میں آیا آپ نے اُسے بھی قتل کیا۔ اس وقت لشکر عمر ابن سعد آپ کی قوت و شجاعت بازو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

حضرت قاسمؑ کی ارزق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا

جب ارزق کے چاروں فرزند قتل ہو چکے تو حضرت قاسم علیہ السلام نے یہ کر و فر رجز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی
نحن و هیت الله اولیٰ بالنبی

کہ میں قاسم ہوں اور نسلِ علی ابن ابی طالب سے ہوں خانہ خدا کی قسم ہم ہی سب سے اولیٰ ہیں۔ جب ارزق کے چاروں پسر تہہ تیغ ہو چکے تو وہ ناہنجار خیمہ میں گیا اور جنگی اسلحہ پہنا۔ تلوار کمر میں لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان قتال میں آیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ کے بازوؤں میں قدرے سستی و ناتوانی ہو گئی کیونکہ آپ نے پے در پے ارزق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ آپ تشنہ کام بھی تھے جس سے ناطاقتی اور بڑھ گئی تھی۔ چاہا کہ اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوں کہ ارزق ملعون نے سرِ راہ آ کر مبارز طلبی کی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام

نے جب دیکھا کہ ازرق شامی نے جناب قاسمؑ کو سرراہ روک لیا ہے اور مبارز
طلب ہے تو آپ نے بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کئے
اور عرض کیا کہ پروردگار قاسم کو فتح عطا کر۔ اس کی نصرت فرما۔ دعاء امام حسین
علیہ السلام سے ملائکہ عظام میں ہلچل مچ گئی۔ اور ادھر خیمہ میں نوعروس فتح کامرانی
قاسمؑ کے لیے دعاء امامؑ کے ساتھ ساتھ آمین کہہ رہی تھی۔ اُدھر ازرق شامی نے
حضرت قاسمؑ پر نیزہ سے حملہ کیا۔ جس پر حضرت قاسمؑ نے آداب شجاعت
کے ماتحت اپنے آپ کو نیزہ سے دور رکھا۔ جس پر ازرق بہت شرمندہ اور
خشم گیں ہوا۔ لیکن اس کا نیزہ حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کو لگا اور آپ پیادہ ہو
گئے اور حضرت عباس علمدار نے ایک تازہ دم گھوڑا قاسمؑ کو پہنچایا۔ آپ گھوڑے
پر سوار ہوئے۔ ازرق سے مقابلہ ہوا وہ کہنے لگا اے بچہ تو نے میرے چار فرزند
تہہ تیغ کئے ہیں۔ اور اے قاسم یہ تلوار میرے بیٹے کی ہے جو تیرے ہاتھ میں
ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس تلوار کو ہزار دینار میں خرید کیا تھا۔ حضرت قاسمؑ نے
فرمایا کہ اب اس تلوار کا مزہ تو بھی چکھ لے گا۔ حضرت قاسمؑ نے اس سے کہا کہ اے
ازرق تو نامی گرامی شجاع ترین شخص ہے آداب جنگ سے واقف ہے
لیکن تو نے خیال نہ کیا کہ تیرے گھوڑے کا تنگ کسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر
کر ازرق جھکا کہ تنگ کو دیکھے حضرت قاسمؑ نے اس کی کمر پر تلوار کا وار کیا اور وہ
شق دو ہو کے اپنے مرکب سے گرا۔ اس طرح اس کے ٹکڑے ہوئے کہ برابر
کے دو ٹکڑے پس جب کہ ازرق بدنہاد بھی قتل ہو چکا تو لشکر عمر ابن سعد نے
شوروغل مچایا ہے۔

برآمد خروش از درونِ حرم   بہم تو اُم آن کشت شادی و غم

اور ادھر فتح قاسمؑ سے خیام اہلحرم میں بھی شوروغل بانداز مسرت ہوا۔ گویا
شادی و غم باہم توام ہوگئے جناب قاسمؑ نے ازرق شامی کے گھوڑے کو دیکھا
کہ اب زین خالی ہو گیا ہے اس کے مرکب پر سوار ہوئے اور اپنے مرکب کی
لگام ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے خیمہ میں واپس آئے اور پیاس کی شدت
کا اظہار کیا۔ مگر پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ قاسمؑ کو پلاتے۔ کتاب منتخب میں ہے
کہ قاسمؑ خیمہ عروس میں گئے اور فرمایا الحمد للہ الذی اراني وجهك
قبل الموت۔ کہ شکر خدا ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے پھر تمہارا چہرہ دیکھا۔
اور فرمایا کہ میں جو کچھ وصیت کر چکا ہوں اس پر نگاہ رکھنا۔

وصیت قاسمؑ با عروس۔

تو در حجلہ کہ باش در انتظار   ز میدان کنوں آمدت در کنار
ز مرگم گریبانِ دل چاک کن   ز رخسارہ خون از رُخم پاک کن
پس از مرگ من اے مہ خاوری   بسوئے تو عمم بپرسش گری
حضورش مکن بانگِ ماتم بلند   دل و دیدہ زاشک دما دم مفید
پریشان مکن موی و مخراش روی   پیامم بعمِ گرامی بگوئے

یعنی کہ اے عروس تم حجلہ عروسی میں میرا انتظار میں ہوں گی لیکن میں میدان سے کیوں
کر آ سکتا ہوں میری موت میں گریبان دل چاک کرنا اور اپنے رُخ سے رخساروں کا
خون پاک کرنا اور میرے مرنے کے بعد سے اے مہ خاوری تم میرے چچا جان
کی مزاج پرس کرتی رہنا اور دیکھو ان کے سامنے ماتم میں آواز بلند نہ کرنا۔ دل اور
آنکھوں سے اشک نہ برسانا۔ اپنے بال میرے غم میں پریشان نہ کرنا اور نہ
رخساروں پر طمانچہ لگانا۔ اور میرا پیام میرے عمّ محترم کو

پہنچا دینا۔

پیام قاسمؑ اپنے عمّ نامدار کے نام

کہ اے جان و دل از تو امیدوار ۔ بپای تو جان کردم اینک نثار
تو بنگر کہ این کشتہ داماد تو است ۔ تنش غرق خون دلش شاد تو است
بجز روی تو بسوی نداشت ۔ بجز نزد تو رنگ و بوئے نداشت
کنون آرزو آمدش در کنار ۔ ہمہ کام او دادہ پروردگار
چہ گوئی پیامم بعمّ گزین ۔ پر از اشک سازد عذار و جبیں
بمن چوں شود دیدہ اش خوں گراں ۔ خدایا تو اور اتسلّی نمائی
تبسّم کناں سوئے شہ کن نگاہ ۔ بگو شوہرم کشت قربان شاہ

بزبان شاعر حضرت قاسمؑ اپنے عمّ نامدار سے فرماتے ہیں کہ جان و دل مجھے آپ سے امید ہے کیونکہ میں نے آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کی ہے۔ دیکھئے تو سہی اس مقتول کو کہ جو آپ کا داماد ہے اس کا بدن خون آلود ہے اور اس کا دل آپ سے خوش ہے۔ میں سوائے آپ کے کسی اور کی طرف رخ کرنے والا نہیں ہوں میرا مرکز امید آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور بجز آپ کی نزدیکی میرا کوئی دوسرا آسرا نہیں ہے۔ جب میرے لیے وہ خون کے آنسو بہا رہی ہو تو خدایا اے عمو آپ اس کو تسلّی دیں عروس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسکراتے ہوئے شاہ دین کی طرف نگاہ کر اور ان سے کہنا کہ میرا شوہر آپ پر قربان ہو گیا۔ وہ یتیم تھا اس کا باپ سر پر نہیں تھا پس اس کا تن خاک پر پڑا ہوا ہے۔

فودّعها وخرج وركب جواده وصمم معاده۔ جب حضرت قاسمؑ وصیت تمام کر چکے تو عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا با چشم گریان خدا حافظ کہا۔ اور خیمہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مقتل میں شہیدوں سے ملحق ہو گئے اور قلب امام حسینؑ، مادر گرامیقدر اور عروس کے دل پر غم و اندوہ کا کوہ گران گر پڑا۔ یا لیتنی کنت معهم فنفوز فوزا عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام اور محبت قاسمؑ ابن حسنؑ

قال العلامة فى الرياض نص جماعة من المهرة فى فن السير والخبران قاسم بن حسن كان احب اولاد الحسن عليه السلام الى عمه الحسين كما يستفاد من المنقولات۔

یعنی ارباب کتب سیر و خبر لکھتے ہیں کہ تمام منقولات سے یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ اولاد امام حسن علیہ السّلام میں سے جناب قاسمؑ سے حضرت امام حسین علیہ السّلام زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ وقت رخصت حضرت قاسمؑ امام حسین غش فرما گئے تھے۔ کسی اور عزیز کی رخصت کے وقت آپ کو غش نہیں آیا تھا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ فجعلا يبكيان حتى غشى عليهما کہ آپ اور قاسمؑ روتے روتے غش کر گئے۔ حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کو زیادہ محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو حضرت قاسمؑ کی تزویج کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ جس کا مظاہرہ روز عاشوراء محرّم ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے

آپ کی محبت و لطف کا اندازہ اس چیز سے بھی ہوتا ہے کہ میدان قتال میں جب حضرت قاسمؑ کی سپر (ڈھال) ٹوٹ گئی تو امام حسینؑ نے بعجلت تمام ایک دوسری سپر قاسمؑ کو بھیج دی۔ اسی طرح جب حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ازرق شامی کے نیزہ سے زخمی ہو کر گر پڑا تو امام عالی مقام نے دوسرا مرکب قاسمؑ کے لیے بھیج دیا۔ اور جب حضرت قاسمؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور آپ نے امام عالی مقام کو مدد کے لیے پکارا۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے اور جناب قاسمؑ کو اسی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لائے ہیں اور حضرت امام حسینؑ نے ان کو انگشتر (یعنی انگوٹھی) سے سیراب کیا ہے یہ تمام باتیں اس لیے تھیں کہ جناب قاسمؑ یتیم ہیں اور یتیم کے ساتھ ملاطفت کرنا۔ مہربانی کرنا خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے جس وقت کہ آپ نے حضرت قاسمؑ کو انگشتری کے ذریعہ سیراب کیا ہے تو فرمایا اے نور دیدۂ قاسمؑ آب کوثر تمہارے قسمت میں ہے اور اب چند لمحوں بعد تمہارے بابا حسنؑ تم کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب جناب قاسمؑ سیراب ہو چکے اور امام حسینؑ ان کو تسلّی دے چکے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ادرك امك بنظرة و لقاء فانها كالمحترقة في فراقك ۔ یعنی اے قاسمؑ اپنی والدہ گرامی کو ایک نظر پھر ملو۔ ان کو دیکھو کہ تمہارے فراق و جدائی میں احتضار کی حالت تک پہنچ گئی ہیں۔ قاسمؑ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجا لائے اور مادر کو تسلّی دی۔ عروس کو حوصلہ دیا۔ اور پھر مرکب پر سوار ہوئے اور دوبارہ مقتل میں پہنچے جب لشکریوں نے آپ کو دیکھا تو شور مچا کر کہنے لگے کہ قاتل ازرق آگیا ہے۔ طبل جنگ بجنے لگا آپ نے اس حالت میں بھی ہمت کی کہ علم لشکر عمر ابن سعد کو خاک میں ملا دیں۔

اور قتال کرتے ہوئے سواروں اور پیادوں کی صفوں کو درہم برہم کیا۔ لیکن اسی حرب و ضرب میں جناب قاسم چار سو ہزار لشکریوں میں گھر گئے۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت قاسمؑ لشکر عمر ابن سعد ملعون میں گھر گئے اور عمر ابن سعد لعین تک نہ پہنچ سکے کہ اس کو قتل کریں اور اس کے علم کو خاک میں ملائیں اس وقت کوفی و شامی لوگوں نے آپ کو قید کر لیا کیونکہ آپ میں طاقت جنگ نہ رہی تھی نہ اس گروہ سے باہر نکلنے کی کوئی راہ تھی صدائے قاسمؑ خیام امام حسینؑ تک پہنچی کہ یا عمّاہ ادرکنی، اے چچا جان مدد کو آئیے۔ حضرت امام حسینؑ نے آواز سنی اور مرکب پر سوار ہو کر ذوالفقار بدست میدان کا رُخ کیا۔ آپ جناب قاسمؑ کی بالین پہنچے۔ ایک ظالم آپ کے سینہ پر سوار تھا کہ قاسمؑ کا سر جدا کرے آپ نے اس سے التماس کیا کہ اے ظالم میرے چچا آرہے ہیں میں پھر اپنے چچا کو دیکھ لوں۔

محمد بن شہر آشوب علیہ الرحمۃ مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب قاسم بن حسنؑ اپنے بھائی عبداللہ کی شہادت کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے یہ رجز پڑھا ہے کہ میں اولاد علی ابن ابی طالب سے ہوں میں سبط رسول خدا کا فرزند ہوں۔ جب مقاتلہ شروع ہوا تو آپ عمر ابن سعد ملعون کی ضرب سے گھوڑے سے نیچے گرے۔ آپ نے آواز دی کہ عمّاہ ادرکنی، امام حسینؑ

پہنچے۔ اور فرمایا کہ کسقدر گراں ہے حسینؑ پر کہ تو زخمی پڑا ہے اور میں تیری آواز پر جلد نہ پہنچ سکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے تین سوار حضرت قاسمؑ نے قتل کیے۔ عالم ربانیؒ، محقق صمدانی محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مثل ماہ تاب طلوع کیا۔ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ پیراہن زیب بدن کیے ہوئے اور ازار بند باندھے ہوئے نعلین پاء مبارک میں پہنے ہوئے تھا عمر ابن سعد ملعون نے نفیل ازدی سے یہ کہا کہ اس نوجوان پر حملہ کر۔ میں نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو قتل کرنا۔ کیوں چاہتا ہے اسے مت قتل کر۔ اسے چھوڑ دے یہ قوم بد شعار خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔ حمید کہتا ہے کہ اس ظالم نے میری نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کی اور یہ قسم کہا کہ میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ پھر اس ملعون نے حضرت قاسم علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آپ کے فرق مبارک پر پڑی۔ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آواز دی کہ یا عماہُ ادرکنی اے چچا جان مدد کو آیئے۔ امام حسینؑ بڑی تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس پہنچے اور آپ نے عمر ابن سعد پر ذوالفقار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ سے روکنا چاہا کہ حضرت امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ کہنی سے ہتھیلی تک قطع کر دیا اس بدنہاد نے شور وغل مچایا اور اس کے لشکری حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔ اور عمر بن سعد کو لے گئے جب گرد و غبار ختم ہوا تو حضرت امام حسینؑ کو قاسم کے سرہانے کھڑا دیکھا اور حضرت قاسم خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے پس حضرت امام حسینؑ نے لاش قاسم کو اٹھایا اور اپنے سینہ

سے لگا کر خیمہ میں لائے۔ اس وقت جناب قاسم کے پیر زمین پر خط دے رہے تھے اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش حضرت علی اکبر کی لاش کے نزدیک رکھ دی واضح رہے کہ کلام مفید خلاصۂ روایت علامہ مجلسیؒ ہے جو بحار میں مذکور ہے اور راوی بھی حمید بن مسلم ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ مرحوم مجلسیؒ نے اس روایت کو کتاب الارشاد مفید علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ البتہ بعض عبارت روایت کے بارے تصرّف کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قاسمؑ کی لاش کا گھوڑوں کے سُموں تلے پائمال ہونے کو سمجھا ہے نہ کہ یہ کہ عمر بن سعد حضرت قاسمؑ کا قاتل ہے۔ اور آپ کے اس تصرّف پر علاّمہ قزوینی صاحب کتاب الریاض نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے اور حق و انصاف یہی ہے کہ قاسم گھوڑے کے سموں سے پائمال ہوا ہے نہ کہ جناب قاتل ہذا تھے۔ اور یہ تینوں ضمیریں بحالت مفعولی قاتل کی طرف راجع نہیں ہیں جو کہ ہیں کہ لیستنقذ وہ فاستقبلہ وطاتہ چنانچہ علامہ مجلسیؒ نے یہ ضمائر ثلاثہ مفعولیہ غلام (لڑکا) یعنی جناب قاسمؑ کی طرف راجع ہیں نہ کہ عمر بن سعد کی طرف اور ان ضمیروں کا قاتل کی طرف راجع ہونا صاف و صریح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت شیخ مفیدؒ تنہا لفظ مات ہے جب کہ علاّمہ مجلسیؒ نے مات الغلام لکھا ہے۔ اور لفظ غلام بعد از مات زائد ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ شاید کاتب نے اضافہ کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے یعنی کاتب نے اضافہ نہیں کیا ہے علامہ مجلسیؒ نے عمداً اس لفظ کا اضافہ کیا ہے جیسا کہ جلاء العیون فارسی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اہل نفاق (لشکر عمر ابن سعد کے سوار وغیرہ) جمع ہوئے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑایا جائے

پس ان لوگوں نے جنگ شروع کر دی اور وہ ملعون قتل ہو گیا اور حضرت قاسمؑ کا جسد مبارک۔ دشمنوں کے گھوڑوں کے سم تلے آ کر پائمال ہو گیا۔ اور جب حضرت امام حسینؑ مجمع منتشر ہو جانے کے بعد لاش قاسمؑ پر پہنچے ہیں تو آپ نے دیکھا کہ وَهُوَ يفحص برجليه ۔ دست و پاء پائمال ہو گئے ہیں اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ تیرا غم بہت زیادہ ہے اس لیے کہ تو نے مجھے اپنی بالیں پر بلایا اور میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ الخ جو کچھ کہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اگر حتیٰ مات الغلام صحیح مان لیا جائے تو یفحص برجلیہ کا کیا مطلب ہے معنیٰ کہ اگر جسد غلام سے مراد۔ جسد قاسمؑ جو پائمال قاسم اسپاں ہوا ہے اور قاسمؑ قتل ہوئے ہیں علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ جیسے گرد و غبار چھٹ گیا تو امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے دیکھا کہ دست و پائے قاسمؑ ناشاد پائمال ہو چکے ہیں اور ان کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر چکی ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں، پھر مات الغلام بعد يفحص برجليه کے کوئی معنیٰ نہیں نکلتے حاصل کلام یہ ہے کہ اس عبارت میں غور و خوض کی ضرورت ہے اور لہوف میں عبارت روایت مرحوم سید۔ شیخ مفید کی روایت سے مطابقت رکھتی ہے۔ مرحوم سید نے بعوض حتیٰ مات حتیٰ ہلک فرمایا ہے۔ اور یہ لفظ ہلک ظاہر کرتا ہے کہ قاتل ہلاکت کو پہنچ گیا تھا۔ اور اور اہل دین و ایمان میں لفظ ہلاک اس معنیٰ میں استعمال نہیں کرتے ہیں تمام صاحبان مقاتل نے علامہ مجلسی کی ہی روایت کے پیش نظر لکھا ہے کہ کہ حضرت قاسم کا بدن پائمال ہو گیا تھا۔ پس جب امام حسین علیہ السلام نے آپ

کی لاش کو زمین سے اٹھایا تو نہ سالم اٹھا سکے اور نہ ہی لاشہ کو سینہ سے لگا سکے تو لاش قاسمؑ پائمال تھی۔ بعض اہل روایت یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ خیمہ تک اس حالت میں پہنچے ہیں کہ آپ میں رمق جان باقی تھی چنانچہ شیخ فخرالدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ قاسمؑ کو خیمہ میں لائے ہیں تو وبہ رمق ففتح عينيه فجعل يكلمه ۔ آپ کی خیمہ میں پہنچنے پر دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جناب قاسمؑ نے چچا، چچی صاحبہ اور مادر گرامیقدر کی طرف نگاہ کی۔ سب اہل حرم کھڑے تھے۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے شاعر بزبان حال تاثرات غم امام حسینؑ پیش کرتا ہے۔ ؎

چوق قاسمؑ عمو را بیالیں بدید	برویش نظر کرد و آہی کشید
بگفت عمو جان فدارست	کنم جان بقربانی مقدمست
مرا آنچہ بُد آرزو یافتم	چہ گویم کہ سوئے کہ بشافتم
بگفت این و آن دم ہمی جان سپرد	بجانان ہمہ دل گفت و مُرد
ز درگاہ دارندۂ نشاتین	ندائی کہ صبراً لک یا حسینؑ
میانہ دو کُشتہ امام امم	نشستہ ہمی بعد با درد و غم
یکی کشتۂ قاسمؑ ناامید	یکی نعش اکبرؑ جوان رشید

جب قاسمؑ نے اپنی بالیں پر اپنے نامدار حسین مظلوم کو دیکھا۔ تو آپ کے چہرہ پر نظر کی اور آہ کھینچی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسم میں تم پر قربان تم نے اپنی جان قربان کرنے میں سبقت کی میری اس آرزو کا کیا علاج ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ میں جلد اپنی جگہ پہنچ جاؤں یعنی میں بھی شہید ہو جاؤں۔ آپ نے یہ

فرمایا ہی تھا کہ حضرت قاسمؑ اپنی جان جان آفریں کو سپرد کریں کہ اپنی عروس سے رازِ دل کہا اور روح نے جنت کو پرواز کی اس وقت ندائے غیبی آئی کہ اے حسینؑ صبر کرو۔ اب امام حسین علیہ السّلام دو کشتوں یعنی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ غم و اندوہ چھایا ہوا تھا۔ ایک لاش قاسم گلگوں قبا کی تھی اور دوسری لاش اکبرؑ جوان کی تھی۔ امام حسین کبھی لاشِ اکبر پر روتے اور کبھی لاش قاسمؑ پر روتے تھے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بھائی تمہاری بیٹی فاطمہؑ اپنے شوہر کے لیے پس خیمہ بیٹھی رو رہی ہے امام حسینؑ بادلِ حسرت بیٹی کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ ؎

بغلطید بر خاک گریان عروس

خروشید بر پائے اُو و او بوس

عروس پسر گرد و خاک پڑی ہوئی گریان کناں۔ امام حسینؑ کے پاؤں مبارک سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ امام حسینؑ نے اس بیکس بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور تلقین صبر کی خدایا خدایا بحرمتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام مومنین یا ممکین کی حاجات اور میری حاجات برلا۔ تو ہی قاضی الحاجات ہے اور تیرے مقرب بندے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام قبولیت دعا کے لیے وسیلہ ہیں۔

شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن مجتبےٰ علیہ السّلام

جب بساطِ عیش عروسیٔ قاسم الٹ گئی اور جناب قاسمؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن الحسن علیہ السّلام کفن پہنے ہوئے۔ شمشیر کھینچے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں آئے آپ خوبرو جوان تھے۔

آپ کی والدۂ ماجدہ رباب خاتون تھیں۔ رباب خاتون پہلے امراءالقیس بن عدی اُوس شاعر زوجیت میں تھیں پھر انہیں امام حسنؑ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی زوجہ محترمہ امراءالقیس کی دختر تھیں ان کا نام رباب تھا اور یہ سکینہ خاتون کی مادرِ گرامی بھی تھیں عبداللہ بن الحسن، عبداللہ اکبر کے نام سے مشہور تھے وقت وفات امام حسن علیہ السّلام نے آپ کی تیرہ اولاد تھی اور ان میں دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے اسی لیے اس عبداللہ کو جو بطن رباب سے تھے عبداللہ اکبر کہتے ہیں ان کی عمر روز عاشوراء ستّرہ سال کی تھی۔ اور عبداللہ اصغر کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ جو کربلا میں شہید ہوئے عبداللہ اکبر میدانِ کارزار میں گئے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں اور ابوالفرج اپنے مقتل میں اور ابن شہر آشوب مناقب میں اور مرحوم سید اپنی کتاب لہوف میں اور ابوالفتوح۔ ترجمہ معین الدین و روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ جوان تھے اور حسن و جمال میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ جب آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد مانگا تو امام مظلوم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کی نشانی ہو اور تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن جب عبداللہ اکبر نے امام مظلوم کو ان کے جد نامدار کی قسم دلائی تو امام حسینؑ نے اذان جہاد دیا۔ میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے جد نامدار خواجۂ ہر دو سرا ہیں یعنی کائنات میں افضل و اعلیٰ و بزرگ ہیں اور میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو ولی کردگار ہیں اور میرے پدر عالیقدر حسنؑ مجتبےٰ ہیں جو گلشن زہرا کا سدا بہار پھول ہیں اپنے عم محترم کے دشمن پر تیغ کھینچوں گا جب تک کہ میرا دم باقی ہے رجز کے بعد آپ نے تلوار کھینچی اور مبارز طلبی کی۔ علاّمہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاعین میں سے چار نفر واصل

جہنم کیے روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس وقت پانچ ہزار لشکریوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب حضرت عباس علیہ السّلام نے ان کو نرغۂ اعداء میں محصور دیکھا تو اپنا علم عون بن علیؑ کو دے کر عبداللہ کی مدد کے لیے پہنچے۔ عبداللہ اکبر زخمی حالت میں خیمہ کی طرف چلے اور آپ کی حفاظت آپ کے چچا صاحبان کر رہے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے پر زخمی حالت میں سوار تھے کہ ایک ملعون نے جو چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ اور تلوار سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ حضرت عباسؑ کو آواز دی کہ چچا جان سلام آخر قبول ہو۔ حضرت عباسؑ نے اولاً ان کے قاتل پر ضرب لگائی اور وہ ملعون فی النّار ہو گیا لاش جناب عبداللہ اکبر کو خیمہ میں لائے مخدرات نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی

شہادت احمد بن الحسن علیہ السّلام

جناب عبداللہ اکبر کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی احمد بن الحسن عازم میدان جہاد ہوئے آپ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور اذن طلب کیا۔ امام حسینؑ اور اہل حرم نے اجازت دی۔ اور رخصت کیا میدان جہاد میں آئے اور رجز پڑھا۔ اور مقاتلہ شروع کیا یہاں تک کہ اسّی ملاعین کو جہنم رسید کیا ابو مخنف کہتے ہیں کہ قد غارت عیناہ فی ام راسہ من شدۃ العطش۔ یعنی کہ آپ کی [illegible] شدت پیاس کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور جنگ کرنے کی طاقت و توانائی بھی نہیں رہی تھی۔ فنادیٰ یا عماہ ھل من شربۃ من الماء ابرد بھا کبدی۔ یعنی اے چچا جان یا ممکن ہے کہ ایک گھونٹ پانی پینے کو مل جائے۔ جگر جل رہا ہے۔ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے

فرزند صبر کرو تم عنقریب اپنے جد سے ملو گے تو وہ تم کو سیراب کریں گے جناب احمد بن حسنؑ نے پھر تلوار کھینچی اور لشکر دشمن کے پچاس آدمی تہہ تیغ کیے۔ آپ جوش وغا میں رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ فقتل منھم ستون رجلاً کہ آپ نے لشکر عمر بن سعد کے ساٹھ آدمی قتل کیے۔ آپ نے تین حملے کیے اور آپ کے کشتوں کی تعداد نوّے تک ہے لیکن کب تک حملہ کرتے۔ پیاس کی شدت نے ناتواں کر دیا۔ تاب و توانائی نہ رہی۔ جب کوفیوں نے یہ حالت دیکھی مل کر حملہ کیا اور آپ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنوں نے آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔

ابوبکر بن الحسنؑ جب احمد بن الحسنؑ نرغۂ اعداء میں گھر گئے اور آپ نے امام حسینؑ کو پکار رہے تو اس وقت ابوبکر بن الحسنؑ ان حمایت کے لیے میدان جنگ میں پہنچے مگر اس وقت احمد بن الحسنؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور ظالموں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ مقابلہ کیا اور آپ بھی شہید ہو گئے۔ علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ جس ملعون نے آپ کو شہید کیا اس کا نام عبداللہ غنوی تھا۔ اس ملعون نے ان کو بڑی بیدردی سے شہید کیا۔ ملاعین نے ستائیس جوانوں کو جو اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے تھے شہید کیا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

احوال حسن مثنّیٰ بن الحسن علیہ السّلام

آپ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ماں کا نام خولہ تھا۔

آپ واقعۂ کربلا سے پہلے والی صدقاتِ حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے آپ حسنؑ خصال، محمدؐ شعار، حیدرؑ وقار تھے۔ خداوند عالم نے پسندیدہ خصلتوں سے آپ کو نوازا تھا سامیں وصادق تھے۔ عمدۃ المطالب میں ہے کہ مادر جناب حسن مثنیٰ دختر منظور بن ریان بن سیاّر بن عمر بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن فرازن رئیان تھیں یہ معظمہ امام حسنؑ کے عقد میں آنے سے قبل محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کے عقد میں تھیں چنانچہ محمد بن طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوگئے۔ خولہ دختر منظور بیوہ ہوگئیں۔ تو پھر آپ کا عقد امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام سے ہوگیا۔ آپ عفت وحیا وشرم میں یکتائے روزگار تھیں۔

صاحب عمدۃ البیان فرماتے ہیں کہ جب خولہ کا عقد امام حسنؑ سے ہوا تو ان کے والد کو خبر نہیں ہوتی تھی بعد ازاں منظور پدر خولہ ناراض ہوا اور اس نے طائفہ عرب کو جمع کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ اور مسجد نبویؐ کے صدر دروازے پر پہنچ کر علم مخاصمت نصب کردیا۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے شور مچا کر اپنی بیٹی کے عقد کا ذکر کیا جب اس شور وغل کی آواز حضرت امام حسن علیہ السّلام نے سُنی تو آپ نے فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ خولہ کو ہودج میں بٹھا کر اس کے والد کی خدمت میں آداب وتسلیم بجالانے کے لیے لے جاؤ۔ منظور والد خولہ اس سے خوش ہوا اور اپنی بیٹی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر خولہ حضرت امام حسنؑ کے پاس سے نہیں جانا چاہتی تھی وہ پریشان رہی۔ اس نے اپنے والد کو اپنی محمل کے نزدیک بلایا اور کہا اے پدر عالیقدر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم پسر حضرت رسول خداؐ، نور دیدۂ علیؑ و فاطمہؑ۔ یعنی امام حسنؑ کو دامادی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ سوچا کیا اس سے بلند وبالا کوئی اور ہے۔ ہر حیثیت سے یہ خاندان تمام عالم میں برگزیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ

بے شک تو حسنؑ مجتبیٰ کو پسند کرتی ہے کیا وہ بھی تجھے دوست رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ کسی عزیز کو بھیجیں یا از خود تشریف لائیں۔ چنانچہ جب خولہ کا ہودج نخلستان مدینہ سے گزرا تو اسی وقت امام حسنؑ وامام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر بھی وہاں پہنچ گئے۔ امام حسن علیہ السّلام بعلم امامت جانتے تھے کہ خولہ کا والد اپنے فعل پر نادم ہوگیا ہے لہٰذا آپ نے اس کے پاس حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ جعفر کو بھیجا جو کہ خولہ کے عقب میں روانہ ہوئے اور جب خولہ کے باپ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اور اس نے یہ دیکھا کہ حضرت حسنؑ مجتبیٰ نے صبر وتحمل سے کام لیا ہے اسی اثنا میں حضرت امام حسنؑ بھی پہنچ گئے۔ تو منظور والد خولہ نے آپ سے معذرت کی۔ اور کہا کہ میں آپ پر قربان۔ میری دختر آپ کی کنیز ہے اور خانوادۂ عصمت وطہارت میں کنیزی کا شرف بڑی چیز ہے۔ بروایت ابن شہر آشوب منظور نے عرض کیا کہ میں نے اس خیال سے کہ آپ طلاق نہ دیں ایسا کیا تھا ورنہ آپ اکرم الناس بیتًا واشرف العرب نفسًا ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ آپ ایسا کریم النفس انسان میرا داماد ہے فاعطاہ ایاھا فرد بھا الی المدینہ پس خولہ کے والد منظور نے کجاوہ ملازمان حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السّلام کی سپرد کی۔ خولہ دو مرتبہ امام حسن علیہ السّلام کے گھر منتقل ہوئی۔ فولد منھا الحسن بن الحسن یعنی کہ خولہ سے حسن مثنیٰ پیدا ہوئے اور جب آپ سن رُشد کو پہنچے تو امام حسن علیہ السّلام نے ان کو تقویٰ وپرہیزگاری، دیانتداری اور کفایت شعاری کی تعلیم وتربیت دی۔ حضرت امام حسینؑ نے فاطمہ نامی لڑکی کا عقد حسن مثنیٰ کے ساتھ کیا اور آپ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے بعد خود بھی جان نثاری کے لیے عازم میدان قتال ہوئے۔ آپ کی جنگ کے حالات کتب مقاتل میں نہیں ملتے۔ علامہ مجلسیؒ، ابن شہر آشوب اور صاحب عمدۃ المطالب

اور سیدّ مرحوم لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ واقعہ کربلا میں اپنی ذات سے یاوری کی ہے اور اپنے عم محترم امام حسینؑ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ نے سترہ خبیث لوگوں کو جو لشکر عمر بن سعد میں سے تھے قتل کیا اور اٹھارہ کو زخمی کیا، اور سیدّ اپنی کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ زخموں کی وجہ سے ضعف محسوس کرنے لگے اور توانائی جواب دے گئی تو آپ پہلو کے بل زمین پر گرے اور لاشوں کے درمیان مدہوش ہو گئے صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد نے جب شہیدوں کے سر کاٹنے چاہے تو حسن مثنیٰؑ کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ ابھی رمق جان باقی ہے۔ لوگوں نے عمر ابن سعد کو خبر کی کہ حسن علیہ السلام کے بڑے فرزند حسن مثنیٰؑ زخمی حالت میں لاشوں کے درمیان پڑے ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اسماء بن خارجہ بن عقبہ بن عصیرہ بن حذیفہ بن بدر الفزاری جو کہ بہ لقب ابی حسان مشہور تھا۔ اس وقت عمر ابن سعد کے پاس موجود تھا اس نے کہا اے امیر یعنی اے عمر ابن سعد حسن بن حسنؑ میری بہن کا فرزند ہے۔ اس کی ماں میرے قبیلہ کی ہے حسن مثنیٰؑ کو بخش دے۔ عمر ابن سعد نے قبول کیا اور جان بخشی کر دی بحار میں ہے جب کہ اسماء حسن مثنیٰؑ کے لیے واسطہ بنا اور عمر بن سعد نے اس کی سفارش پر جان بخشی کر دی۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی پناہ پسر خولہ کہ جو میرا ہمشیر زادہ ہے اس کی طرف کوئی شخص دست ظلم نہ بڑھا سکا و احسرتا کسی نے یہ نہ کہا کہ علی اکبرؑ میرا ہم قبیلہ ہے اس کا سر جدا نہ کر حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب عمدہ المطالب لکھتے ہیں کہ ابی حسان نے عمر بن سعد سے کہا کہ تو حسن مثنیٰؑ کو میری سپرد کر دے میں اس کو کوفہ لیجاؤں گا اور ابن زیاد سے اس کی جان بخشی کراؤں گا چنانچہ حسان ان کو زخمی حالت میں اپنے خیمہ

میں لے آیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ جس وقت حسن مثنیٰؑ میدان جنگ میں گئے ہیں تو آپ کے تمام چچا زندہ تھے لیکن جب ابی حسان ان کو کوفہ لے گیا اور آپ ہوش میں آئے اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ نہ عم محترم حسینؑ ہیں اور نہ کوئی دوسرے چچا موجود ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سب شہید ہو گئے۔ اور ان کے سرہاء مبارکہ کوفہ میں لائے گئے ہیں۔ جب ابی حسان نے ابن زیاد سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی تو وہ بد نہاد کہنے لگا کہ ہمیں تو قتل حسینؑ ابن علیؑ سے غرض تھی وہ قتل کر دیئے گئے۔ حسن مثنیٰؑ تیری سپرد ہیں البتہ سر حسینؑ لایا جائے چنانچہ امام حسینؑ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر اس ملعون کو پیش کیا گیا اور اس ملعون نے آپ کے لبوں پر چھڑی ماری تتمہ احوال حسن مثنیٰؑ یہ ہے کہ جملہ اسیروں کے ساتھ شام گئے مدینہ واپس پہنچے تو مدینہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

بحار میں ہے کہ فاطمہ قبر حسن مثنیٰؑ پر رہنے لگیں اور قبر پر چادر ڈالی جو ہر سال بدلی جاتی تھی اسی اثناء میں فاطمہؑ کو آواز آئی کہنے والا کہتا ہے کہ ھل وجدوا ما فقدوا کیا گم شدہ کبھی ملا کرتا ہے۔ پھر ہاتف غیبی نے خود جواب دیا کہ بل آیسوا فانقلبوا پیدا نہیں کر سکتا بلکہ مایوس ہو جاتا ہے فاطمہ نے یہ آواز سنی تو اپنے خادموں کو حکم کوچ دیا اور مزار اقدس سے گھر چلی آئیں یہ فاطمہ وہی فاطمہؑ ہیں کہ جو کربلا میں نو عروس مشہور ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

شیخ محقق محمد بن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ اولاد جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کی تعداد سولہ تھی۔ جس میں پندرہ فرزند اور ایک دختر ہے

فرزندان کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) عبداللہ[1]، عمرو[2]، قاسم[3]، ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ حسینؑ الاثرم[4]، حسنؑ مثنیٰ[5] وامہا خولہ بنت منظور تھی۔ عقیل[6]، حسنؑ[7]، ان کی ماں بشریٰ بنت ابی مسعود الخزرجیہ تھیں۔ زیدؑ[8]، عمروؑ[9]۔ ان کی ماں ثقفیہ تھیں۔ عبدالرحمٰن[10] ام ولد سے تھے۔ طلحہ[11] ابوبکر[12] ان کی ماں ام اسحٰق بنت طلحۃ التیمی تھیں۔ احمد[13]، اسمٰعیل[14] الحسن الاصغر[15] اور ایک دختر اوران کا نام اُمّ الحسن تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اولاد امام حسنؑ کی تعداد، احمد بن الحسن کے علاوہ پندرہ تحریر کی ہے اور ابوالعباس عمدۃ المطالب میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سولہ تھی جن میں پانچ دختر اور گیارہ فرزند تھے جن کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) زید۔ (۲) حسن مثنیٰ۔
(۳) حسینؑ۔ (۴) طلحہ۔
(۵) اسمٰعیل۔ (۶) عبداللہ۔
(۷) حمزہ۔ (۸) یعقوب۔
(۹) عبدالرحمٰن۔ (۱۰) ابوبکر۔
(۱۱) عمرو۔

دختران۔

(۱) ام الحسین (۲) رملہ (۳) ام الحسن (۴) فاطمہ (۵) ام سلمہ جاراللہ الکبیر ملخص کشف الغمہ کی رُو سے بھی امام حسنؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے حسن وزید، عمر، حسین، عبداللہ، اسمٰعیل و عبداللہ محمد و یعقوب، وجعفر طلحہ، حمزہ، ابوبکر، قاسم،

ان سب کے اولاد نہیں تھی البتہ حسن مثنیٰ اور زید سے آپ کی نسل چلی ہے۔

دختر۔ ام الحسن، فاطمہ، (جو حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کی والدہ تھیں) واُمّ الحسینؑ، اُمّ عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی جنگ اور شہادت

جب روز عاشورا سب یاور وانصار شہید ہو گئے اور امام حسینؑ کے بھائیوں کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا تو بعد شہادت فرزندان امام حسن علیہ السّلام برادران امام حسینؑ کی نوبت آئی اور اولاد علی مرتضیٰ نے میدان قتال جانا شروع کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوبکر بن علیؑ علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ثم تقدم اخوہ الحسین عازمون علی ان یموتوا دونہ۔

یعنی پھر فرزندان علی ولی عازم میدان قتال ہوئے۔ فاوّل من خرج منھم ابوبکر بن علی علیہ السّلام یعنی کہ فرزندان امیرالمومنین میں سب سے پہلے آپ کے بیٹے ابوبکر میدان قتال میں گئے ان کا نام عبیداللہ تھا۔ شیخ ابوعلی رجال میں فرماتے ہیں کہ ان کی ماں لیلیٰ دختر مسعود بن خالد دارمیہ تھیں اور آپ کے خالو ابوالاسود دوئلی تھے۔ مختصر یہ ہے کہ اس شیر شبیہ حیدر کرار نے امام حسین علیہ السّلام سے اذان جہاد طلب کیا روضۃ الشہداء میں ہے کہ لے بھائیو تم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہو اور مجھے تنہا چھوڑے جاتے ہو۔ ابوبکر بن علیؑ نے عرض کیا اے بھائی جان ہم پر یہ شاق ہے کہ ہم آپ کو اس بیکسی کے عالم میں دیکھیں

امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جاؤ اور ہم بھی عنقریب پہنچنے والے ہیں۔ آپ میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا کہ۔

شیخی علی ذو الفخار الاطول من ہاشم الصدق الکریم المفضل
ہذا حسین بن النبی المرسل عنہ نحامی بالحسام المصقل
نفدیہ من اخ مبجل

یعنی کہ ہمارے پدر عالیقدر علیؑ ہیں جو صاحب عزّ و افتخار ہیں اور ہم آل ہاشم ہیں جو صاحب صدق و صفا ہیں فضل و کرم والے ہیں۔ اور یہ حسینؑ نبی مرسلؐ کے نواسہ ہیں اور ہم ان کے حامی و مددگار ہیں۔ اور صیقل شدہ تلوار سے ہم ان کی نصرت و یاوری کریں گے دشمنوں کو تہہ تیغ کریں گے۔ حسینؑ ہمارے بھائی ہیں۔ اختر آسمان دین ہیں۔ قبلۂ عالم ہیں۔ گلبن باغ مصطفےٰ ہیں۔ چشم و چراغ زہرا ہیں، صادقوں کے امام ہیں متقیوں کے رہبر ہیں۔ ہم تو ان کے خادم ہیں اور کفن پوش میدان قتال میں آئے ہیں اے بیدینو، اے سنگ دلو تم حسینؑ کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ رجز پڑھنے کے بعد تلوار غلاف سے نکالی کالیث القسور بل کانہ الحیدر۔ اور مثل حیدر کرار حملہ کیا۔ اور قلب لشکر میں پہنچے فلم یزل یقاتل اور لشکر کے لوگوں کو مثل برگ خزاں زمین مقتل پر ڈھیر لگا دیئے آخر کار دشمنوں نے ہجوم کیا اور آپ پر تلواریں پڑنے لگیں۔ بروایتے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ابوالفرج نقل کرتے ہیں کہ اہل ہمدان میں سے ایک ملعون نے آپ کو ایک ضرب کاری لگائی اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس ملعون کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی تھا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کا قاتل زجر بن البحر تھا۔ مدائنی نقل کرتے ہیں کہ آپ

کا جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور چور ہوگیا تھا حضرت عباس علمدار نے بھائی کی شہادت پر گریہ فرمایا۔

مجلسی علیہ الرحمۃ بحار میں فرماتے ہیں کہ نام ابوبکر بن علی۔ عبیداللہ تھا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں ابوبکر اور عبیداللہ دونوں فرزندان علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ اور دونوں کی ماں لیلیٰ بنت مسعود الثقفیہ تھیں لیکن مؤلف کتاب کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ ابوبکر اور عبیداللہ دونوں بھائی تھے دونوں فرزندان علی علیہ السلام ہیں ابوبکر روز عاشوراء کربلا میں شہید ہوئے اور عبیداللہ بزمانہ مختار علیہ الرحمۃ قتل ہوئے ہیں۔

عمر بن علی علیہ السلام۔

علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از شہادت عبیداللہ بن علیؑ عمر بن علیؑ نے امام حسینؑ سے اذان جہاد حاصل کیا۔ اور اپنے بھائی کے قاتل کو طلب کرنے کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ رجز پڑھا ے

اضربکم ولا اری فیکم زجر ذاک الشقی بالنبی قد کفر
یا زجر تدانی من عمر لعلک الیوم تبو من سقر
شر مکان فی حریق وسعر لانک الجاحد یا شر البشر

زجر جو کہ آپ کے بھائی کا قاتل تھا لشکر عمر بن سعد میں موجود تھا۔ اگر آپ اس کو دیکھ کر اس کے قتل کرنے کے لیے نہ جاتے تو لوگ بزدلی سمجھتے۔ لہٰذا آپ نے گھوڑے کو اس کی طرف جولان کیا نزدیک پہنچ کر فرمایا کہ تو ہی میرے بھائیؑ کا قاتل ہے۔ پھر آپ نے نعرہ علی لگایا اور اس بیدین پر حملہ کیا۔ اس کے گلہ پر تلوار لگائی اور وہ اس دم جہنم کو روانہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہجوم لشکر نے آپ پر

حملہ کیا۔ لیکن آپ نے شیرانہ قتال کیا۔ آخر کار تشنگی غالب ہوئی قوت جواب دینے لگی۔ ہجوم لشکر نے ایسی ضرب کاری لگائی کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور شہید ہوئے۔ آپ کے بعد امام حسینؑ نے اور دوسرے بھائیوں کو وداع کیا جو میدان قتال میں گئے۔ قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا

عالم جلیل و فاضل نبیل صاحب المناقب محمد بن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی اولاد میں سے آٹھ فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ محمد بن عباسؑ کو شمار نہ کرتے ہوئے شہید فرزندان امیر المومنین علیہ السّلام کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) امام حسین علیہ السّلام۔
(۲) ابوالفضل عباسؑ۔
(۳) عمر بن علیؑ۔
(۴) عثمان بن علیؑ۔
(۵) ابوبکر بن علیؑ۔
(۶) جعفر بن علیؑ۔
(۷) ابراہیم بن علیؑ۔
(۸) عبداللہ الاصغر۔

یہ متفقہ امر ہے کہ حضرت عباس علمدار اپنے بھائیوں میں آخری شہید ہیں چنانچہ والعباس ابن علی تحرصهم علی القتال والشهادة ویحثهم علی الفوز بالشهادة۔ یعنی کہ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام اپنے بھائیوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلاتے رہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اور فرماتے تھے تقدموا حتی اریکم قتیلاً وقد نصحتم لله ولرسوله پیش قدمی کرو۔ جان نثاری دکھلاؤ۔ جام شہادت پیو۔ اور فرماتے جو کچھ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں وہ محض قربۃً الی اللہ ہے اور خوشنودئ رسولِ خدا کے لیے ہے اور اے برادران میں بھی تمہارے عقب میں آنے والا ہوں۔ اور ہماری آخری وعدہ گاہ حضور رسول خدا بابا علی مرتضیٰ، اور بھائی حسن مجتبےٰ ہیں چنانچہ عثمان بن علیؑ کہ جن کی ماں جناب اُم البنینؓ تھیں نے امام حسینؑ اور آپ سے اذان جہاد طلب کیا میدان قتال میں پہنچ کر رجز پڑھا کہ میں عثمان بن علی ہوں۔ میں صاحب فخر ہوں کہ میرے بھائی حسینؑ ہیں جو صاحبان خیر ہیں اور نبیؐ و علیؑ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ رجز پڑھنے کے بعد فوج اعداء پر جا پڑے اور ایک کثیر تعداد میں ملاعین کو واصل جہنم کیا۔ بروایت بحار خولی اصبحی ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ آپ کی طرف رہا کیا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عالم غربت میں جان جان آفرین کو سپرد کی۔

آغاز داستان شیر بیشہ حیدر کرّار عباس علمدار علیہ السّلام

ابوالفرج سے بحار میں منقول ہے۔ کان العباس بن علی یکنّی

اباالفضل و امه ام البنین و هو اکبر ولدها و هو آخر من قتل من اخوته لابیه و امه فحاز مواریثهم ، مجلسیؒ بحار میں ابوالفرج سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؑ کہ جن کی کنیت ابوالفضل ہے اولادِ جناب ام البنین میں سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ اور اپنے بھائیوں میں سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ اور ان بھائیوں کی میراث کہ جن کے اولاد نہ تھی آنحضرت تصرف میں لاتے تھے۔ حضرت عباس سے پہلے عبیداللہ بن علیؑ وارثِ میراث تھے عمر بن علیؑ کہ جو حضرت علیؑ کی دوسری اولاد سے تھے میراث کے بارے میں عبیداللہ بن علیؑ سے جھگڑا کیا۔ لیکن ارث کی متبادل چیز پر مصالحت ہو گئی اور عمر بن علیؑ راضی ہو گئے۔

حضرت ابوالفضل عباس علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی شہادت سے پہلے بھیجا ہے اور بعدہٗ متوجہ شہادت ہوئے ہیں آپ کے بھائیوں میں سے عبداللہ بن علیؑ بھی ہیں جن کی ماں جناب اُم البنین ہیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں روزِ عاشوراء عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی ابھی آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی حضرت عباسؑ نے ان سے کہا کہ اے برادر جاؤ نصرت حسین کرو۔ جناب عبداللہ۔ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور اذان طلب کیا میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا جو کہ بحار میں درج ہے حملہ شروع کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کے اکثر لوگوں کو مالک دوزخ کی سپرد کیا۔ بروایت روضۃ الشہداء آپ نے ایک سو ستر ملاعین کو قتل کیا ہے کچھ دیر گزری تھی کہ فوج نے گھیرے میں لے کر حملہ کیا اور آپ نے آواز دی کہ برادر ان خدا حافظ۔ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے ضرب کاری لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے۔

محمد الاصغر۔ جب آپ نے دیکھا کہ عبداللہ شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے غم میں اپنا گریبان چاک کیا اور حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے۔ بھائی کے قاتل کے پاس پہنچے اور اس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اپنے بھائی کی لاش کے برابر ڈال دیا۔ مدائینی لکھتے ہیں کہ قبیلہ ابان بن دارم سے ایک شخص آپ کے مقابل ہوا مگر آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن علیؑ اپنے بھائی محمد الاصغر کی حمایت کے لیے میدان قتال پہنچے اور اپنے بھائی کے قاتل دارمی کو قتل کیا۔ لشکر عمر ابن سعد کے لوگوں نے آپ کو اپنی گرفت میں لے لیا آپ مردانہ وار جنگ کرتے رہے آخر کار شہید ہوئے۔ آپ کے جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپ کا سر جدا کیا گیا۔

عون بن علیؑ۔

کتب معتبرہ میں اولاد حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام میں عون بن علیؑ کا نام نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ نام زبان زد خاص و عام ہے۔ اور عون کا مزار مقدس کربلا میں روضہ حسینیہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔ زائرین اس مزار کی زیارت کرتے ہیں شیخ فخر الدین طریحی نجفی نے جناب قاسمؑ کے عقد کے سلسلہ میں عون کا نام لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ طلب عوناً و عباساً، معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے بڑی وضاحت کے ساتھ عون بن علیؑ کے بارے میں لکھا ہے اور انہوں نے کتاب رجال شیخ شرف الدین عبیدلی نسابہ سے نقل کیا ہے کسی چیز کا حاصل نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔ پس میں نے مذکورہ دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد عون بن علیؑ کا نام شہداء کے ناموں میں شامل کیا ہے کیونکہ عون بن علی کی شہادت بھی ایک مصیبت ہے۔

شہادت عون بن علی علیہ السّلام

بنا بر روایت روضۃ الشہداء عون بن علیؑ شہداء کربلا میں سے ہیں آپ پاکیزہ سیرت، خوبرو اور صاحب غور و فکر تھے آپ نے جب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے اذن طلب کیا ہے تو فرمایا اے بھائی جان اب میرے لیے توقف اور تاخیر مناسب نہیں ہے مجھے اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپ پر قربان کروں۔ جب آپ میدان قتال میں پہنچے تو حجر بن احجار نے دو ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اکثر سوار قتل کئے جب طاقت و قوت نے ساتھ چھوڑ دیا خدمت امام حسین علیہ السّلام میں حاضر ہوئے امام مظلوم نے جب بھائی کو زخمی دیکھا تو گریہ فرمایا عون بن علیؑ نے پھر اذن طلب کیا اور میدان جنگ میں آئے صالح بن سیّار جو پہلے سے آپ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا۔ اور اس عداوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں صالح سے امر غیر شرعی واقع ہوا اور اس کو اسّی تازیانوں کی سزا مقرر کی گئی۔ عون بن علیؑ نے آپ کے حکم سے اس تازیانے لگائے اور صالح بدنہاد کے دل میں عون بن علیؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ اس ملعون روز عاشوراء لشکر عمر بن سعد سے نکل کر بدلہ لینا چاہا۔ جب یہ مقابل میں آیا تو اس نے آپ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کے کلّہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر دور جا کر گرا۔ پھر عمر بن سعد نے ہزار سوار مقابلہ کے لیے بھیجے اور ان ملعونوں نے آپ پر سنگ باری شروع کر دی اور خالد بن طلحہ نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا جو عون پر لگا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور آواز دی

کہ اے ابن رسول اللہ میں راہ خدا میں قتل ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السّلام کے دو پسر نیزے سے زخمی ہوئے ایک عون دوسرے شاہ تشنہ کام حسین علیہ السّلام ہیں کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں اور رکاب خالی کرنا چاہتے ہیں کہ صالح بن وہب ملعون نے نیزہ امامؑ مظلوم کے پہلو پہ مارا۔

شہادت محمّد بن عباس بن علی علیہ السّلام

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کے تین فرزند تھے ان میں سے ایک کربلا میں موجود تھے ان کا محمّد ہے یعنی محمّد بن العباس، آپ حضرت عباسؑ کو بہت زیادہ پیارے تھے اور جناب عباسؑ ان کو اپنی نگاہوں سے دور رکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ قمر بنی ہاشم کا یہ فرزند خود چاند تھا اور آپ کے دونوں آنکھوں کے درمیان علامت سجدہ ظاہر تھی۔ حضرت عباسؑ نے اوّلاً اپنے بھائیوں کو امام حسینؑ پر قربان کیا اور بعدہٗ اپنے فرزند محمّد کو کفن پہنایا اور میدان قتال روانہ کیا آپ کی جنگ کے متعلق کوئی خاص واقعات نہیں ملتے۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے صرف اسقدر لکھا ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں۔ اور جب حرملہ بن کاہل ملعون کوفہ پہنچا ہے تو محمّد ابن العباسؑ کا سر اس کے گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا۔ مجلسیؒ اور صاحب تبر مذاب نے روایت کیا ہے اور خصوصاً صاحب تبر مذاب نے ہشام بن محمّد اور قاسم ابن اصبغ سے نقل کیا ہے کہ جس روز اہلبیت رسالتؐ وارد کوفہ ہوئے ہیں تو ہشام بن محمّدؒ تماشائیوں میں موجود تھا۔ اذا بفارس من احسن الناس وجھا وہ سوار تمام سواروں میں نیک صورت نظر آ رہا تھا۔ اور

ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا کہ جو بہت کمزور تھا۔ قد علق فی بعد فرسه راس غلام امرد کانه القمر لیلة تمامه اور وہ سوار ایک جوان کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈالے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ مثل قمر منور ہو رہا تھا اور جب وہ گھوڑا حرکت کرتا تو سر مبارک زمین سے لگ جاتا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ سر کس کا ہے تو جواب ملا کہ محمدؑ بن العباس بن علیؑ کا سر ہے وا حسرتا کہ کوفہ والوں نے شہیدوں کے سر کے ساتھ بھی ظلم کرنے سے گریز نہیں کی مؤلف فرماتے ہیں کہ اس واقعہ جانسوز کو سب واعظ اور ذاکرین بیان کرتے وقت عباس علمدار کا سر بتلاتے ہیں بہر حال سہو کاتب ہو یا غفلت ہو نقل کرنے والوں نے بجائے محمدؑ عباس لکھ دیا ہے اور نام محمدؑ کو نظر انداز کر دیا ہے اور شبہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ حضرت ابو الفضل العباسؑ کے دو بیٹے یا بقولے تین بیٹے اور ایک دختر تھی اور آپ کا سن مبارک پینتیسؓ سال سے متجاوز تھا۔ کیونکہ آپ کو جوان امرد کہا جا سکتا ہے یہ نقل کرنے والوں کی غفلت ہے کہ محمد بن عباس کو عباسؑ لکھ دیا یا پڑھنے والے بجائے محمدؑ، عباسؑ پڑھتے ہیں۔ اس غفلت پر حضرت علامہ (والد مؤلف) نے اپنی کتاب ریاض الاحزان میں روشنی ڈالی ہے کہ ذهل الناقل عن ذکر اسم محمدا وغفل السامع او سقط سهوًا من قلم الناس۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قاسمؑ بن اصبغ کہتا ہے کہ میں سر کو پہچانتا ہوں لیکن سوار کہ جس نے اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ملعون حرملہ بن کاہل اسدی ہے قاسم کہتا ہے کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرملہ ملعون کو دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے حالت تباہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بد نہاد کہ اس روز کہ جب اہلبیت حسینؑ وارد کوفہ

ہوئے ہیں تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا اور ایک سر تیرے گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا چاند کی طرح روشن تھا۔ اب تجھے کیا ہو گیا کہ قبیح تر معلوم ہوتا ہے قاسمؑ کہتا ہے کہ یہ سن کر اول ملعون رونے لگا۔ اور کہا کہ اے قاسمؑ جس روز مجھ سے یہ فعل صادر ہوا ہے میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ دو شخص انتہائی غضب کی حالت میں آئے اور میرا گریبان پکڑا اور مجھے آگ میں ڈال دیا۔ اور اس رات سے برابر ہر ایک رات یہی عمل کرتے ہیں کہ ہر شب آگ میں ڈال دیتے ہیں یہ حرملہ کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ لیکن بحار میں روایت مجلسی علیہ الرحمۃ، اور ابو الفرج اور مدائنی قاسم ابن اصبغ سے روایت کرتے ہیں کہ حرملہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبیؐ موجود ہیں اور سخت قہر آلود نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ کنت اعرفه جمیلاً شدید البیاض یعنی کہ میں ان کے سامنے ہوں اور پہچانتا ہوں اور وہ بہت ہی نیکو صورت اور نورانی تھے مجھ سے سوال کیا کہ اس روز یہ افتاد کیوں کی۔ حرملہ کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ۔ انی قتلت شابا امرد مع الحسین بن عیینة اثر السجود۔ یعنی کہ میں نے کربلا میں ایک نوجوان کو جس کے ماتھے پر سجدہ کا نشان تھا و امام حسینؑ کے ساتھ تھا قتل کیا۔ اب ہر روز شب کے وقت جب میں سوتا ہوں تو وہ جوان آتا ہے اور میرا گریبان پکڑ کر آتش جہنم میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ گھر میں بیدار ہوتے ہیں وہ میری آواز دردناک سنتے ہیں مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ لفظ شاب امرد کہ جو روایت مجلسی علیہ الرحمۃ میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عباس علمدار نہیں ہیں بلکہ آپ کے فرزند محمدؑ مراد ہیں خدا نہ کرے کہ حضرت عباسؑ مراد ہوں ورنہ آپ کے لیے کب سزاوار ہے کہ آپ علمدار لشکر حسینی ہوں اور آپ کا سر مبارک

گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جائے علاوہ ازیں حضرت عباسؑ کا سر مبارک اسقدر زخمی تھا کہ اس پر اثر نشان سجدہ کا پایا جانا محال تھا۔ اور ہر ایک ہر اہل معرفت پر یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عباس علمدار علیہ السّلام شہیدان کربلا میں بعد از امام حسینؑ عظیم شہید ہیں۔ منزلت و رفعت اور مقام کے اعتبار سے کوئی ہمسر نہیں ہے چنانچہ ابو ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی اثناء میں عبیداللہ فرزند حضرت عباس علیہ السّلام آگئے۔ جب امام علیہ السّلام کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ ثمالی لا یوم کیوم الحسین یعنی کہ آنحضرت صلیّ اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر روز عاشوراء محرّم سے سخت تر دن کوئی نہیں گزرا۔ جس دن جعفر طیّار موتہ میں شہید ہوئے یا جس دن جنگ اُحد میں جناب امیر حمزہ شہید ہوئے کوئی دن روز عاشوراء محرّم سے رسول خُدا سخت نہ تھا۔ کیونکہ روز عاشورا امامت رسول کے تیس ہزار بدنہاد لوگوں نے امام حسینؑ کو بے گناہ قتل کیا۔ اور حرمت رسولؐ خدا کا پاس و لحاظ نہیں کیا۔ اور خدا رحمت کرے ہمارے عمّ نامدار عباس بن علیؑ پر کہ آپ کو ملعونوں نے فرات کے کنارے قتل کیا۔ خداوند عالم نے ان کو دو پَر عطا فرمائے ہیں۔ جن سے وہ پرواز کرتے ہیں و ان للعباس منزلة عند الله ینبطه جمیع الشهداء یوم القیامة یعنی خدا کے نزدیک قیامت تک کے شہداء سے حضرت عباسؑ کا مرتبہ زیادہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے تمام امورات جناب قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام کو سونپ دیتے تھے۔ حسینؑ شاہ تھے اور عباسؑ وزیر امام حسینؑ تھے۔ عباس حاجب آستانہ تھے، معتمد حرم خانہ تھے۔ مشیر و معاون

تھے صاحب اسرار تھے۔ دبیر و امیر، سفیر، سردار و سپہ دار، سالار و سپہ سالار، علمدار، طلایہ دار اور سقائے اہلبیتؑ تھے مختصر یہ ہے کہ جب حضرت عباس علمدار شہید ہوگئے۔ تو امام حسینؑ سے ہر چیز جدا ہوگئی۔ امام حسینؑ کا سہارا نہ رہا آپ کی شہادت سے کمر امام مظلوم ٹوٹ گئی۔ عباس ایسا بھائی نہ رہا قوت بازو شکستہ ہوگئی جب امام حسینؑ لاش عباسؑ پہ پہنچے دیکھا کہ برابر کا بھائی زمین پر پڑا ہے۔ جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ حضرت عباس نے اس وقت عرض کیا مولیٰ میرا لاشہ خیمہ میں نہ پہنچانا۔ کیونکہ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لشکر باطل کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ حسینؑ اب بے یار و انصار ہوگئے۔ امام حسین علیہ السّلام علم لے کر خیمہ میں واپس آئے۔

بزبان جناب عقیلؓ توصیف اُمّ البنین اور تزویج با حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے تین بھائی تھے۔

(۱) طالب۔ (۲) جعفرؓ۔

(۳) عقیلؓ۔

اور تینوں بھائیوں دو۔ دو سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ جناب عقیلؓ کہ جن کے فرزند حضرت مسلمؑ تھے جو کوفہ میں شہید ہوئے اپنے زمانہ میں عالم نسب و حسب قبائل عرب تھے۔ اور لوگوں میں ان کی نیکوکاری کی وجہ سے بہت عزّت تھی۔ ایک روز جناب عقیلؓ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے کہا اسے

عقیل میں نے سُنا ہے کہ تم حالات قبائل عرب پر عبور رکھتے ہو اور نسب کو
پہچانتے ہو۔ پھر کیا اچھا یہ شخص جو میرے پہلو میں کھڑا ہے کون ہے؟ عقیل نے
فرمایا کہ یہ عمرو عاص ہے کہ قریش میں سے چھ آدمیوں نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے
کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ اور آخر کار ان میں سے قصاب اپنے دعویٰ میں درست
ثابت ہوا۔ اس وقت معاویہ نے ابو موسیٰ سے کہا کہ عقیل کے متعلق کہدیتے ہیں
کہ فلاں حرام زادہ ہے اور فلاں حرام زادہ ہے معاویہ نے عقیلؓ سے کہا کہ تم
میرے بارے میں کیا کہتے ہو جناب عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا جب معاویہ نے
اصرار کیا تو عقیلؓ نے فرمایا کیا تم حمامہ کو پہچانتے ہو۔ معاویہ نے انکار کیا کہ میں نہیں
جانتا۔ اس پر عقیلؓ نے کہا کہ حاضرین سے سوال کرو۔ معاویہ نے حاضرین میں سے
چند لوگوں سے سوال کیا۔ لیکن بوجہ خوف ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔
صرف ایک شخص نے کہا اے امیر میں اسے پہچانتا ہوں لیکن میری گزارش ہے
کہ مجھے بتلانے پر مجبور نہ کیا جائے مجھے معاف رکھیں۔ معاویہ نے اجازت دی تو اس
شخص نے کہا کہ حمامہ تمہاری دادی تھی اور وہ بہت زیادہ زانیہ تھی۔ اس نے
اپنے مکان کی بالائی منزل میں علم لگا رکھا تھا جس کو دیکھ کر لوگ اس کے پاس
پہنچتے تھے۔ اور مطلب برآری ہوتی تھی یہ سن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا۔ مختصر یہ
ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا۔
اور فرمایا اے برادر تم چونکہ قبائل عرب کے حسب و نسب کو اچھی طرح جانتے ہو
کسی اچھے اور نیک قبیلہ کی دختر سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا اس لیے چاہتا
ہوں کہ خداوند عالم اس سے مجھے شجاع و سخی و نجیب اولاد عطا کرے۔ اور آپ
نے فرمایا کہ وہ دختر ان صفات کی مالک ہو۔ یعنی کہ بلند و بالا بازو، کشادہ پیشانی،

پیوستہ ابرو، درشت چشم، قوی، بلند آواز، یہ صفات اس میں پائی جاتی ہوں۔
جناب عقیل یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ ان صفات کی لڑکی، کوئی قابل تعریف
نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خوبیاں ہونی چاہیں۔ کہ خوبصورت ہو۔ مشکیں بال ہوں۔
سرو قد ہو۔ ماہ خد ہو یاقوت لب ہو۔ خوش رفتار ہو۔ خوش گفتار ہو۔ صاحب مال
ہو صاحب جمال ہو۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عورت صاحب مال
اور صاحب جمال ہو تو رہے قسمت۔ ورنہ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو اس کو
عفت و پارسائی سے متصف ہونا ضروری ہے نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین
علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خصال الرّجال خیار خصال النّساء یعنی کہ مرد کی بدترین خصائل عورت
کے لیے وہ خوش ترین صفات ہیں۔ ان میں جبن و ترس ہے کہ جو مرد کے لیے پسندیدہ
نہیں ہے بشرطیکہ اس کا موقع و محل نہ ہو لیکن عورت کے لیے جبن یعنی بزدلی حُسن
ہے کہ رات اور خصوصاً نصف شب اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھے یہ بھی عورت
کے لیے صفت پسندیدہ ہے کہ وہ متکبّرہ ہو کیونکہ ایسی عورت کہ جو متکبّرہ ہو اپنے شوہر
کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیکھے گی جب کہ مرد کے لیے تکبر پسندیدہ نہیں ہے۔
بلکہ اس کو متواضع ہونا چاہیئے تیسرے عورت کے لیے بخیل ہونا اس کی بہترین
صفت ہے کیونکہ ایسی عورت مال و دولت کی حفاظت کر سکتی ہے بہر حال آپ
نے عقیل سے فرمایا کہ جلدی ایسے خاندان دختر تلاش کرو چنانچہ جناب عقیلؓ نے
عرض کیا اے بھائی کہ ایسی صفات کی دختر نگاہ میں ہے اور وہ ام البنین دختر حزام بن
خالد ابن ربیعہ ابن الوحید بن کعب بن خالد بن کلاب بن ربیعہ بن عامر ابن صعصعہ بن
بکر بن ہوازن ہے اور ام البنین کی والدہ ماجدہ لیلیٰ دختر شہید ابن ابی ہرّۃ بن عامر
ملاعب الاسنۃ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہیں۔ اور اُم البنین کی نانی صاحبہ لیلیٰ

ہیں جو کبشہ دختر عروۃ الرّجال بن عتبہ بن جعفر الکلاب ہیں اور مادر کبشہ فاطمہ دختر عبد الشمس بن عبد مناف ہیں۔ الحاصل یہ دختر یعنی ام البنین بہر طور نیک اور سعادت مند ہیں اور ان کا خاندان شجاعت میں مشہور و معروف ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لیے ان کی خواستگاری کروں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ ام البنین کو ان کے گھر بلایا گیا اور وہ پس پردہ بیٹھیں حضرت عقیل وکیل ناکح قرار پائے اور جو مہر مقرر ہوا تھا ادا کیا گیا۔ جناب عقیل نجانہ حزام پہنچے اس نے دریافت کیا کہ کس لیے تشریف لائے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی علی ولی کا، جو وصی رسول خدا ہیں وکیل بن کر آیا ہوں کہ تمہاری دختر ام البنین کی خواستگاری کروں اس وقت ام البنین سے جو پس پردہ موجود تھیں سوال کیا گیا کہ آیا تم اس مناکحت وزوجیت کے لیے راضی ہو کہ تمہارا عقد علی ابن ابی طالب سے مقررہ مہر پر کیا جائے جب آپ نے اظہار رضامندی کر دیا تو حضرت عقیل نے ان کے والد سے فرمایا کہ دختر کا وارث اس کا پدر ہوا کرتا ہے تم بھی اپنی رضامندی کا اظہار کرو۔ اس نے اظہار پسندیدگی و رضامندی کیا۔ اور جناب ام البنین حرم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب میں داخل ہوئیں۔

جب ام البنین رضہ نے حضرت امیر المومنین کے گھر میں قدم رکھا۔ تو عتبۂ عالیہ کو بوسہ دیا۔ اور داخل حجرہ ہوئیں ان دنوں میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار تھے۔ آپ ہر ایک کے گرد پھریں اور تین مرتبہ گرد پھریں اور دونوں کے ہاتھوں کو چوم کر کہا کہ میں کنیز زہرا بنت رسول خدا ہوں۔ میں تمہاری خدمت کروں گی۔ اور آپ نے خدمت اہلبیت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب خبر شہادت امام حسین علیہ السلام سنی تو آپ روزانہ جنت البقیع جاتیں

اور قبرستان میں چار قبروں کے نشان بناتیں ایک قبر کو قبر عباس، دوسری قبر کو قبر جعفر، تیسری قبر کو قبر عبداللہ اور ایک قبر کو قبر امام حسینؑ تصور کرتیں۔ اور پھر نوحہ و ماتم شروع کرتیں اور کہتی تھیں کہ میں اپنے بیٹوں کو نہیں روتی بلکہ میں زہرا کے لال حسین ابن علیؑ کہتے روتی ہوں پھر آپ گھر واپس آجاتیں اس طرح عرصہ تک آپ روتی رہیں یہ حضرت ام البنین کا حال تھا کہ زندگی بھر حسین کو روئیں۔ امام حسینؑ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور ایسا ہی حضرت عباس نے ثبوت دیا کہ ہمیشہ امام حسینؑ کو آقا تصور کیا۔ بھائی کہتے ہوئے حفظ مراتب مدنظر ہوتا۔ امام حسینؑ نے آخر وقت حضرت عباسؑ سے سوال کیا کہ بھیا عباس تم مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے تو آپ نے عرض کیا کہ میں اور آپ پدر عالیقدر کی طرف سے بھائی بھائی ہیں مگر میری ماں تو کنیز فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں کس طرح برابری کروں۔ اے شیعو ام البنین کو خداوند عالم نے فرزند عطا کیا۔ یعنی عباسؑ پیدا ہوئے۔ جب حضرت امیر المومنین کو خبر ہوئی تو آپ شکر خدا بجا لائے۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرے فرزند کو مجھے دیدو۔ ایک سفید صوف میں بچہ کو امیر المومنین کی گود میں دیا کہ اس کپڑے سے حضرت عباس کے بازو باہر نکل آئے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ام البنین نے عرض کیا مولیٰ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ام البنین تم اس سبب کو نہ دریافت کرو تم سن کر برداشت نہ کر سکو گی۔ اے ام البنین عباس کے شانے کربلا میں روز عاشورہ محرم قلم ہو گئے۔ سر عباسؑ پر گرز پڑے گا۔ لاش نہر فرات کے کنارے پڑی رہے گی۔ حسینؑ اس وقت بھائی کی لاش پر ہوں گے مگر عباس کے غم میں نہ حسینؑ کی کمر میں طاقت ہوگی نہ بازوؤں میں زور ہوگا۔

فضائل و مناقب حضرت عباس علمدار لشکر حسینی

شیخ ابو نصر بخاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رجال میں مفضل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اکثر اوقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ذکر حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ کان عمنا العباس بن علی بن ابی طالب ناقد البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہ الحسین وابلاً حسنا و مضی شہیدًا۔
یعنی کہ خدا رحمت کرے ہمارے عمّو عباس بن علیؑ پر کہ وہ بصیرت تامہ رکھتے تھے بصیرت دینی امور میں اور بینائی تمام آئین میں تھی۔ مددگاری و نصرت میں آپ مثل کوہ تھے مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ نے مدد و نصرت سے گریز نہیں کی۔ آپ نے رکاب امام حسین علیہ السّلام میں جہاد کیا اور راہ دین حق میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امیر المومنین نے عقیل سے فرمائش کی تھی کہ وہ انساب قبائل عرب سے بخوبی آگاہ تھے ایک ایسے خاندان کی دختر نیک اختر تلاش کرو کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو تاکہ خدا مجھے اس کے بطن سے ایک شجاع اور بہادر فرزند عطا کرے کہ شدائد میں وہ فرزند ہمارے کام آئے آپ کا اشارہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی طرف تھا کہ ایسا فرزند جو ابتلاء میں حسینؑ کے کام آئے پس جناب عقیلؓ نے ام البنین کلابیہ کو منتخب کیا کیونکہ یہ قبیلہ تمام عرب میں شجاع ترین تھا۔ حضرت عقیل نے لوکالت رسم نکاح انجام دی روز عاشوراء محرّم شمر بن ذی الجوشن کلابی کہ وہ اسی قبیلہ سے تھا کہ جس سے ام البنین تھیں۔ نزدیک خیام امام حسین آیا اور اس نے پکار کے کہا کہ عباس،

جعفر، عبد اللہ کہاں ہیں میں ان کے لیے امان نامہ لایا ہوں مگر اس ملعون کو خیام امام مظلوم سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور اولاد جناب ام البنین نے اس کے امان نامہ کو ٹھکرایا۔ جناب عَلَمُ الہُدیٰ مناقب میں مجملاً اور ابو الفرج بروی مفصلاً ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں کہ جس دن شمر ولد الحرام کوفہ سے کربلا پہنچنے کے لیے عازم سفر ہوا ہے تو جریر بن عبد اللہ بن مخلّد الکلابی نے کہ جناب ام البنین اُس کی چچی تھیں سنا کہ اس کی چچی کے فرزندان حضرت امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ کربلا میں سو ہزار لشکر کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں جریر کو اس خبر سے صدمہ پہنچا اور اس نے ابن زیاد بد نہاد سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں۔ اس نے کہا کہ شوق سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ کو کوفہ میں سلطنت و حکومت ملی۔ تو ہمارے چچا کی دختر سے آپ نے عقد کیا اور اس سے خداوند عالم نے تین پسر عطا کئے جو کہ حضرت حسین ابن علیؑ کے ساتھ کربلا میں ہیں۔ اور تیرے لشکر میں گھرے ہوئے ہیں میں تجھ سے منّت و سماجت کرتا ہوں کہ ان کے لیے امان نامہ دیدے جس پر ابن زیاد لعین نے کہا کہ تیری خاطر مجھے منظور ہے میں نے ان کو امان دی۔ امان نامہ لکھا گیا ابن زیاد ملعون نے مہر لگائی۔ اور عرفان نامی غلام کو امان نامہ دے کر کربلا بھیجا۔ وہ بڑی تیزی بہ تعجیل جواب لائے۔ فسار عرفان حتی ورد عسکر الحسین ولاقی عباس عرفان تیزی کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے لشکر میں پہنچا۔ امام مظلوم کا لشکر بہت مختصر، جمعیت محدود پر مشتمل تھا عرفان حضرت عباسؑ بن علیؑ کی خدمت میں پہنچا۔ اور جریر کا خط آپ کو دیا اور اس کی طرف سے التماس بھی کیا کہ امان نامہ قبول فرمالیں۔ جیسے ہی حضرت عباس علمدار نے امان نامۂ ابن زیاد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لا حاجۃ لنا بامانك

وامان بن مرجانته الدعیة و امان الله خیر لنا۔ ہمیں ابن زیاد کی امان سے کوئی غرض نہیں۔ ابن زیاد کے امان نامہ سے خداوند تعالیٰ کی امان خوب تر و خوش تر ہے ؎

زبادستِ بیعت سپہر بلند | نخواہد گرفتن دہا نرا بہ بند
برادر کہ از نزد رب جلیل | پرستار مہد آمدش جبرئیل
غبار درش فر سیمائی ماست | برادر مخوانش کہ مولائی ماست

شاعر نے بزبان حال حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے بیعت لینا آسمان بلند کو پست کرنا ہے کیونکہ کوئی نہیں چاہے گا کہ موہنہ پر بند لگایا جائے۔ اور ہمارے برادر عالیقدر یعنی امام حسینؑ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہیں کہ جبرئیل امین ان کی گہوارہ جنبانی پر مامور تھے۔ اور امام حسینؑ کے در کا غبار ہمارے لیے ایسی شان دار نشانی ہے کہ جس سے دنیا نیک و بد میں فرق محسوس کرتی ہے یعنی کہ ہم نشانِ سعادت و حسنات ہیں اور حسینؑ صرف ہمارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ تو ہمارے مولیٰ و آقا ہیں۔ غرض کہ عرفان مایوس ہو کر کوفہ واپس گیا اور جریر کو خبر دی کہ حضرت عباس نے امان نامہ کو ٹھکرا دیا ہے۔ جریر شب و روز غصہ میں رہتا تھا کہ اہلحرم امام حسینؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہوئے قاسم ابن اصبغ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حرملہ لعین اپنے گھوڑے کی گردن میں سر لٹکائے ہوئے تھے۔ صاحب دمعۃ العیون لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام گریاں کناں امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا بابا جان ابن زیاد کا امان نامہ لے کر چچا عباسؑ کی خدمت قاصد آیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے قمر بنی ہاشم عباس علمدار کو بلایا۔ عباسؑ تشریف لائے اور بصد ادب سلام بجالائے۔ اس

وقت جناب زینبؑ موجود تھیں فرمایا سنا ہے کہ تم ہمیں دشمنوں کے حوالہ کر کے ابن زیاد کی امان میں جا رہے ہو کیا یہ طریقہ کسی بھائی کو اختیار کرنا روا ہے۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے ثانی زہرا اے مخدومۂ کونین یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ولی نعمت حسین فلک احتشام کے در کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جاؤں امام حسینؑ نے فرمایا بھیا اگر تم لشکر عمر ابن سعد میں جانا چاہیئے ہو تو بخوشی جاؤ اہلحرم کا پردہ رہ جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے یہ سن کر گریہ فرماتے ہوئے عرض کیا مولیٰ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس قوم جفا کار سے ایک شب کی مہلت مانگو تاکہ ہم جی بھر کے خدا کی عبادت کر لیں۔

بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت ابوالفضل عباسؑ علمدار کی جنگ اور شہادت

جب کہ روز عاشوراء محرم کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام کے تمام بھائی شہید ہو گئے تو آپ کی جانبازی کی نوبت آئی حضرت عباسؑ کو اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کا بہت زیادہ صدمہ تھا۔ غم مرگ برادران اور امام حسین علیہ السلام کی بیکسی کے غم نے حضرت عباس کی زندگی کو بے کیف بنا دیا تھا۔ آپ بہت زیادہ دلگیر تھے ؎

بلبلے قدر چمن را بلبل افسردہ میداند
غم مرگ برادر را برادر مردہ میداند

یعنی کہ چمن کی قدر بلبل افسردہ ہی جانتی ہے اسی طرح بھائی کی موت کے صدمہ اور جدائی کو مرنے والے کا بھائی ہی جانتا ہے حضرت عباسؑ پر بھائیوں کی موت کا جسقدر صدمہ ہوگا وہ جان دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ شہادت اور جنگ حضرت عباسؑ کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر ایک صاحب مقتل نے بانداز و طریقۂ خاص آپ کی شہادت اور مبارزت کو نقل کیا ہے۔ البتہ ملاّ دربندی علیہ الرحمۃ والغفران نے اپنی کتاب اسرار الشہادۃ میں ایک ایسی خبر نقل کی ہے جو کسی ناقل معتبر سے سنی ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں پڑھی ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے ہر چند مطالعہ کیا لیکن کتب متداولہ میں کسی جگہ زیر گفتگو خبر نہیں پائی۔ بہر حال میں قارئین کتاب کے مطالعہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ جب کہ روز عاشوراء میدان کارزار گرم ہوا۔ تو حضرت امام حسینؑ کے قریب ترین صحابی زہیر بن قین عبداللہ بن جعفر بن عقیل کے پاس آئے زہیر بن قین نے ان سے کہا کہ یا اخی ناولنی الرٴیۃ اے برادر علم مجھے دیدو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ اوفی قصور عن حملھا یعنی کیا آپ نے میرے علم اٹھانے میں کوئی کمی دیکھی ہے۔ زہیر نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن میں ایک خاص غرض سے علم مانگ رہا ہوں۔ عبداللہ نے علم زہیر بن قین کو دے دیا۔ زہیر وہ علم لے کر حضرت عباس علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور علم کے سایہ میں کھڑے ہو کر کہا اے فرزند امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ایک حدیث یاد دلاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی یہ حدیث بیان کرنے کا کونسا وقت ہے۔ زہیر نے عرض کیا کہ حدیث سنیئے گا تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اس حدیث کی یاد دہانی کس لیے مطلوب ہے۔ زہیر کہتے ہیں کہ اے عباسؑ تمہارے پدر بزرگوار اس وقت کہ جب

ام البنین کی خواستگاری کی ہے تو حضرت عقیل سے یہ فرمایا تھا کہ کسی ایسے خاندان کو بتلاؤ کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو اور میں اس خاندان کی دختر سے عقد کروں اور خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا کرے جو شجاع ترین ہو اور میرے حسینؑ کا ناصر قرار پائے۔ اے فرزند امیر المومنین تمہاری مادر گرامیقدر ام البنین ایسے ہی گھرانے کی دختر ہیں کہ جو تمام قبائل عرب میں شجاعت و مبارزت میں یکتا ہے۔ اے برادر اس وقت سے زیادہ کونسا وقت ہوگا کہ تم اپنی شجاعت ونصرت کا مظاہرہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور فرمایا۔ یا زھیر اتشجعنی فی مثلہ ھٰذا الیوم فواللہ لارینک ما رایتہ قط۔ یعنی کہ اے زہیر تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ تم آج کے دن میری شجاعت دیکھنا چاہتے ہو خدا کی قسم آج تم کو ایسی شجاعت دکھلاؤں گا کہ کبھی ایسی شجاعت نہیں دیکھی ہوگی پس فھمز العباس جوادہ نحو القوم حتی توسط المیدان۔ پس حضرت عباسؑ مرکب پر سوار ہوئے اور تیزی کے ساتھ لشکر کفر شعار میں پہنچے اور قلب لشکر میں در آئے۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور عمر بن سعد ملعون کو نصیحت کرنا شروع کی۔ فرمایا۔ یا عمر بن سعد ھٰذا الحسین بن بنت رسول اللہ یقول انکم قتلتم اصحابہ واخوتہ وبنی عمہ وبقی فریدا مع عیالہ واولادہ وھم عطاش قد احرق الظماء قلوبھم، اے سعد کے منحوس پسر تو نے بنت رسول اللہ کے فرزند کے اصحاب و انصار، عزیز و برادران سب شہید کر دیئے۔ پانی بند کر دیا اب جو باقی ہیں ان کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب ہے۔ ان کے دل و جگر پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا۔ دعونی ان اخرج

الی طرف الروم او الھند و اخلی لکم الحجاز والعراق واشرط لکمان فی القیامة لا اخاصمکم عند الله۔ یعنی کہ فرمایا کہ ہمیں بطرف روم یا ہندستان نکل جانے دو۔ ہم تمہارے لیے حجاز و عراق خالی کئے دیتے ہیں۔ اور ہمارا تمہارا مخاصمہ روز قیامت طے ہوگا جب آپ کی یہ نصیحت آمیز گفتگو لشکریوں نے سُنی تو بعض نے اس کو پسند کیا لیکن اس وقت شمر ولد الحرام نے شیث بن ربعی ملعون سے تنہائی میں گفتگو کی اور حضرت عباسؑ کے نزدیک پہنچ کر اے فرزند علیؑ اپنے بھائی سے کہو کہ اگر کل روے زمین بھی پانی ہو جائے تب بھی آپ کو ایک قطرۂ آب نہیں دیں گے۔ تمہیں چاہیئے کہ اطاعتِ یزید بن معاویہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سن کر فرمایا کہ ہم یزید ایسے شرابخوار، معصیت شعار کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جس نے تخت خلافت غصب کیا ہو اسی کی بیعت دیندار لوگ نہیں کیا کرتے) کہ حضرت عباسؑ کے کانوں میں اہلحرم کی صدائے العطش پہنچی۔ حضرت عباسؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا خدایا مدد فرما۔ فرکب فرسه واخذ رمحه والقربة فی کتفه وقصد نحو الفرات۔ پس حضرت عباسؑ مرکب پر سوار ہوئے اور نیزہ ساتھ لیا۔ اور عرض کیا پروردگار امیں تنہا جارہا ہوں کہ تشنہ کام بچوں کے لیے پانی لاؤں تو ہی میرا مددگار ہے۔ دربندی کہتے ہیں کہ بعض از مولفات اصحاب یعنی کہ جمہور احسائی کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے پاس ے اور خدا حافظ کہہ کر نہر فرات کا رخ کیا۔ نہر پر دس ہزار پہرہ دار مقرر تھے جنہوں نے حضرت عباسؑ کو جب نہر کی طرف آتے دیکھا تو کہا اے جوان تو اس طرف کیوں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خواہرزادہ ہوں کیونکہ تمہاری ماں اُمّ عاصم کلابیہ ہے اور میں ام البنین کلابیہ کا فرزند ہوں

عمرو بن حجاج جو نہر پہ پاسبانوں کا سالار تھا کہنے لگا۔ یعز علیّ یابن الاخت مانزل بك من العطش۔ یعنی کہ اے میری بہن کے فرزند مجھ پر سخت گراں و دشوار ہے کہ تو اسقدر پیاسا ہے کہ تیر و تلوار میں پانی لینے آئے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس قدر تشنگی کا عالم ہے تو میں ضرور پانی بھیجتا۔ جاؤ اور نہر سے پانی پیو۔ آپ نے نہر سے مشک بھری مگر خود پانی نہیں پیا۔ اس کی خبر عمر بن سعد ملعون کو ہوئی کہ عمر بن حجاج دشمن کو تقویت پہنچاتا ہے اور اجازت دی ہے کہ پانی لے جائے عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ علیّ برائیں عمرو بن الحجاج، یعنی عمرو بن الحجاج کا سر لایا جائے عمرو بن الحجاج نے کہا کہ میں نے تو پانی لیجانے کی اجازت ازراہ محبت باولاد علیؑ نہیں دی ہے بلکہ عباس کو قتل کرنے کی یہ ایک سازش مہیا کی ہے۔ پس اس ملعون نے اپنی فوج کے دس ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ عباس بن علیؑ کا سر قلم کردیں۔ جب فوج نے مداخلت کی تو حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے تلوار سے حملہ کیا اور فرمایا اے قوم نابکار مجھے جانتے ہو۔ کہ میں کون ہوں۔ میں علیؑ فرزند ہوں وہ علیؑ کہ جو حیدر کے نام سے بھی موسوم ہیں اور پھر آپ نے اس حملہ میں ایک سو سے زیادہ شجاعان نامی گرامی قتل کئے۔ اور مشک کو دوش پر رکھے ہوئے خیام کی طرف چلے اور فرمایا کاش کہ یہ فوج غور کرتی کہ اولاد زنا کار مجھے قید کرنا چاہتی ہے یہ کہکر پھر حملہ کیا خیام تک پہنچنے کا راستہ صاف ہوگیا۔ لشکر عمر بن سعد میں ایک شخص بہت بہادر تھا جس کا نام مارد بن صدیف تعلبی تھا آپ کے نزدیک آیا اور آپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالدیا۔ اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کہ اے بے حیا لوگو اگر تم ایک ایک مٹھی خاک بھی ڈالتے تو یہ جوان اس میں دب کر مر جاتا۔ میں تنہا اس جوان کو قتل کروں گا۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی حسینؑ ابن علیؑ

کو قتل کروں گا۔ شمر ولد الحرام کہنے لگا کہ اگر تو تنہا اس کو اور حسینؑ کو قتل کر سکتا ہے تو عمر بن سعد سے معاہدہ کر۔ تاکہ ہم دور سے تماشا دیکھیں صدیف بدبخت اسلحہ پوش آپ کے مقابل ہوا۔ اور کہنے لگا اے جوان تو اپنے آپ پر رحم نہیں کرتا کہ میرے مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت تک کوئی میرا مقابل نہیں ہوا ہے میں بہت سخت دل ہوں اگر تو میری نصیحت سنے اور اس پر عمل کرے تو خیر ورنہ میرے چنگل سے نجات ملنا مشکل ہے۔ حضرت عباسؑ نے جو فرزند مشکل کشا تھے فرمایا کہ اے ملعون میں پسر حیدر کرار ہوں میں اس کا فرزند ہوں جو مشرکین کا قاتل ہے جس نے مرحب و عنتر کو قتل کیا ہے غرض کہ اس ملعون نے حضرت عباسؑ پر نیزہ سے وار کیا۔ مگر آپ نے قدرے صبر سے کام لیا اور پھر آپ سر پنجۂ جمالت محسوس کی۔ پھر مار دے تیغ کھینچی اور آپ پر حملہ کیا۔ لیکن حضرت عباسؑ نے اسی کے نیزہ کو لے کر اس گھوڑے کے پیٹ مارا۔ گھوڑا زمین پر گرا اور مادر صدیف ملعون بغیر مرکب ہو گیا شمر ملعون نے از راہ طنز کہا کہ تیرا گھوڑا ہلاک ہو گیا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ شمر نے دوسرا مرکب غلام کے ہاتھ بھیجا۔ غلام مرکب لایا جس کا نام طاویہ تھا جیسے غلام مرکب لے کر لشکر سے باہر آیا اور مارد صدیف کی نظر پڑی کہنے لگا کہ مجھے جلدی اسپ پہنچا دے۔ غلام نے جلدی کی کہ اسپ پہنچا سکے لیکن حضرت عباسؑ نے اس غلام کو اس تک نہیں پہنچنے دیا بلکہ اس پر حملہ کیا نیزہ اس غلام کے سینہ پر مارا غلام گھوڑے سے زمین پر گرا۔ حضرت عباسؑ نے فوراً ہی اس کے گھوڑے طاویہ نامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ شمر نے کہا اے عباس حق حق دار کو پہنچا کیونکہ طاویہ گھوڑا تمہارے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کا تھا کہ جو حضرت عباسؑ کو ملا۔ پس حضرت عباس علیہ السلام اس کے سامنے آئے جب اس نے عباسؑ علمدار کو

سامنے دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے لشکر والو مجھے اِس کے ہاتھ سے بچاؤ لشکر کے تمام سواروں پیادوں نے مل کر حملہ کیا حضرت عباسؑ نے اس وقت خیام کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے آقا حسینؑ آیئے آخر کار اس ملعون نے بطور حیلہ کہا کہ اے عباسؑ مجھ پر رحم کرو میں آپ کا نوکر ہوں آپ نے فرمایا کہ اے حرامزادہ تو غلط کہتا ہے دھوکا دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس کے شکم نجس پر نیزہ کا وار کیا اور اس کو داخل جہنم کیا۔ اور عمر ابن سعد نے تازہ دم فوج بھیجی اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالفقار بکف آپ کی نصرت کے لیے پہنچے۔ دونوں نے حملے شروع کئے فوج عمر ابن سعد ملعون پراگندہ ہو گئی اور امام حسینؑ نے جب مرکب طاویہ کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا کہ اچھا عباسؑ پانی کی مشک خیمہ میں لیجاؤ حضرت عباسؑ پانی سے بھری ہوئی مشک خیمہ میں لائے پانی بچوں میں تقسیم کیا۔ مشک میں پانی بقدر رقیہ ہو گا کہ ایک تیر فوج مخالف کی طرف سے آیا اور مشک پر لگا۔ اور مشک خالی ہو گئی اور اس دم لشکر اعداء میں طبل جنگ بجنے لگا۔ اور دشمنوں نے خیمہ کی طرف پیش قدمی کی جب حضرت عباسؑ کے کانوں میں صدائے طبل پہنچی تو آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور بڑی تیزی سے امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے احاطہ کیا ہوا ہے اور امام مظلوم تنہا ہیں۔ حضرت عباسؑ ایک طرف لشکر اعداء پر حملہ کر رہے تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسینؑ حملہ کر رہے تھے۔ حضرت عباس حملہ کرنے میں مشغول تھے کہ ایک نامرد، بزدل دشمن نے حضرت عباس پر کہ جس کا نام محارب بن جبیر تھا ایک جگہ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ حملہ کیا کہ جس سے آپ کا دست راست قطع ہو گیا آپ نے تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور حملہ کرتے رہے۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ سے باواز بلند عرض کیا کہ اے برادر اب اجل قریب آگئی ہے۔ میرا آپ

پر سلام آخر ہو۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے آپ کا دست چپ بھی قطع کیا۔اس دم آپ نے علم کو اپنے سینہ سے لگالیا اور کسی ملعون نے ایک تیر آپ کی طرف رہا کیا جو آپ کے سینہ مبارکہ پر لگا۔اور اسحٰق ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا۔اور آپ کے سر مبارک سے مغز اور خون جاری ہوگیا۔ علم سرنگوں ہوگیا آپ نے ایک آہ دل خراش کھینچی اور اُدھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا۔ الآن انکسر ظهری و قلت حیلتی ثم انحنی علیه تحملنی یعنی کہ اے بھیا عباسؑ میری کمر ٹوٹ گئی امام حسینؑ جھکے کہ عباسؑ کی لاش خیمہ میں لے جائیں۔ ابھی کچھ رمق جان باقی تھی آپ نے آنکھ کھولی عرض کیا۔کیا ارادہ ہے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ لاش خیمہ میں لیجاؤں یہ سن کر حضرت عباسؑ نے عرض کیا۔ علیك ان لا تحملنی وعنی فی مانی هذا۔ یعنی آپ میری لاش اسی مقام پر رہنے دیں خیمہ میں نہ لے جائیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے بھیا عباسؑ آخر خیمہ میں لاش کیوں نہ لیجاؤں عرض کیا اے آقا میں سکینہ خاتون کو پانی نہ پہنچا سکا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پانی پلاؤں گا۔اب سکینہ خاتون پیاسی ہے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ علاوہ ازیں چاروں طرف فوج ہی فوج ہے۔ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب حسینؑ بغیر علمدار ہوگیا۔ علمدار لشکر مارا گیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے لاشہ عباسؑ کو اسی جگہ رہنے دیا جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اور آپ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی تھی آپ علم لیے ہوئے در خیمہ پہنچے سکینہ خاتون انتظار میں تھیں لیکن جب خالی علم آتے دیکھا فریاد واعباساہ، واعماہ، ہائے چچا عباسؑ، ہائے عباسؑ، وقد وعدنی بالماء چچا جان آپ نے تو پانی کا وعدہ کیا تھا۔امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی سکینہؑ تمہارے چچا جان قتل ہو

گئے یہ سن کر اہل حرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی ماتم عباسؑ ہونے لگا۔عورتیں سر وسینہ پیٹنے لگیں۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔اور امام حسینؑ نے فرمایا ہائے عباسؑ، ہائے برادر قال الفاضل الدربندی قیل انه حملة الی الخیمة۔ فاضل دربندیؒ کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام خیمہ میں تشریف لائے ہیں۔ ولا یخفی انه فی تمام المنقول نظر فتامل فتد برفتذکر وخذ و الله العالم۔ یعنی کہ اے اہل معرفت اگر کوئی دیدۂ حق بیں، حق و انصاف کے ساتھ دیکھے اور کتب مقاتل کا مطالعہ کرے تو وہ یہ شہادت دے گا کہ کتاب والد مرحوم (یعنی مؤلف کے والد ماجد مرحوم) مُلا محمد حسن۔ صاحب ریاض الاحزان و حدائق الاشجان میں نہ لکھا ہوگا بلکہ اس زمانہ سے کہ جب حضرت شہید ہوئے ہیں اس کتاب کی تدوین تک کوئی دوسری کتاب اسقدر تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں لکھی گئی اور اس کتاب کے بعد لوگوں نے خوشہ چینی کی ہے ہم مؤلف کتاب کے ان دو اشعار پر یہ عنوان ختم کرتے ہیں ؎

اے شہ بے یار و شہید خدا   چاکر خود را مکن از خود جدا

از نعم فانیہ ایں جہاں   آنچہ ندادی بدہ اندر جنان

یعنی کہ اے شاہ شہیداں حسینؑ بن علیؑ آپ نے شہید ہو کر خدا کے وجود کی دلیل قائم کی ہے مجھ غلام کو آپ اپنے پاس سے جُدا نہ فرمائیں اور اس دنیائے فانی میں جو نعمات عطا نہیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب جنت میں عطا فرمائیں۔

مناصب امیر المومنینؑ بعطاء رسولؐ خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سیّد الشہداء علیہ السّلام

یہ واضح سی حیثیت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہے کہ علاوہ اس کے کہ نہ صرف آپ خلیفہ، وزیر، مددگار، چچازاد بھائی اور داماد رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم ہیں بلکہ چند اور مناصب بھی آپ کے دامن مبارک میں ہیں اور وہ سب کے سب از پیغمبرؐ خدا ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام حکومت اسلامیہ محمدیہؐ کے سفیر بھی ہیں۔ اس وقت جب کہ سورۂ برات مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئی تو آپ نے اس سورۃ کی تبلیغ کے لیے کہ بموقعہ حج کعبہ میں جاکر مشرکین کو سنائیں اوّلاً ابوبکرؓ کو بھیجا۔ ابھی وہ مدینہ سے منزل تک پہنچے تھے کہ امین وحی نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسولؐ خدا اس کار رسالت کو آپ خود انجام دیں یا کسی ایسے شخص کو مامور کریں کہ جو تم سے ہو۔ (یعنی کہ شریک کار رسالت ہو) پس آپ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بلایا اور تبلیغ سورۂ برأت پر مامور کیا آپ گئے اور اثنائے راہ منزل روحا پر پہنچ کر ابوبکرؓ سے آیات واپس لیں اور خود مکہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر سورۂ برأت کی تبلیغ کی (کیا کہنا واللہ علی ابن ابی طالبؑ کہ رسولؐ کے رسول، اور امام کے امامؑ ہیں) جس دن کہ آپ نے سورۂ برات کی تلاوت کی ہے اور احکام خدا مشرکین مکہ کو سنائے ہیں وہ روز قربانی تھا ابوبکرؓ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ نے علیؑ کو مامور بہ تبلیغ کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حکم خدا سے علیؑ کو مامور کیا ہے

پس یہ وہ منصب ہے کہ جو علیؑ کو رسولؐ خدا نے عطا کیا ہے دیگر یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کاتب وحی ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید جمع کیا ہے آپ منشیٔ رسولؐ خدا بھی ہیں۔ کیونکہ جو تحریری فرمان آنحضرتؐ کی طرف سے سلاطین کو بھیجے جاتے تھے ان کی کتابت کا کام علی علیہ السلام انجام دیتے تھے۔ کلام نبیؐ کا اور کتابت علیؑ کی۔ سبحان اللہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام مشیر رسولؐ خدا بھی تھے۔ امین و معتبر بہ نزد رسولؐ خدا تھے۔ سردار و سالار لشکر اسلام تھے تمام غزوات میں شریک رہے۔ تمام جنگوں میں غالب و فاتح رہے آپ علمدار پیغمبر خدا تھے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام کا یہ منصب دنیا سے آخرت تک کے لیے ہے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اور قیامت حامل لواء الحمد ہوں گے یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ دنیا میں تو میرا علمدار ہے اور آخرت میں بھی حامل علم ہے آپ ساقی کوثر اور سقائے لشکر اسلام بھی ہیں چنانچہ مشکواۃ الانوار میں وارد ہوا ہے کہ غزوات اور زمانہ رسولؐ خدا کی جنگوں میں دوران سفر و قیام جب کبھی پانی کی قلت، یا پانی کا نہ ہونے کا موقعہ ہوا تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے بعلم امامت پانی کی نشاندہی کی ہے اور پھر اس جگہ چشمہ برآمد ہوا ہے ایک جنگ کے موقعہ پر پانی کی قلّت ہوئی اصحاب نے خدمتِ آنحضرتؐ میں پانی کے بارے میں عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہاں سے قریب ایک درخت ہے وہاں ایک کنواں ہے جاکر پانی لے آؤ۔ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ گئے پانی کے لیے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن پانی کی بجائے ڈول میں آگ بھری ہوئی تھی یہ سب لوگ خوف زدہ حالت میں واپس آئے اور واقعہ گوش گزارا رسولؐ خدا کیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا۔ جنات سے آپ نے جنگ کی۔ فتح و کامرانی کے بعد ان کو حلقہ بگوش

اسلام کیا پانی لائے اور لشکرِ اسلام کو سیراب کیا۔ اور اس طرح سقایت کا فریضہ انجام دیا۔ ان چیزوں کے بیان کرنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب اور مناصب از طرف رسولؐ خدا ہیں اسی طرح حضرت عباس علیہ السّلام کے فضائل و مناصب از طرف حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عباسؑ کے مناصب یہ ہیں کہ۔ حضرت عباس نظر امام حسینؑ میں امین تھے۔ مطیع امام حسینؑ تھے۔ وزیر امام حسینؑ تھے۔ مشیر و سفیر امام حسینؑ تھے۔ دبیر و جلودار تھے۔ سدبان و پاسبان امام حسینؑ تھے۔

معتمد الحرم تھے۔ سقائے سکینہؑ تھے، سردار برادران حسین تھے۔ سپہ سالار تھے۔ علمدار لشکر تھے۔ طلایہ دار خیام حسینؑ تھے ؎

شاہ دین ہمچون پیغمبرؐ و آن امیر
مثلِ ہارون بود موسیٰ را وزیر

یعنی کہ امام حسینؑ آپ کے لیے مثلِ پیغمبر تھے حسین منی و انا من الحسین تو حضرت عباس علیہ السّلام مثل جناب امیرؑ تھے جیسے ہارون جناب موسیٰ کیلئے وزیر تھے۔ اسی طرح حضرت عباس وزیر امام حسینؑ تھے۔ گویا حسینؑ بمنزلہ موسیٰؑ علیہ السّلام اور جناب عباس بمنزلہ ہارون علیہ السّلام (یہ واضح رہے کہ ان کے پدر عالیقدر کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یا علی انت بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی کہ اے تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے کہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ واحسرتا یہی عباسؑ زخمی حالت میں نہر فرات کے کنارے زمین پر پڑے ہیں امام حسینؑ تشریف لے گئے فرماتے ہیں ؎

یعز علی ان اراک علی الثری
طریحا ومنک الوجہ اضحیٰ مرملا

اے برادر مجھ پر کسقدر گراں ہے کہ تجھے میں خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں واحسرتا ماہ بنی ہاشم کجا اور خاک کربلا کجا۔ آہ اس چاند کو گہن لگ گیا۔

قیامت میں حضرت علی علیہ السّلام اور حضرت عباسؑ کے منصب

جنہوں نے اسلامیات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز محشر چند منصب حضرت علی علیہ السّلام کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً حامل لواء الحمد ہونا۔ لواء حمد کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کے تین گوشہ ہوں گے ہر ایک پر نجط نور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ تحریر ہوگا اس کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام تمام لوگوں کے اعمال ناموں کی جانچ پڑتال کریں گے اور آپ ایک کلمہ ادا فرمائیں گے اور حساب ہو جائے گا۔ اس طرح ایک لفظ کے ساتھ حضور پیغمبرؐ اسلام حساب انجام دیتے تھے لوگ خدمت حضور پُر نور میں حاضر ہوتے مختلف سوالات کرتے مگر آنحضرت کی طرف سے سب کا جواب ایک ہی لفظ میں ہوتا تھا اور سب لوگ اپنے اپنے مطلب کے مطابق اس سے اخذ کرتے تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ساقی کوثر ہیں۔ جس کو جسقدر چاہیں گے آب کوثر عطا کریں گے۔ حضرت علی علیہ السّلام دنیا

ہیں کاتب وحی ہیں تو آخرت میں بھی نجات نامہ عطا کریں گے۔ ابن حجر عسقلانی کتاب مواعق محرقہ میں نقل کرتے ہیں کہ پل صراط اسقدر باریک اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہو گا کوئی اس پر نہ گزر سکے گا مگر وہ کہ جس کے پاس پروانۂ راہداری حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہوگا باآسانی گزر جائے گا۔ علیؑ میزان اعمال بھی ہیں زیارت الجنابؑ میں یہ الفاظ گزرے ہیں السّلام علیٰ میزان الاعمال۔ کہ سلام ہو میرا میزان اعمال پر۔ جناب سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ سے منقول ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السّلام سے سوال کیا کہ مولیٰ ہمیں اپنے ثواب سے اسقدر عطا کر دیجئے کہ ہم بخشے جائیں اس وقت خطاب رب العزّت مرکز رسالت کو ہوا کہ اے رسول تم کہدو کہ حرمت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی بدولت مؤمنین کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ اے علیؑ اپنے ایک نفس کی آمد و رفت کے بقدر ثواب عطا فرما دیئے دوسری روایت میں ہے کہ اے علیؑ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب عطا فرما دیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب تم کو بخشا۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جنت و دوزخ کی کُنجیاں علیؑ کے پاس ہوں گی۔

کتاب بحار الانوار میں منقول ہے کہ روز قیامت میدان محشر میں ایک علم نور گزارا جائے گا کہ اس کے ہزار پلے ہوں گے۔ اور ایک پلہ سے دوسرے پلہ تک ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جو کہ ایک تیز رفتار گھوڑے کی مسافت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس علم نور کے عرشۂ منبر پر رونق افروز ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ کے بائیں جانب ایک پلہ پر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام رونق افروز

ہوں گے۔ اور دوسرے مختلف پلوں پر تمام انبیاء و مرسلینؑ دائیں بائیں جانب رونق افروز ہوں گے۔ اسی دوران خازن بہشت حاضر ہوگا اور جنت کی کنجیاں آنحضرتؐ کو پیش کرے گا اور پھر مالک دوزخ آئے گا اور دوزخ کی کنجیاں آپ کو پیش کرے گا۔ اور آنحضرتؐ کلید ہاء جنت و دوزخ اپنے بھائی حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو پیش کریں گے۔ اور اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے اور آپ اپنے نور ولایت سے اہل محشران کو دیکھ کر پہچان لیں گے اور اہل ایمان و ولا کو داخل بہشت کریں گے اور جن کی پیشانی پر داغ نفاق ہوگا داخل جہنم کریں گے اللّٰھم ارزقنی حبہ وحب اولادہ اے دوستو۔ جو مناصب امیر المومنین روز محشر ہیں وہی مناصب روز عاشورا، محترم فرزند امیر المومنین عباس علمدار علیہ السلام کو حاصل ہیں مثلاً علمداری جلوداری، سقّائی وزارت حسینی، ندیم، مُبَلِّغ، مُبَشِّر۔ سرکشیک ( ) حافظ، ظہیر، محرّر، دربان، پاسبان معتمد حرم۔ غرض کہ حضرت امام حسینؑ نے تمام امور خانہ آپ کی سپرد فرما دیتے تھے۔ جب امام حسینؑ آپ کی لاش پر پہنچے ہیں آپ نے ان تمام مناصب کے ساتھ آپ کو آواز دی ہے اول فرمایا عضدی یعنی اے میرے قوّت بازو، فرمایا اے سقائے سکینہؑ، فرمایا اے علمدار لشکر مگر کوئی جواب نہیں ملا پھر فرمایا اے برادر اے اخی۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیا لبیک یابن رسول اللہ امام حسین لاشہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عباسؑ کی آنکھوں سے خون پونچھا۔ آپ نے چہرہ امام حسینؑ پر نظر کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ بھیّا عباسؑ تم نے خدا رسول کو خوش کیا خداوند عالم تم کو جزائے خیر دے۔

تعریف لواء الحمد و حامل علم اور علمداری عباسؑ بروز قیامت

قال النبی انا سید ولد آدم و لا فخر۔ یعنی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اولاد کا سردار ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا۔ آدم و بنی آدم تمام زیر علم حمد ہوں گے آدم و من دونہ تحت لوائی یعنی کہ آدمؑ و تمام بنی آدمؑ میرے علم کے سایہ میں ہوں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ ولواء الحمد بیدی یوم القیامۃ یعنی کہ روز قیامت لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس پر کلمہ مبارکہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوگا۔ اس وقت منادی ندا دے گا این النبی الامی العربی المکی القرشی المدنی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین و سید المرسلین صاحب القرآن وہ فرشتہ جو ندا دے رہا تھا حاضر خدمت رسول خداؐ ہوگا اور لواء الحمد آپ کے دست مبارک میں دے گا۔

اس کے بعد تمام انبیاء و مرسلینؑ از آدمؑ تا عیسیٰ بن مریم تمام صدیقین، تمام شہداء اور مومنین اس علم محشر کے سایہ میں جمع ہوں گے اور مرسلین کو حلہ ہائے بہشت پہنائے جائیں گے۔ اور پیغمبر خدا لواء حمد علی علیہ السلام عطا فرمائیں گے خوش نصیب شیعان حیدر کرار کہ سب کے سب ولایت علیؑ کے اقرار کے سبب زیر علم محشور ہوں گے۔ چنانچہ میدان حشر میں حیدر صفدر علمدار ہیں اسی طرح عباس علیہ السلام علمدار حسینؑ میدان حشر میں ہوں گے۔ نجانے شیعہ مرد و زن کونسے علم کے سایہ میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ زیر سایۂ علم علیؑ یا زیر سایۂ علم عباس بن علیؑ۔ اس وقت

میدان حشر میں ایک مجلس عزا برپا ہوگی۔ شہیدان کربلا موجود ہوں گے۔ علی اکبرؑ و قاسم گلگوں قبا موجود ہوں گے۔ زینب بیکس کے لال موجود ہوں گے۔ اور جب عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازوؤں پر نظر پڑے گی تو گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گی۔ جناب سیدہ زہراؑ بھی میدان حشر میں آئیں گی۔ زینب وام کلثوم۔ رقیہ و سکینہ ساتھ ہوں گی۔ جناب فاطمہ حسینؑ کا خون سے بھرا ہوا پیراہن ہاتھوں پر لیے ہوں گی۔

کتاب مجالس اور منتخب میں شیخ طریحی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عالم واقعہ میں سید اسمٰعیل الحمیری نے اپنا درج ذیل قصیدہ حضور پیغمبر اسلام پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قصیدہ کو حفظ کرو۔ اور شیعوں کو تعلیم کرو کہ وہ اس قصیدہ کو یاد کریں اور پڑھیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اس قصیدہ کو پڑھے گا ضمنت لہ الجنۃ یعنی کہ میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

قصیدہ

لام عمرو باللوا مربع

طامۃ اعلامہا بلقع

جب شاعر اس جگہ پہنچا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز محشر لوگوں کے پانچ علم ہوں گے کہ چار علم۔ علم ہلاکت ہوں گے اور ایک علم۔ علم نجات ہوگا۔

والناس یوم الحشر رایاتہم

خمس فمنہا ہالک اربع

ایک علم، دوسرا علم، تیسرا علم، چوتھا علم، ان کے سایہ میں ہونے والے ہلاک ہوں گے۔ علم لواء الحمد ہے اس کے سایہ میں ہونے والے داخل بہشت ہوں گے ورایة یقدمها حیدر و وجهه کالشمس تطلع یعنی علم در دست حیدر کرار مانند خورشید تاباں منور ہوگا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ علم حمد کے بالائی حصہ پر ایک نورانی قبہ ہوگا۔ جس کی نورانیت محشر میں پھیلی ہوگی۔ اور وہ علم حمد اگرچہ نہایت وزنی اور طولانی ہوگا لیکن دست حیدر کرار میں مثل پھول سبک معلوم ہوگا اور بہشت بریں سے نسیم کے جھونکے زیر علم محسوس ہوں گے۔ یہ جلال و شان امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہے آپ کے فرزند رشید حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام بیرق (علم کا پھریرہ) خون آلود جوکہ روز عاشوراء محرم جب آپ زخمی ہوکر گھوڑے سے گرے ہیں سرنگوں ہوچکا تھا۔ حشر میں موجود ہوں گے۔ اور شہداء کربلا بھی موجود ہوں گی۔ (از مترجم۔ چونکہ قیامت کو روز معاد کہتے ہیں لہٰذا جو شہید جس حالت میں شہید ہوا ہے اسی طرح حشر میں موجود ہوگا۔ جلوس علم دیدنی ہوگا۔ جبرئیل امین اس وقت نیابت حضرت عباسؑ اس علم کو اٹھائیں گے اس وقت میدان محشر میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوگی ؎

شورشی برخیز داز صحرائی حشر — آن زمان گردد فزوں غوغائے حشر
رو نہند یکصد شہید محترم — در قیامت میزنند صفہا بہم
فرقہ تن غرقہ خون دل دردناک — پائی تا سر پارہ پارہ چاک چاک
پیش پیش آن قوم باصد شور و شین — سبط احمد شاہ مظلومان حسینؑ

سربکف قید محبت پائی بست
دست شمر کافر ظالم بدست

غرق خاک و خون کفن بر دوش او — اصغرؑ بے شیر در آغوش او
قاسم و عباسؑ و اکبر ایک طرف — عون و عبداللہ و جعفر ایک طرف
ہر شہیدی خون روان از دل کند — ہر قتیلی شکوہ از قاتل کند

از شرار شعلہ ہائے آن خروش
دیگ قہر کردگار آید بجوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب شہیدان کربلا میدان محشر میں آئیں گے اور ان کے تن ہائے مبارک زخمی حالت میں اہل محشر دیکھیں گے۔ کہ سب کے سب زخموں سے چور چور ہیں اس وقت لوگ ڈھاریں مار مار کر روئیں گے واحسیناہ وامظلوما کی آوازیں بلند ہوں گی۔ اسی اثناء میں شمر ملعون کا ہاتھ ایک ظالم پکڑے ہوگا اور وہ میدان حشر میں اس طرح لایا جائے گا۔ شمر اور اس ظالم (یعنی عمر ابن سعد، ابن زیاد وغیرہم) اور شاہ مظلوم سب جمع ہوگئے تو اس وقت عرش الٰہی تک آواز گریہ پہنچے گی اور غضب و قہر الٰہی جوش میں آئے گا اور ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ اس وقت بعدل الٰہی حضرت سید الشہداء سے خطاب قدرت ہوگا ؎

باکمال التفات از کبریا — گردد الہامی بشاہ کربلا
کائی ضیاء چشم پیغمبر حسینؑ — جاں نثار حضرت داور حسینؑ
الشہید تیغ و تیر اہل ظلم — ای زنانت شد اسیر اہل ظلم
چوں تو کردی درره ما جاں نثار — ہر چہ میخواہی بخواہ از کردگار
شاہ مظلوماں شہید راہ دوست — عرض خواہد کرد بر درگاہ دوست

گرچہ ایں سر لائق درگاہ نیست
خون بہا جز وصل حق دلخواہ نیست

لیک امت عاصیند و عذرخواہ
جرم از بندہ است عفو از بادشاہ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ بعدل خداوندی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس وقت خطاب ہوگا کہ اے نور دیدۂ پیغمبرؐ اور اے جان نثار خدا، اے وہ حسینؑ کہ جو شہید ظلم ہے وہ حسینؑ کہ جس کے اہلحرم اسیر ہوئے ہیں۔ اے حسینؑ تو نے میری راہ میں سب کچھ نثار کر دیا۔ اب جو تو چاہے خدا سے طلب کر۔ اس وقت (بزبان حال) شاہ مظلوم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار عالم اگرچہ میرا سر تیری بارگاہ میں نذر کے قابل نہیں اور خون بہا صرف یہی ہے کہ وصل حق ہو جائے۔

اللھم ارزقنی شفاعۃ الحسین علیہ السلام یوم الورود۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کی شجاعت، ارشادات اور شہادت

صاحبان علم و نظر اور محققین واقعات کربلا کی روایات سے شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السّلام روز عاشورا محرّم بعد از ظہر واقع ہوئی ہے جس کا ہم نے معتبر کتب سے مختلف طور پر نظم و نثر ذکر کیا ہے تاکہ ذاکرین استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ روایت اوّل بربنائے قول شیخ علیہ الرحمۃ حسب ذیل ہے۔

از خزاں کیں چہ از سرو سہی گلشن آل پیغمبرؐ شد تہی
نوجوانان ہر یکی بار وئے ماہ
تشنہ لب خفتند در خاک سیاہ

یا فتند از ضربت تیغ و سنین لذّت قربانی کوئی حسینؑ
پارہ پارہ اکبرؑ یوسف جمال قاسمؑ از سُم ستوران پائمال
چون زِ اخوان وفادار حسینؑ ماند عباسؑ علمدار حسینؑ

ہر دو در راہ وفا پا بست ہم
ہر دو راہ در کردن ہم دست غم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب باد خزانِ ظُلم سے گلشن نبوی مرجھا گیا۔ پھول اور غنچوں سے چمن خالی ہو گیا اور جوانان ماہ رو خاک و خون میں غلطان ہو گئے اور تیغ و تبر و تیر نشانہ بن گئے۔ اور محبت امام حسینؑ میں قربانی کی لذّت چکھ چکے۔ اکبرؑ جوان سینہ پر برچھی کھا چکے اور قاسم گلگون قبا پائمال سم اسپاں ہو چکے اور برادران امام حسینؑ بھی شہید ہو چکے تو عباس علمدار اور حسینؑ باقی رہ گئے۔ چنانچہ جب روز عاشور اصحابِ حسینؑ قتل ہو چکے اور آپ کے عزیز و اقربا اور اولاد تک شہید ہو چکی۔ تو اس وقت سوائے حضرت عباس بن علیؑ کوئی دوسرا ناصر و یاور باقی نہ تھا۔ ایک حضرت امام حسینؑ باقی تھے اور دوسرے حضرت عباس علمدار باقی تھے علیؑ و فاطمہؑ کا بھرا گھر اُجڑ گیا تھا اور کوفہ و شام کے بدنہاد لوگ امام حسینؑ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوج عمر بن سعد نے امام حسینؑ پر خونریز حملہ کیا۔ اس وقت امام حسینؑ فوج ظلم شعار کی حرکت دیکھ کر ذوالفقار نیام سے نکالی اور مثل رعد بلند آواز کے ساتھ حملہ کا آغاز کیا۔ فی الریاض فحمل علیھم الامام بالبارق الحسام حملۃ الضرغام من اجام الخیام۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسینؑ نے ذوالفقار کھینچی اور شیرانہ حملہ کیا اور حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے بھی لشکر عمر ابن سعد پر آپ کے ساتھ ساتھ حملہ کیا یہ دونوں فرزندان حیدر کرّار نے

حملہ کیا اور لشکر اعداء کو اپنے خیموں سے دُور بھگا دیا۔ کتاب الارشاد میں ہے واشتد بہ العطش کہ پیاس نے غلبہ کیا۔ جنگ کرتے ہوئے چونکہ درمیان لشکر پہنچ گئے تھے لہٰذا اس بات کا عزم مصمّم کیا کہ فرات تک پہنچیں گے چنانچہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ دونوں نے نہر فرات کا رخ کیا۔

ہر یکے لب تشنہ مانند نہنگ　　غوطہ در گشتند در دریائی جنگ

آن برادر ہیچو شیر کردگار　　این برادر قابض ارواح وار

یعنی دو بھائی امام حسینؑ اور عباس علمدار دریائے جنگ میں غوطہ زن ہوئے ایک مثل شیر کردگار تو دوسرا بھائی قابض ارواح کفار۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لاکر لشکر عمر ابن سعد کے لوگ اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی ؎

ہر طرف چو دو شیر درندہ رو کردند

روز حشر بیاد مخالف آوردند

امام حسین علیہ السّلام تلوار کھینچتے اور فرماتے انا ابن رسول اللہ اور حملہ کرتے ؎

چنان درید صف از حملہ ہائے پیوست

کہ جبرئیل امین بوسہ داد بر دستش

یعنی کہ جب اس طرح مسلسل حملہ کرکے دشمن کی صفوں کو منتشر کر دیا تو جبرئیل امیں نے دست مبارک کو چوما حضرت عباس بن علیؑ تلوار کھینچتے اور حملہ کرتے تو فرماتے کہ میں فرزند شیر خدا ہوں ؎

برزم خصم پدر وار انچناں کوشید

کہ پردہ بر رخ احزاب نہرواں پوشید

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے دشمن کی فوج پر مثل پدر عالیقدر شیر خدا علی مرتضیٰ حملہ کیا کہ آپ کی جنگ کے مقابل جنگ احزاب و نہروان سبک ہو گئی یہاں تک کہ آپ نہر فرات پہنچ گئے کہ مُسنّاۃ تک پہنچ گئے یعنی کہ بند آب تک پہنچ گئے۔

کتاب الارشاد میں ہے ثم رکب المسناۃ یزید الفرات وبین یدیہ اخوہ العباس علیہ السلام۔ (بعض عوام لوگ مُسنّاۃ کو شتر راویہ کش کہتے ہیں اگرچہ یہ لفظ اسی معنی میں لغت میں پایا جاتا ہے مگر مناسب تر ترجمہ بند آب فرات کیا گیا ہے کہ وہ جگہ کہ جہاں نہر فرات پر پانی روکنے کے لیے بند لگایا گیا ہے) غرض کہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے برادر عالیقدر حضرت عباس بن علیؑ دونوں نہر فرات کے بند پر پہنچ گئے۔ حضرت نے چاہا کہ نہر فرات میں داخل ہوں فاعترضہ خیل ابن سعد۔ اس وقت تمام لشکر عمر ابن سعد سمٹ کر جمع ہو گیا۔ اور لشکر میں سے ایک شخص جو قبیلہ بنی دارم سے تھا کہنے لگا کہ ویلکم حولوا بینہ وبین الفرات ولا تمکنوہ من الماء۔ اے بے حیا لوگو وائے ہو تم پر کہ حسینؑ نہر پر آ گئے ہیں اور تم پانی اور حسینؑ کے درمیان حائل نہیں ہوتے جب امام حسین علیہ السّلام نے اس ملعون کا یہ کلام سنا تو آپ نے اس پر نفرین کی فرمایا اللّٰھم اعطشہ خدایا اس مردود پر پیاس کو غالب کر کہ یہ شخص فرزند ساقیٔ کوثر کو تشنہ لب رکھنا چاہتا ہے فغضب الدارمی لعنۃ اللہ۔ پس ابن دارمی امام حسینؑ کی اس نفرین کو سن کر غضب آلود ہو گیا۔ اور اس ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ کا نشانہ امام حسینؑ کے گلوے مبارک کو بنایا۔ ورماہ بسہم اثبتہ فی حنکہ۔ کہ اس ملعون کا تیر گلوے امام حسینؑ پر پڑا۔ اے شیعیو اس وقت امام حسینؑ کی کیا حالت ہوتی ہو گی۔

امام حسینؑ نے تیر نکالا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا آپ نے وہ خون چلو میں لیا اور فرمایا۔ اللھم انی اشکوا الیک مایفعل بابن بنت نبیک یعنی اے خدا میں تجھ سے اس ظالم کی شکایت کرتا ہوں حضرت عباسؑ نے جب امام حسینؑ کو اس حالت میں دیکھا تو دل بے چین ہوگیا۔ اور لشکر بے دین پر حملہ کیا۔ لشکر کے سواروں پیادوں کے سر اس طرح قلم کئے جیسے کوئی گیند سے کھیلتا ہے۔

فتاد حضرت عباس درمیان سپاہ　　بسانِ شیر کہ افتد بگلۂ روباہ

زبیم سطوتِ او رفت زآن سپاہ شریر　　خروشِ الحذر والحذر بچرخِ اثیر

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے لشکر عمر ابن سعد پر حملہ کرکے لوگوں کو بھیڑ بکری کی طرح منتشر کردیا اور سیکڑوں کو تہ تیغ اور زخمی کیا۔ اس وقت اس لشکر بے دین نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا اور آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا واحاط القوم بالعباس یعنی حضرت عباسؑ محاصرہ کرلیا۔ پس آپ نے ناچار ہو کر علم کو سرنگوں کیا۔ اور جب تک قوت و طاقت ساتھ دیتی رہی آپ نصیحت و وعظ فرماتے رہے جہاد باللسان کرتے رہے۔ اس اثناء میں دو شخص جفا کار باہم ہو کر نکلے اور حضرت عباسؑ پر حملہ کرنے کے لیے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب چھپ کر بیٹھا کہ حملہ کرے۔ چنانچہ ان ملعونوں نے حملہ کیا اور آپ کے دونوں ہاتھ شانے سے جدا ہوگئے جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ امید ختم ہوگئی۔ اور آپ کی قوت و حرکت طاقت جواب دے گئی رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہ۔

بروایتِ بحار شہادت حضرت عباس علیہ السلام

روایت دوم :-

علاّمہ مجلسیؒ نے بحار میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ وکان العباس السقاء۔ قمر بنی ہاشم صاحب لواء الحسینؑ وھو اکبر الاخوان یعنی حضرت عباس علیہ السلام سقاء الحرم، قمر بنی ہاشم، علمدار حسینؑ تھے اور آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مؤلف کتاب ریاض مرحوم صدر الدّین قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ حضرت عباس اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے مطلقاً معلوم ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ حضرت امام حسینؑ سے عمر میں بڑے تھے بلکہ آپ اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اختلاف عمر۔ جناب عباسؑ اور آپ کے بھائی عمر بن علیؑ کے درمیان ہے کہ ان میں سے کون برادر اکبر ہے۔ حضرت امیر المومنین کے دو فرزند ایک عمر الاصغر ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے دوسرے عمر الاکبر ہیں جو مدینہ میں تھے عاش طویلا۔ ابو العباس کتاب عمدہ میں کہتے ہیں واختلف فی العباس واخیہ عمر ایھما الاکبر کہ علماء رجال و نساب نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جناب عباسؑ اور عمر الاکبر میں سے کون بڑا تھا جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہیں ابن شہاب عکبری ابوالحسن آشتیانی، ابن خداع کہتے ہیں کہ عمر ابن علیؑ۔ حضرت عباسؑ سے بڑے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت کے لوگ مثلاً شرف الدین عبیدلی و بغدادیوں، ابو الغنائم العمری کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ۔ عمر الاکبر بن علیؑ سے بڑے تھے اسی لیے وہ حضرت عباسؑ کی اولاد کو عمر الاکبر کی اولاد کو مقدّم سمجھتے ہیں وایضاً علاّمہ فرماتے ہیں وھو صاحب لواء

اخیہ الحسین علیہ السلام یعنی عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ نے صرف حضرت عباسؑ ہی کو علمدار نہیں بنایا تھا بلکہ میمنہ پر حضرت زہیر بن قین بجلیؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے۔ اور میسرہ پر حضرت حبیب ابن مظاہرؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے اور قلب لشکر میں حضرت عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے اور یہی علم جو حضرت عباسؑ کو عطا ہوا تھا لواء اعظم تھا اور پورا لشکر حسینی اس علم کے تحت تھا۔ اور علموں کا کثیر ہونا آج بھی رائج ہے۔ علمدار کل لشکر حضرت عباسؑ تھے۔ اور یہ علم بزرگ کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ جس طرح کہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے علمبردار مخصوص تھے اور تریسٹھ [۶۳] جنگ اور غزوات میں حامل لواء حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام رہے ہیں۔ اگرچہ اس دور میں بڑے بڑے شجاع لوگ موجود تھے مثلاً محمد حنفیہؓ، ہاشم بن عقبہ، حصین بن منظر قانیؒ کہ جن کا تفصیلی طور پر ذکر علیحدہ علیحدہ مجلس میں کیا جائے گا۔ حضرت قمر بنی ہاشم اشجع النّاس اور تمام بہادران عرب میں زیادہ بہادر تھے۔ لہٰذا حضرت امام حسینؑ نے علم بزرگ آپ کو عطا کیا۔ کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے تمام نشانیاں جو علمدار کے لیے ضروری ہیں آپ میں موجود پائیں۔ منجملہ ان کے قوت قلب بھی ہے یعنی کہ شیر دل ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت عباس بوقت شب جب خیام کا پہرہ دے رہے تھے تو آپ جب تکبیر بلند کرتے تو لشکر کفار پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اسی طرح قوت بازو تھی اسی طرح آپ بلند قامت بھی تھے۔ اور جب کسی بلند سے بلند گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پاء مبارک رکاب سے جدا ہو کر زمین پر خط دیتے تھے۔ آپ کرّار و غیر فرّار تھے تمام علامات علمداری آپ میں قدرت نے جمع کر دی تھیں۔

حضرت عباسؑ کا مصدق — بر ید اللہ فوق ایدیہم ز حق
از حسینؑ ایشان علمدار حسینؑ — شد فنا تا یافت اسرار حسینؑ
کرد سر سوداء بہ بازار حسینؑ — در دو عالم گشت سردار حسینؑ
در راہ حق داد دست حق پرست — دستہا شد جملہ او را زیر دست

چوں ید اللہ دست عباسؑ علی است
پس یقین دست خدا دست ولی است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت صاحب صدق و صفا ہیں ید اللہ کو سب ہاتھوں پر فوقیت ہے حسین علیہ السّلام کی طرف سے ایسا علمدار کہ جس نے اسرار امام حسینؑ پلنے میں اپنی زندگی گزار دی اور بازار اطاعت و محبت حسینؑ اپنے سر کا سودا کیا۔ اور صدائے سردار حسینؑ دونوں عالم میں گونج گئی۔ اور حضرت عباسؑ نے اپنے دونوں حق پرست ہاتھ راہ حق میں دیدیتے فوق حاصل ہوا اور سب لوگ زبردست رہے حضرت عباسؑ ید اللہ ہیں کیونکہ آپ ید اللہ کے فرزند ہیں۔ بس یقین ہے کہ ولی کا ہاتھ دست خدا ہے۔ یہ تمام تعریفیں علمدار لشکر کے لیے ضروری ہیں جب کہ تمام لشکر ختم ہو گیا اور صرف علمدار باقی رہ گئے اور شاہؑ مظلوم باقی رہ گئے۔ اب ان دونوں بھائیوں میں کون میدان جنگ میں جائے۔ حسینؑ جائیں یا عباس علمدار جائیں لہٰذا حضرت عباسؑ نے خدمت امام حسینؑ میں آکر اذن جہاد طلب کیا۔

شاعر نے بزبان حال اس کی منظر کشی کی ہے

ای شہہ بی مثل و بی نیاز و یار — کشتہ ام در راہ عشقت دست باز

زابر عشقت بر سرم بارش گرفت
لشت راز ہستیم آتش گرفت

زالعطش برپا است بانگ کودکان — بانگ طفلاں میزند آتش بجان

برتن من دست وبرد ستم علم — العطش آنکہ میباید بھر حرم

گر بیفتد از بدن در عشق یار — دست باشد در بدل بھر چہ کار

سر کہ در عشقت نگردد پیش جنگ — سر مخوانش ہست برتن بار ننگ

این بگفت وبحر جانش کرد جوش

شد بمیدان مشک بے آبی بدوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ اے شاہ بے یار ومددگار میں آپ کی محبت میں مقتول ہوں اور اپنے ہاتھ نثار کر دیئے۔ آپ کے ابر محبت میرے سر پر بارش کی ہے۔ اور میری ہستی کی کھیتی آگ کی لپیٹ میں ہے خیام سے بچوں کی العطش کی آوازیں آرہی ہیں اور ان کی آوازیں دل وجگر کو جلا رہی ہیں میرے جسم پر ہاتھ اور ہاتھ میں علم اور خیمہ سے العطش کی آوازیں آرہی ہیں اگر مجھ علمدار کے ہاتھ قطع بھی تو کیا غم کی بات ہے شاید اس صورت میں اہل حرم کے لیے پانی لا سکوں۔ اگر محبت آقائے نامدار میں بدن سے ہاتھ جدا نہ ہوں تو ہاتھ کس کام کے ہیں۔ اگر جنگ میں محبت آقا میں سر کام نہ آئے تو ایسا سر بار ہے یہ کہا اور جسم میں جوش پیدا ہوا اور ایک سوکھی مشک لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ قال العلامۃ فی البحار من المناقب مضی فیطلب الماء فحملوا علیہ وحمل علیھم ابن شہر آشوب کی روایت کا تتمہ یہ ہے کہ حضرت عباس علمدار پانی لینے کی خاطر روانہ نہر فرات ہوئے اور جب نہر کے پہرہ داروں کو یہ خبر ہوں کہ ابو الفضل عباسؑ پانی لینے آرہے ہیں تو ان ملاعین نے آپ پر ہجوم کر لیا ؎

پس ہمچو سیل خیل روان شد زہر طرف — طوفان تیر وسنگ عیان شد زہر کنار

کردند حملہ حملہ بر آن شبل مرتضیٰ

یک شیر درمیان گرگان بے شمار

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد کے غول کے غول چاروں طرف سے آنے لگے۔ اور تیر، و پتھر برسانے شروع کر دیئے، سب نے مل کر شیر بیشۂ حیدر کرار حملہ کیا۔ ایک شیر تنہا اور بے شمار اعدائے دین میں جو مثل گرگ تھے پھنس گیا۔ گرگ بھیڑیئے کو کہتے ہیں اور یہ درندہ مکاری میں مشہور و معروف ہے اعداء دین سخت مکار و چالاک تھے حضرت عباس علمدار علیہ السلام ان بزدلوں پر حملہ کیا اور رجز پڑھا ؎

لا ارھب الموت اذ لموت رقا — حتی اواری فی المصالیت لقا

نفسی لنفسی المصطفیٰ الطھر وقا — انی انا العباس اغدوا بالسقا

ولا یخاف الشر یوم الملتقا

اس رجز کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی چکی میں ہر ذی روح پس جائے گا موت سے ہر ایک کا چہرہ مرجھا جائے گا۔ اور میری جان نفس پیغمبر خدا کے لیے جو طاہر و مطہر ہیں۔ اور میں عباس ہوں اور کل لوگ مجھے سقا کہہ کر پکاریں گے۔ اس رجز کے بعد آپ نے شمشیر شعلہ بار بلند کی اور ملعونوں کو واصل جہنم کرنا شروع۔ اور مثل حیدر کرار لشکر عمر ابن سعد پہ حملہ کیا ؎

در افتاد در جیش کوفان نہیب — ز دلہا روان گشت صبر وشکیب

یکی گفت این زادہ حیدرؑ است — چو حیدرؑ بہ پیکار جنگ آور است

کہ تاب نیروی بازوی اوست

دو گیتی سبک در ترازوی اوست

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ لشکر کوفی میں آپ کے حملہ سے خوف پیدا ہوگیا۔ اور ان کے دلوں سے صبر و ضبط جاتا رہا۔ کسی نے کہ یہ فرزند حیدر کرّار ہے اسی لیے مثل حیدر صفدر جنگ کر رہا ہے اس کے بازوؤں کی طاقت کے مقابل کون آسکتا ہے۔ دونوں جہان اِس کے سامنے سبک ہیں ہر ایک انسان کے دو بازو ہوتے ہیں اور طاقت کا مرکز بازو ہے انسان ہیں ترازو کے بھی دو پلّے ہوتے ہیں اس لیے شاعر نے بازوؤں کو ترازو سے مثال دی ہے۔ مجلسیؒ نقل کرتے ہیں کہ زید بن ورقاء ایک درخت خرمہ کی آڑ میں بیٹھا تھا۔ اور حکیم بن طفیل اس کی مدد کے لیے چھپا ہوا تھا کہ اس ملعون نے زہر آلود تلوار سے حضرت عباس علمدار علیہ السّلام پر حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں آپ کا دست راست قطع ہوگیا چنانچہ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور مقاتلہ شروع کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ طاقت و توانائی جواب دینے لگی اور حکیم بن طفیل ملعون نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس سے دست چپ کٹ گیا اور آپ کی امیدیں منقطع ہوگئیں آپ انتظار شہادت فرمانے لگے۔ حضرت قمر بنی ہاشم۔ لشکر کفّار کے گھن میں آگئے۔ اسی اثناء میں ایک ملعون آگے بڑھا اور اس نے گرز سے آپ سر مبارک پر وار کیا۔ اور سر مبارک شگافتہ ہوگیا۔ فلما رأ الحسين عليه السلام صريعا على شاطى الفرات بكىٰ۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے دیکھا کہ عباسؑ نہر فرات کے قریب پہنچ چکے ہیں مگر دونوں ہاتھ قطع ہوگئے ہیں۔ سر مبارک بھی شگافتہ ہے تو آپ نے ایک آہ سرد بھری سا آبدیدہ ہوئے اور لشکر کوفہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے قوم بدکردار اولاد پیغمبرؐ پر ظلم کی انتہا کردی عنقریب اپنے کئے کا بدلہ پاؤ گے۔ آپ نے لاش عباسؑ پر بزبان حال یہ نوحہ پڑھا ؎

بخون غلطان چرائی العلمدار سپاہ من ‏ ‏ ‏ زجا خیز آنکہ در ہر دم بدی پشت و پناہ من

زپشت زین چہ افتادی شکست از بار غم پشتم

نظر بکشا و بنگر یکزمان بر سوز و آہ من

خلاصہ یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار خون و خاک میں غلطان ہوگئے تم تو میرے لیے ہر دم پشت و پناہ تھے۔ تم زین سے کیا گرے بار غم سے میری کمر شکستہ ہوگئی۔ نظر اٹھا کر دیکھو تو سہی میرے دل و جگر سے آہ سوزاں نکل رہی ہے۔ واحسرتا عباسؑ علمدار کی روح نے پرواز کی اور حسینؑ بھائی کی لاش پر روتے رہے۔

حضرت عباس علیہ السّلام کا لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا

روایت سوم بقول شیخ طریحی۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ شیخ طریحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ سب برادران و اقرباء درجۂ شہادت پر فائز ہوچکے تو آہ سرد کھینچی اور آپ نے لقاء پروردگار کی تمنّا میں میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ فحمل الراية وجاء نحو اخيه الحسين وقال هل رخصته۔ باچشم گریاں علم اٹھا کر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے برادر عالیقدر والے آقائے من مجھے بھی اجازت میدان دیجئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر نثار کروں۔ اے دوستو حضرت عباسؑ جب تک موجود تھے حسینؑ سمجھتے تھے کہ لشکر موجود ہے۔ جب آپ نے اذن طلب کیا فبكى الحسين بكاءً شديدًا حتى بل ازيافه سخت گریہ طاری ہوا۔ اور فرمایا کہ اے بھائی ؎

شاہ فرمودا ے علمدار رشید　　اذن جنگ از من مدار کنون امید

ترک جان بایار جانی مشکل است　　بے تو یکدم زندگانی مشکل است

گر بسرداری ہوائے وصل خور　　شاہ را باشد علمداری ضرور

یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار، مجھ سے تم اذن جنگ مانگ رہے ہو۔ یہ امید کہ میں تمہیں اذن جنگ دوں کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے ایک بھائی دوسرے بھائی کو مرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے اور اے بھائی تمہارے بغیر میرے لیے زندگی مشکل ہے۔ سرداری کے ساتھ میرے پاس رہنا چاہیئے کیونکہ شاہ کے لیے علمداری ضروری ہے حضرت عباسؑ نے عرض کیا اے مولیٰ اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے، سارے بھائی مارے گئے خدا آپ کو زندہ وسلامت رکھے آپ قبلۂ عالم ہیں لیکن مولیٰ اب اجازت عطا کیجیئے بچوں کی پیاس کی آوازیں دل بے چین کر رہی ہیں بچوں کے لیے پانی لانا ضروری ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ ہے تو جاؤ اجازت ہے اور اے عباسؑ پہلے تم ان ملاعین کو وعظ و نصیحت کرنا اور بعد کو آغاز حرب کرنا۔ جب حضرت عباسؑ کو اذن میدان مل گیا تو آپ جوشش وغا میں انگڑائی لینے لگے۔ بازوؤں میں قوت و توانائی پیدا ہو گئی۔ قدموں میں مثل کوہ ثبات پیدا ہو گیا۔ اور میدان جنگ کا رخ کیا۔ وکان فارسًا همامًا وبطلاً ضرغامًا وکان جسودا علی الطعن والضرب فی میدان الکفاح والحرب۔ یعنی کہ جب آپ نے گھوڑے کو جولان کیا اور مثل حیدر کرّار میدان جنگ کو روانہ ہوئے تو اس وقت گھوڑے کی ٹاپوں سے جو گرد اڑی فضا کربلا میں چھا گئی۔ لشکر دشمن میں سرکشان دلاور، اور سواران بہادر ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اے عباسؑ آپ کی شجاعت کی داستانیں

لوگ سنائیں گے مگر کبھی داستان شجاعت علمدار ختم نہ ہو گی اس کا عشر عشیر بھی بیان نہ ہو سکے گا غرض کہ حضرت عباسؑ میدان جنگ میں پہنچے اور آپ نے وسط میدان میں گھوڑے کو روکا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر اس قوم جفا کار کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ یا قوم انتم کفرۃ ام مسلمون یعنی کہ اے قوم جفا کار کہا تم کافر ہو یا مسلمان؟ اگر تم مسلمان ہو تو کیا یہی طریقہ اسلام ہے کہ اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کر رہے ہو۔ ذرّیت رسول خدا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے مر رہے ہیں کیا انہیں اس نہر فرات کا پانی پینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ شاعر بے مثل صفی الوفی نے بزبان حال یہ نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

کوفیاں را پس بآواز جلی　　بس نصیحت کرد عباسؑ علیؑ

کاین حسینؑ القوم مرآت خدا است　　در حقیقت جنگ با حق کی رواست

یک زمام گوشش برحجت کنید　　زانبیاء و قوم شان عبرت کنید

گر شمارا رہنما قرآن بود　　فرض حق اکرام بر مہمان بود

خاصہ مہمانی کہ ذوی القربیٰ است او　　بر تمام ماسوا مولا است او

جنگ با مولائے عالم از چہ زد　　می نشاید با خدا شد جنگجو

توبہ سوی وی کنید از کار خویش　　معذرت خواہید از رفتار خویش

مظہر حق عفو حق را آیت است

خاصہ این مظہر کہ بحر رحمت است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے بآواز بلند مخاطب کر کے اس طرح نصیحت کی کہ حسینؑ آئینہ خداوندی ہیں یعنی حسین علیہ السّلام کے خدا شناسی ہوتی ہے، حسینؑ سے جنگ کیونکر جائز ہو سکتی ہے حسینؑ حق ہیں اور حق سے جنگ کرنا کفر کی نشانی

اس وقت میری اس حجّت کو بگوشِ دل سنو۔ اور انبیاء ماسلف کی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرو کہ ان پر کس طرح عذاب خدا نازل ہوا ہے اگر قرآن مجید کو تم اپنا راہ نما مانتے ہو تو حق اکرام مہمان ادا کرو۔ اور خصوصًا وہ مہمان کہ جن کی مودّت اجر رسالت ہے اور جو تمام مخلوق پر مولیٰ ہے اس کو مہمان سمجھو۔ پناہ بخدا اس کی طرف یہ کام یعنی کہ اس سے جنگ اپنی روش کو بدلو اور معذرت کرو۔ حسینؑ مظہر حق ہیں اور حق دار کو معاف کرنا ان کا شیوہ ہے اور ان کا یہ خاصہ اس لیے ہے کہ وہ بحر شرم و حیا میں یعنی کہ اگر کوئی ان سے معافی مانگے تو ان کو شرم و حیا آئی ہے اور معاف کر دیتے ہیں۔

هذا الحسین بن فاطمة یقول انکم قتلتم اصحابه واخوته وبنی عمه وبقی خریدا مع عیاله واطفاله ووصلوا الی هلاک۔

یعنی کہ یہ حسین علیہ السّلام فاطمہ زہرا بنت رسولؐ خدا کے فرزند ہیں تم نے اِن کے اصحاب، بھائی۔ بھتیجے اور ان کے چچازادوں کو قتل کر دیا۔ حسینؑ اکیلے رہ گئے اور ان کے اہل و عیال قریب بہ ہلاکت ہیں یعنی ان کو پانی بھی میسّر نہیں ہے۔ مجھے حسین علیہ السّلام نے مامور کیا ہے کہ تم کو نصیحت کروں اور امامؑ مظلوم کا پیغام سناؤں ؎

گرچہ بستید آب را۔ بر رُوئ اُو تاختید از چار سو بر سوئ اُو
غرق خون کردید از پیر و جوان یاورانش را ازکیں ای دشمنان
با ہمہ این کفر و جہل و خیرہ گی وین ہمہ طغیان و ظلم و تیرہ گی
توبہ گر آرید زین عصیان ہمہ رو کنید از کفر بر ایمان ہمہ

من یعفوا و شمارا ضامنم
زانکہ باب رحمت و عفوش منم

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اگرچہ اے قوم جفا کار تم نے ان پر پانی بند کر دیا اور چاروں طرف سے ان سے جنگ کر رہے ہو تم نے ان کے پیر و جوان سب ہی قتل کر دیئے۔ جو خون آلودہ ریگ گرم پر پڑے ہیں اور اے دشمنوں تم نے ان کے یاور و انصار تہ تیغ کر دیئے اور وہ بھی انتہا ظلم و ستم اور بے رحمی کے ساتھ۔ تم تو حد سے بڑھ گئے کہ آل رسولؐ پر ظلم و ستم کر رہے ہو۔ اگر تم نے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تو ایمان سے کفر کی طرف چلے جاؤ گے۔ اگر جو کوئی معافی مانگے تو اس کے لیے حسینؑ عالی جناب کی طرف سے باب رحمت و عفو میں ہوں۔ میں اس کو معافی دینے کا ضامن ہوں (حضرت علی ابن ابی طالب باب مدینۃ العلم ہیں اور حضرت عباس علیہ السّلام امام حسین عالیقدر کی طرف سے باب رحمت و عفو ہیں)

وهو مع ذلك یقول لکم دعونی اذا خرج الی طرف الروم او الهند واخلی لکم الحجاز والعراق۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو اور مجھے اجازت دو یعنی راستہ دیدو تو بطرف ملک روم یا بطرف ہندوستان چلا جاؤں اور ملک حجاز و عراق تمہارے لیے خالی کر دوں۔ تم ان کی اس بات پر غور کرو۔ و اشرط لکم غدا فی یوم القیامة لا اخاصمکم عند الله حتی یفعل الله بکم ما یرید۔ میں تم کو اس شرط پر یقین دلاتا ہوں کہ ہم بروز قیامت تم سے کوئی مخاصمہ نہیں کریں گے۔ اور طلب خون عزیزان و انصار نہیں مانگیں گے لیکن خدا جو کچھ چاہے گا تم پر ظاہر ہو جائے گا۔ اے قوم حسینؑ عالیقدر کی اس بات کی طرف آؤ اور میری نصیحت پر عمل کرو ؎

زاں ہمی گفتم بآواز بلند
بر شما از راہ لطف این وعظ و پند

ورنہ من از جنگ رو گردان نیم	بہر حق از بذل جان محکم پیم
جملہ دانیدم کہ حیدر زادہ ام	راہ صحرائی فنا پیمودہ ام
گر مرا افتد ز دوش امروز دست	دادہ آید از کین بدست حق شکست
چوں بر آمد صاحب دست بلند	کرد حجت را تمام از وعظ و پند

خلاصہ اشعار یہ ہے۔ کہ حضرت عباس علیہ السّلام نے لشکر والوں کو بہ لطف و کرم وعظ و نصیحت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں جنگ سے گریز کر رہا ہوں ہم تو ہمیشہ ہی سے راہ حق میں قتل ہونا حیات ابدی سمجھتے ہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ میں فرزند علی ابن ابی طالبؑ ہوں جن کا لقب حیدرؑ ہے اور ہم صحرائے فنا کی پیمائش سے واقف ہیں حضرت عباسؑ علیہ السّلام نے ان ملاعین کو نصیحت تمام کی اتمام حجت کے لیے راہ حق دکھلائی مگر ان ملاعین نے کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ آپ اس وقت گھوڑے سے اترے اور فرمایا کہ اے قوم نابکار پانی امام حسینؑ کی مادر گرامیقدر فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کا مہر میں دیا گیا ہے ان کی اولاد اور بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں تم ایک گھونٹ پانی نہیں دیتے۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو اکثر لوگ رونے لگے۔ اس وقت شمر ولد الحرام اور شیث بن ربعی۔ لشکر سے جدا ہو کر حضرت عباسؑ کے نزدیک آئے۔ اور کہا اے پسر ابو تراب اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ایک گھونٹ پانی خیام حسینؑ میں نہیں دیں گے یہ سن کر حضرت عباس علیہ السّلام مایوس ہو گئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں واپس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسین علیہ السّلام سن کر آبدیدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت کا دامن اشکوں سے تر ہو گیا۔ واحسرتا قوم جفا کار ایک قطرہ آب دینے پر راضی نہ ہوئی۔ اور اس وقت کہ جب امام مظلوم کا سر شمر ولد الحرام قطع کر دیا تھا آپ نے اس سے پانی مانگا۔

اس ملعون نے پانی نہیں دیا اور خشک گلا خنجر سے کاٹا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت عباس علیہ السّلام کی شہادت بروایت شیخ فخر الدین طریحی

روایت سوم :۔

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں بروایت شیخ فخر الدین مرقوم ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السّلام کہ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے میدان جنگ تشریف لے گئے اور اہل حرم کے لیے پانی طلب کیا تو اُس قوم نابکار نے کوئی اثر نہیں لیا آپ واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السّلام گوش مبارک تک پہنچایا اور اس طرف لشکر بد شعار میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ مبارز طلبی ہونے لگی۔ خیام امام حسینؑ میں العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور لشکر اعداء میں طبل جنگ کا شور بلند تھا۔ حضرت عباسؑ نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے بھائی جان بزور شمشیر پانی لانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام حسینؑ نے اجازت دی اور شور الوداع عباسؑ خیموں میں بلند ہوا بیبیاں آپ کے پاس جمع ہو گئیں عجب بیکسی و یاس کا عالم تھا۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا کہ اے مخدومہ بہن زینب ہیں بچوں کے لیے پانی لینے جا رہا ہوں خدا حافظ و ناصر۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی وسیدی ارید اعید بقدتی و املئی ھٰؤلاء الاطفال قربۃ من الماء اے خدا مجھے ناامید کرنا شاید میں

بچوں کے لیے پانی لاسکوں۔ میں نے پانی لانے کا قصد کیا ہے۔ فرکب فرسہ واخذ رمحۃ والقربۃ فی کتفہ۔ حضرت عباسؑ علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوئے۔ نیزہ خطی آبدار ہاتھ میں لیا اور مشک دوش پر رکھی اور اس عنوان سفر منزل شہادت پر روانہ ہوئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے نہر فرات پر چار ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر مقرر کیا تھا کہ خیام حسینؑ میں پانی نہ جانے پائے۔ جب ان پاسبانوں نے حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے دیکھا۔ تو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس وقت آپ نے نعرۂ حیدری بلند کیا اور فرمایا اے قوم کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیا مذہب ہے کہ جو تم نے اختیار کیا ہے آپ نہر پر پہنچے کہ تیر اندازوں نے تیر چلانے شروع کیے جب چاروں طرف سے تیر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السّلام کو جلال آگیا۔ اور شیر بیشہ حیدر کرّار غصہ میں بھر گیا۔ اور تلوار بکف آپ مجمع کو بھگاتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے۔ ؎

آمد بیاد از لب خشک برادرش — شد غیرت فرات دو چشم ز خون ترش
گفتا نخوردہ آب گلستان حیدری — داری تو میل آب کجا شد برادری

تشنہ است آنکہ تو گُلِ باغ فتوتست
لب تر مکن ز آب کہ دُور از مروتست

خلاصہ یہ اشعار یہ ہے کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی پیاس یاد آئی۔ غیرت آئی اور آپ کی دونوں آنکھوں سے خون آنسو بن کر ٹپکنے لگا۔ دل میں فرمایا گلستان حیدر کرّار کے نونہالوں نے پانی نہیں پیا ہے۔ انہیں پانی نہیں ملا ہے۔ اگر میں نے پانی پی لیا تو برادری کہاں رہی تو شگفتہ کلیاں یعنی کم سن بچے بغیر آب ہیں اپنے لبوں کو پانی سے تر کرنا مروّت کے خلاف ہے آپ نے پانی نہیں پیا اور چلّو سے پانی

پھینک دیا۔ نہر فرات سے نکلے تو لشکر عمر ابن سعد جمع ہو گیا۔ اور پانی لیجانے سے روکا۔ اس وقت حضرت عباسؑ کا دل بے چین ہو گیا سوچا کہ کسی طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے۔ نمعلوم کیا مشیئت خدا تھی کہ لشکر اعداء کا ایک شخص جس کا نام نوفل بن ازرق تھا۔ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ اس نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا اور آپکے دست مبارک کٹ گیا۔ اے شیعو اگر تمہارے نزدیک حضرت عباسؑ کے ہاتھ زیادہ عزیز ہیں تو ہائے عباس علمدار کہہ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارو۔ یعنی امام حسین ماتم عباسؑ کرو۔ آپ نے مشکیزہ بائیں شانے پر رکھا۔ کہ آپ کا دست چپ بھی قطع ہو گیا۔ پھر آپ نے بمشکل تمام مشک کو دانتوں سے پکڑا اور چاہا کہ کس طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے آپ نے اپنے گھوڑے کو خیمہ کا اشارہ کیا۔ گھوڑے نے حسب بھری اور خیمہ کا رخ کیا مگر وا حسرتا دو تیر دشمن کی طرف سے آئے ایک تیر مشک پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا دوسرا تیر حضرت عباسؑ کے سینۂ مبارک پر لگا۔ ہاتھ پہلے ہی قطع ہو چکے تھے نمعلوم آپ نے کس طرح تیر سینے سے نکالا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے فصاح الی اخیہ الحسین ادرکنی اور با آواز بلند فرمایا اے اخی حسینؑ، اے آقا حسینؑ ادرکنی۔ جیسے ہی امامؑ مظلوم نے بھائی کی آواز سنی۔ آپ تشریف لے گئے راہ طے کیا۔ دیکھا کہ عباسؑ خون میں غلطاں پڑے ہیں۔

حاصل اعتقاد شیخ فخر الدین طریحی یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام لاش حضرت عباسؑ خیمہ میں لائے ہیں چنانچہ شیخ فرماتے ہیں ثم حمل العباس الی خیمۃ فجددوا الاحزان و قاموا العزا اس میں روایت میں ابی مخنف و شیخ طریحی متفق ہیں لیکن جمہور علماء لکھتے ہیں کہ ہر چند امام حسینؑ نے چاہا کہ لاش عباس علمدار علیہ السّلام خیمہ میں لے جائیں لیکن امامؑ مظلوم لاش نہ اٹھا سکے۔

شہادت ابوالفضل العباس علیہ السلام بروایت ابی مخنف

روایت چہارم بنابر قول ابی مخنف :۔

ابی مخنف نے تفصیلی طور پر اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ طریحی نے بطور خلاصہ روایت نقل کی ہے۔ ابی مخنف نے نویں محرم کے واقعات میں اور شیخ طریحی نے روز عاشوراء کے واقعات میں اس روایت کا ذکر کیا ہے حالانکہ اصل واقعہ ایک ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم ہر دو واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قال الشیخ فی المنتخب لما لتقی العسکران وامتاذ الرجالة من الفرسان واشتد الجلاد بین العسکرین الی ان علا النہار۔ فرماتے ہیں کہ جب روز عاشوراء لشکر حق وباطل برابر مقابل میں ڈٹ گئے اور لشکروں میں صف آرائی ہو چکی اور ہر ایک چستی وجوانمردی کا مظاہرہ کرنے لگا۔ وقت چاشت جنگ سخت ہو گئی اور رزم شدید رخ اختیار کر گئی۔ امام حسینؑ نے عباس علیہ السلام کو بلایا اور تمام جوانان بنی ہاشم کو جمع کیا اور فرمایا کہ کنواں کھودا جائے شاید کہ پانی نکل آئے۔ حضرت عباسؑ نے تعمیل حکم امام علیہ السلام میں کنواں کھودا مگر پانی نہ نکلا۔ پھر دوسرا کنواں کھودا مگر پھر بھی پانی نہ نکلا اور ہر دو کنوئیں بند کر دیئے جب بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا تو امام حسینؑ نے آپ سے فرمایا کہ بھیا کوشش کرو اور نہر فرات سے پانی لاؤ۔ جناب قمر بنی ہاشمؑ اور آپ کے ساتھ یاور و انصار منظم ہو کر فرات کی طرف بڑھے۔ اور جب نہر فرات کے نزدیک پہنچے پاسبان نہر فرات نے

شور وغل مچانا شروع کیا۔ اور نہر فرات پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ روک دیا۔ حضرت عباسؑ کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بچوں پر تشنگی زیادہ غالب ہے قدرے پانی اہلحرم کے لیے لیجانا چاہتے ہیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ناروا الفاظ کہے اور حضرت عباس اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ جب آپ نے کوفیوں کی بے حیائی دیکھی تو شمشیر آتشبار کھینچ لی۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور ان پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا :۔

اقاتل القوم بقلب مہتد — اذّب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المہند — حتی تحید واعن قتال سیدی
انی انا العباس ذو التودد — بخل علی المرتضیٰ المؤیّد

ثم حمل علی القوم وفرقہم یمینا و شمالا وقتل رجالا ونکس ابطالا۔ بعد از رجز حملہ کیا اور لشکر ابن زیاد کے لوگ اس طرح منتشر ہو گئے جیسے درخت کے خشک پتّے ہوا سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

چنان گرم گشت آتش کارزار — کہ از نعل اسپاں بر آمد شرار
بہر جا کہ بازو بر افراختی — سر خصم در پائش انداختی
نشد در تنی تا نیر داختش — نزد بہ سری تا نینداختش
گریزند کان را در آن رستخیز — نہ روئے رہائی نہ روے گریز
شراری کہ شمشیر عباس دار — طپش در دل سنگ خارائش داد

خلاصہ یہ کہ جب آتش کارزار بھڑک اٹھی اور گھوڑوں کے نعلوں سے شرار پھوٹ نکلے اگر کسی نے ہاتھ بلند کیا تو دشمن کا سر اس کے پیروں میں آگیا۔ یعنی قتل ہو گیا۔ اس وقت نہ کسی کو راہ قرار ملتی تھی نہ راہ گریز نظر آتی تھی۔ اور عباس علمدارؑ

علیہ السلام کی تلوار سے جو شرارے نکلتے تھے وہ اسقدر تپش خیز تھے کہ پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی تلوار کے سامنے سے دشمن بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔ آپ نے پاسبانوں کے لشکر کو کنارِ نہر سے دور کردیا۔ اور آپ نہر میں داخل ہوئے۔ وفا حضرت عباسؑ دیکھنے کے قابل ہے خود پیاسے تھے۔ پانی بہہ رہا تھا۔ چلّو میں پانی لیا مگر لب تر نہیں کیے کہ حسینؑ اور اہلحرم سب پیاسے ہیں پھر آپ مشک بھر کر نہر سے نکلے۔ نہر کے پہرہ داروں کی نظریں جناب عباسؑ اور مشک پر تھیں۔ ان ملاعین نے تیراندازی شروع کی فاخذ النبل من کل مکان یعنی کہ ہر طرف سے تیر آنے شروع ہوگئے۔

زبس تیر باران کہ آمد بجوشش فگند ابر بارانی خود بدوشش
کران تیر باران کنوں آمدی بجائے نم از ابر خون آمدی

یعنی کہ تیروں کی بارش میں شدّت پیدا ہوئی لیکن حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے مشک کی بمشکل تمام حفاظت کی اور تیروں کو اپنے اوپر سہتے رہے۔ اور چاہا کہ مشک خیمہ میں پہنچ جائے۔ اسقدر تیر لگے کہ زرہ تیروں سے بھر گئی تھی اس وقت ایک ملعون نے کہ جس کا نام برص بن شیبان تھا آپ کے عقب سے دست مبارک پر تلوار کا وار کیا اور نمعلوم کسقدر تلواریں دست مبارک پر پڑیں کہ دست راست قطع ہوگیا۔ پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ کیا ابی مخنف اور صاحب کتاب المنتخب کہتے ہیں کہ۔ فقتل منھم رجالا ونکس ابطالا۔ کہ شیر بیشہ شجاعت عباس علیہ السّلام ان کے بڑے بڑے بہادروں اور جنگجو مَردوں کو قتل کیا اور مشک دوش پہ لیے ہوئے خیام اہلحرم کا رخ کیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے شور مچایا کہ ویلکم ارشقوا القربۃ بالنبل یعنی کہ

والے ہو تم پر کہ عباسؑ پانی لے کر خیمہ میں جارہے ہیں۔ ان پر تیروں کی بارش کرو چنانچہ تیر برسنے شروع ہوگئے اور لشکر عمر ابن سعد ملعون نے ہجوم کرلیا حضرت عباسؑ نے دست چپ سے حملہ شروع کیا اور ان کے ایک سو اسی (۱۸۰) لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ عبداللّٰہ یزید شیبانی نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا دست چپ کٹ گیا۔

یانفس لا تخشی من الکفار وابشری برحمۃ الجبار
مع النبی سید الابرار مع جملۃ السادات والاطہار
قد قطعوا ببغیھم یساری فاصلھم یارب حر النار

یعنی کہ میں کفّار سے نہیں ڈرتا خدائے جبّار کی رحمت کا مجھے آسرا ہے اور حضرت احمد مختار نبی الابرار اور سادات اطہار کی معیت حاصل ہے۔ تم نے بغاوت سے میرا دست چپ قطع کردیا۔ اے پروردگار ان لوگوں کے خاندان کو آگ کا مزا چکھا۔ آپ بہرحال جس طرح ہوا جنگ کرتے رہے اور بازوؤں سے خون بہتا رہا جب فوج مخالف نے یہ دیکھا کہ اب عباسؑ جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے آپ پر سب نے مل کر حملہ کیا کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور باآواز بلند فرمایا، یا ابا عبد اللہ علیک منی السلام۔ اے برادر خدا تمہیں سلامت رکھے میں رخصت ہو رہا ہوں جب آواز حضرت عباسؑ امام مظلوم کے گوش گزار ہوئی تو آپ فریاد کناں خیمہ سے نکلے۔ فرات کا رخ کیا اور فحمل علی القوم وکشفھم حملہ کیا اور ان لوگوں کو پراگندہ کردیا۔ اور لاش عباس علمدار علیہ السّلام کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر۔ خیمہ کا رخ کیا۔ لاش عباسؑ گھوڑے پر تھی اور امام مظلوم لاش کے جلو میں چل

رہے تھے خیمہ میں لاش لے کر داخل ہوئے اور زمین پر لاشہ رکھدیا۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جزاك الله خيرا من اخ لقد جاهدت فى الله حق جهاده۔ مؤلف کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام لاش عباس خیمہ میں لائے ہیں بعید از یقین ہے کیونکہ ہمارے علماء کرام اور مخالفین علماء دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی لاش خیمہ میں نہیں لائی گئی ہے علمائے اعلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔ لاش اس قابل نہ تھی کہ اٹھائی جاسکے اور جب لاش ہا شہداء کو دفن کیا گیا ہے تو حضرت عباس علیہ السّلام کی لاش کے ٹکڑوں کو جمع کرکے دفن کیا ہے اور یہ چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ نے ہمراہ امام حسین علیہ السلام جہاد کیا ہے۔ اور شہید ہوئے ہیں۔ اور انقضائے عالم تک آپ کی وفاداری، آپ کی علمداری قائم رہے گی۔ دنیا میں کوئی علمدار لشکر اس طرح زخمی ہوکر شہید نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عباسؑ شہید ہوئے ہیں بلکہ جسقدر علمداران حضرت امیرالمومنین جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی حضرت عباسؑ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا ہے۔

ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی جنگ صفین میں شہادت

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری عمر بن سعد کے چچا کا فرزند تھا یعنی چچا زاد بھائی تھا۔ ہاشم جنگ صفین ہمرکاب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام رہ کر شہید

ہوا جب کہ عمر بن سعد ملعون قاتل امام حسینؑ ہے۔ کتاب ریاض میں ہے کہ ہاشم مرد جلیل القدر تھے۔ دیندار تھے۔ دوستدار علی مرتضیٰ تھے اور دشمن علیؑ کی گھات میں رہتے تھے جنگ جمل میں بھی آپ نے شرکت کی ہے اور دشمنوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ غزوہ یرموک میں ایک تیر آپ کی آنکھ پر لگا جس کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ وكان هاشم من الفضلاء الخيار وكان من الابطال وفقات عينه يوم اليرموك قاطه۔ علماء و رجال نامدار نے ان کی مدح و ثنا کی ہے وكان راية على يوم الصفين بيده ويومئذ قتل۔ یعنی کہ آپ جنگ صفین میں علمدار لشکر حیدر کرار تھے۔ بعض حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ روز عاشورا لشکر عمر بن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ جوہری نے اپنی کتاب میں روضۃ الشہداء سے نقل کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ نصرت امام حسینؑ میں لشکر عمر ابن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہاشم جنگ صفین شہید ہوئے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید و نصر بن مزاحم وغیرہم اور علامہ مجلسیؒ نے جلد بحار ہشتم میں لکھا ہے کہ ہاشم بن عتبہ جنگ صفین شہید ہوئے ہیں۔ اور فى المجمع هاشم بن عتبة بن ابى وقاص الزهرى المرقال وكان لقب هاشم لانه يرقل فى الحراب اوقالا۔ شیخ فخر الدین مجمع البحرین مادہ رقل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مرقال لقب ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری ہے کہ جنگ صفین میں علم حضرت علی علیہ السّلام اس کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں درجہ شہادت پر فائز ہوا عبد الحمید بن ابی الحدید مجلسیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام

نے معاویہ سے مقاتلہ کیا ہے کیونکہ معاویہ اپنے لشکر کو ترغیب جنگ کے لیے صفین میں موجود تھا۔ معاویہ آہنی اسلحہ سے لیس تھا۔ دو ہزار سپاہی اس کی حفاظت کے لیے گرداگرد موجود تھے۔ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر معاویہ پر پڑی تو آپ نے مالک اشترؓ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ لشکر کو آمادہ کرو چنانچہ مالک اشترؓ نے صفین آراستہ کیں اور آپ نے اپنے سر پہ خود آہنی رکھا۔ اور فوج سے فرمایا کہ اے لشکریو خدا تم پر رحمت نازل کرے دشمن سے جنگ کے لیے صفین درست کر لو۔ مالک اشتر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ہاشم بن عتبہ بن ابی عتبہ بن ابی وقاص زہری کو بلایا۔ اور اپنی ساری فوج کا علم اس کو عطا کیا اور علمدار لشکر بنایا۔ اور اس نے لوگوں کو قتال کرنے پر آمادہ کیا۔ اس دم جناب عمار یاسر نے جو اصحاب رسولؐ خدا ہیں جو خاص درجہ رکھتے ہیں بطریق مزاح کہا اے ہاشم اقدم یا اعور، یعنی اے یک چشم علم کو آگے کشادہ کرو۔ وبر ولا خیر فی الاعور لا یأتی الفزع یک چشم کے لیے خیر نہیں ہے خوف و خطر سے انکار یقینی ہے اس کے لیے خوشی و مسرت نہیں ہے۔ عمار یاسر کا مقصد یہ تھا کہ ہاشم کو غیرت و حمیت دلائے لیکن ہاشم کو عمار یاسر کی طرف سے خجالت محسوس ہوئی اور اس نے کوئی نامناسب جواب نہیں دیا۔ لیکن یہ کہا آج کے دن میں کس طرح اپنے لشکر کو آمادہ قتال کرتا ہوں چنانچہ ہاشم نے علم کو آگے رکھا اور عقب میں سارے لشکر نے میدان کارزار میں مارچ کیا۔ تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص نے کہ جو وزیر معاویہ تھا علم ہاشم پر نظر ڈالی دیکھا کہ لشکر ہمراہ ہے ؎

علم یہ نصر الهدی فکانہ   علم النبی و حولہ الانصار

اس نے شور مچایا اور کہا کہ صاحب علم، یعنی علمدار لشکر علی مرتضیٰؑ ایک سپاہی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ سیل بے پناہ اس کے ساتھ ساتھ رواں ہے۔ اے لشکر تم بھی آگے بڑھو چنانچہ لشکر شام نے بھی حرکت کی دونوں طرف کے لشکر میں جنگ کا شور و غل بلند ہوا۔ لشکر معاویہ میں یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ یالثارات عثمان اے خون عثمان طلب کرنے والو۔ بڑھو آگے بڑھو، یہ شور لشکر معاویہ میں بلند تھا۔ اور ادھر لشکر حق میں یا اللہ، یا اُحد یا صمد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ آپ کا تمام لشکر معرکہ جنگ میں پیش پیش تھا سوائے قبیلۂ ربیعہ، امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے باثر افراد کی طرف ابا ثروان کو بھیجا کہ ان سے سبب دریافت کرے کہ وہ جنگ میں پیش قدمی کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ خموشی کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مالکم لا تقدمون الی عدوکم۔ کہ دشمن کے مقابل کیوں نہیں جاتے۔ ابا ثروان نے ان لوگوں کے پاس جا کر حضرت امیرالمومنین کا پیغام پہنچایا۔ اور واپس آکر آپ کو اس کی وجہ بتلائی کہ معاویہ نے چار ہزار و تیس سو آدمی علم اور لباس سبز میں یہاں بھیج دیتے ہیں کہ وہ فرصت و ملاقات کے وقت ہم پہ حملہ آور ہوں۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ سن کر مالک اشتر سے فرمایا کہ ان شرارت پسند لوگوں کا احاطہ کرو مالک اشتر فوراً لشکر قبیلہ ربیعہ کی طرف گئے اور فرمایا کہ ؎

غلام علی مالک شیر مست   یکی حربۂ پہلوانی بدست
چگونہ بود پیل پولاد پوش   زِ شیر ژیان چوں بر آمد خروش
بدان گونہ اشتر در آں رزمگاہ   ہمی تاخت تا ساخت دشمن تباہ

ہزیمت در افتادہ بدخواہ را
ظفر داد حق لشکر شاہؑ را

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔
مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے
یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژبان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے
دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی
اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر
معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار
بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع
آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے
بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں
ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے
حضرت امیر علیہ السلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میر اسلام
ہو اے مولیٰ آپ پر ہیں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے
ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر
ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک
نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہوگیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم
زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت
دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے
جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی
تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفیّن میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفیّن چودہ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک
جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے
ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی یادگار تھا۔ آنحضرت
کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ
نے پھر یہ علم جنگ صفیّن میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم
قدرے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین
علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ
کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک
ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج
کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہوگا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص
جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت
کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے
اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے حرب و
ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی
غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السّلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السّلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفین چودہ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدرے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہو گا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّ اعرها ساعة کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسّر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابو العرفاء نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابو العرفاء کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیر المومنین علیہ السّلام میں لے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا یہ عاشق علم رسولؐ خدا بعجز و ناز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرنا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔ ابو العرفاء نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیر المومنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا آقا ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفّین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفّین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقاء خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ السّلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثناء میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش   رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شور بدن نالہ کرد نائی   بیفتاد تب لرزہ بر دست و پائی

ز رخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدّرید زہرہ بہ پیچید ناف

خلاصۂ اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شورِ جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گراں گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفریوں کی آواز پتّہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المؤمنین علی السّلام نے فرمایا کہ اے دوستو تمہیں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المؤمنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو ؎

پیغمبرِ حق مرا برادر میگفت — باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او در ہمہ جا میکردم — آندم کہ سخن ز شرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السّلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو بار یہ کہا۔ پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اُس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسولؐ خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المؤمنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اُس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔ ؎

در آمد بغریدن آواز کوس — فلک بر دہان دہل بوس
روا از در آمد بجائے نبرد — بتواہز بر آمد بردان مرد
زمین گفتی از یکدیگر بردرید — سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین بر ہوا راہ گشت — عنان سلامت برو تشد زدست
زبس ترک بر تارک اہل کین — زمین آسمان آسمان شد زمین
صف میمنہ چوں روان شد زجائے — فغان کرد شیپور دنالید نائے
دلیران دین رایت افراختند — بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شد لالہ گوں خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسے لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آ گئے۔ زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آ چکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا ثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوش زد   قضا را قدر بر بنا گوش زد
زبس کلہ و سر کہ افتادہ بود   یکی کوہ از کلہ آگندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیر المومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیر المومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والجح ابن بدیل وصمّم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنابریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمدؐ اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آ گئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمود سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمدؐ کو نہ اپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائی کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آ چکے تھے۔ اے شیعیو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمدؐ، اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گذشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مُثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ وزبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہو کر لشکر طلحہ وزبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنوضبہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں نزع ہو رہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نور اللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ وزبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہتا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت و بہادری میں مشہور و معروف تھا امیر المومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الٰہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیر المومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آئے۔ اس طرح آئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعدا میں آئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ وزبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر با آواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ وجدل شروع ہوگئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آ رہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آئیے۔ بہر حال مسلمؓ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؓ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا مادر مسلمؓ بھی وہاں موجود تھی جب اُس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ۔

یارب ان مسلما اتاھم	بمحکم التنزیل اذ دعاھم
یتلو کتاب اللہ لا یخشاھم	فخضبوا من دمہ لحاھم
وامہ واطمة تراھم	فغادروہ قطعا تراھم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کردیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کردیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؒ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمّار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کردیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اے شیعیو۔ حضرت امیرالمومنین نے مسلم مجاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہوسکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا، حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیّار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑھی رہی

حکایت غلام حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا تاہم فرمایا یا غلام اسرقت کیا تونے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا مولیٰ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تونے چوری کی ہے وہ بولا

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتران لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔
مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور یہ پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے
یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے
دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی
اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلہ سوزاں کی مانند لشکر
معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار
بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع
آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے
بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے دیکھا کہ علم ہاسم متحرک نہیں
ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے
حضرت امیر علیہ السّلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام
ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے
ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر
ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک
نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم
زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت
دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السّلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے
جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی
تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطان ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفین چودہ۱۴ یا اکیس۲۱ ماہ تک
جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے
ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار تھا۔ آنحضرت
کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ
نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم
قدیم سے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین
علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ
کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک
ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج
کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہو گا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص
جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت
کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے
اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و
ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی
غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّ اعرها ساعة کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسّر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابو العرفا نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابو العرفا کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام میں آئے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا۔ یہ عاشق علم رسولؐ خدا بفخر و ناز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرتا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔ ابو العرفا نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیر المؤمنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا آقا ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقا خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثناء میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش — رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شور یدن نالۂ کرنائے — بیفتاد تب لرزہ بر دست و پائے
ز رخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ وراغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدّرید زہرہ بہ پیچد ناف

خلاصان اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شورِ جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گراں گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفریوں کی آواز پتہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السّلام نے فرمایا کہ اے دوستو تمہیں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو ؎

پیغمبرِ حق مرا برادر میگفت — باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او درہمہ جا میکردم — آندم کہ سخن ز شرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السّلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو بار کہا پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اُس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اُس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔ ؎

درآمد بغریدن آواز کوس — فلک بردہان دہل بوس
رہ از درآمد بجای نبرد — بتواہز برآمد بردان مرد
زمین گفتی ازیکدیگر بردرید — سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین برہوا راہ گشت — عنان سلامت برو تشد زدست
زبس ترک بر تارک اہل کین — زمین آسمان آسمان شُد زمین
صف میمنہ چوں روانشد زجائی — فغان کرد شیپور و نالید نائی
دلیران دین رایت افراختند — بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شُد لالہ گوں خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسے لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے۔ زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آچکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یالثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوشش زد   قضا را قدر بر بنا گوشش زد
زبس کلہ و سر کہ افتادہ بود   یکی کوہ از کلہ آگندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیر المومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیر المومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والیج ابن بدیل وصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمد اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آگئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمود سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمد کو نہ اپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائی کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آ چکے تھے۔ اے شیعیو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمد، اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ وزبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہوکر لشکر طلحہ وزبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو خلیتہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کررہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں تنزع ہورہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نوراللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ وزبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہتا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت وبہادری میں مشہور ومعروف تھا امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الہٰی کی طرف پرواز کرجائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کردیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیرالمومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آگئے۔ اس طرح آگئے جیسے روز عاشورا حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعدا میں آگئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضیکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ وزبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر باآواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پُر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ وجدل شروع ہوگئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کردے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کردیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آرہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آ گئے۔ بہر حال مسلمؒ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؒ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مادر مسلمؒ بھی وہاں موجود تھی جب اُس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ہے

یارب ان مسلما اتاهم	بمحکم التنزیل اذ دعاهم
یتلوا کتاب الله لا یختاهم	فخضبوا من دمه لحاهم
وامه واطمة تراهم	فغادروه قطعا تراهم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کر دیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کر دیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؒ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کر دیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اسے شیعیو۔ حضرت امیر المومنین نے مسلم مجاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہو سکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا، حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیّار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑی رہی

حکایت غلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا تاہم فرمایا یا غلام اسرقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اسے آقا، مولیٰ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

کہ ہاں میں نے چوری کی ہے۔ امام عالیمقام نے اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور تین مرتبہ کے اقرار پر اس کا دست راست قطع کیا گیا۔ اس وقت عبداللہ کوّا شارع اور اس غلام کے درمیان موجود تھا اس نے دست بریدہ اٹھا کر غلام سے سوال کیا۔ یا اسود من قطع یمینک کہ اے غلام تیرا دست راست قطع کر دیا گیا۔ غلام جو کہ حضرت شاہ ولایت کی محبت میں سرشار تھا اس نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی مدح و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میرا ہاتھ قطع کیا گیا۔ اور امیرالمومنینؑ نے عدل سے کام لیا ہے اور اس طرح آپ نے مجھے روز حشر عذاب الٰہی سے نجات دیدی ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے فخر ہے کہ میرا ہاتھ شاہ ولایت کے حکم سے قطع ہوا ہے۔ میرا ہاتھ استاد جبرئیل نے قطع کیا ہے۔ میرا ہاتھ قرآن ناطق نے قرآن صامت کے حکم سے جدا کیا ہے۔ میرا ہاتھ پشت و پناہ خلافت نے قطع کیا ہے یہ مدح و ثنا سن کر ابن کوّا حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے غلام امیرالمومنین نے تیرا ہاتھ قطع کیا اور تو ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے غلام نے کہا کہ میں کس طرح مدح و ثنا جناب امیرؑ نہ کروں کہ ان کی محبت اور اطاعت میرے گوشت اور خون میں پیوست ہے۔ بخدا علی مرتضیٰ میرا ہاتھ قطع نہ کرتے اگر خدا کا حکم واجب نہ ہوتا یعنی کہ حضرت امیرالمومنین نے حکم خدا پر عمل کیا ہے اور یہی شان مومنین کے سردار و آقا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطیع خدا اور رسولؐ خدا ہو۔ ابن کوّا حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا آج میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا وہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ جس غلام کا آپ نے ہاتھ قطع کیا ہے وہ ہاتھ قطع ہونے کے بعد آپ کی مدح و ثنا کرتا رہا۔ آپ نے اس غلام کو طلب کیا۔ اور پھر آپ نے کے دست بریدہ پر چادر ڈال کر دو رکعت نماز ادا کی اور اس

کا دست بریدہ اس کے بازو سے ملایا۔ اور فرمایا اصبطی ایھا العروق واتصلی کما کنت۔ یعنی کہ اے رگ و ریشہ بہم ہو جا اور اصلی حالت پر آ جا۔ پس یہ فرماتا تھا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے جوڑ سے ملا اور صحیح و سالم ہو گیا واحسرتا کربلا میں بھی امام عالی مقام تشریف لاتے اور اپنے پسر عباسؑ کے قطع بریدہ دیکھتے تو کسقدر صدمہ ہوتا

واقعہ صفین اور گفتگوئے امیرالمومنین علیہ السّلام با معویہ اور غلام حریت کا قتل ہونا

علامہ مجلسیؒ نے فتن میں، ابن الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں غزوۂ صفین کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جنگ صفین جو معاویہ اور امیر بحق علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے درمیان ہوئی ہے جو کہ تقریباً اکیس ماہ جاری رہی ہے اسی جنگ میں کسی روز دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ تھے کہ حضرت امیرالمومنین نے اتمام حجت کے لیے معرکہ کارزار میں قدم رکھا فنادی یا معاویۃ یامعاویۃ یکرر بھا بلند آواز سے دو مرتبہ معاویہ کو پکارا اور فرمایا کہ آخر یہ کیا کر رہا ہے عمرو عاص نزدیک آیا اور عرض کیا۔ آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ معاویہ سامنے آئے۔ تاکہ میں اس سے دو باتیں کر سکوں۔ عمرو عاص گیا اور معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ اور معاویہ معرکہ کارزار میں آیا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے معاویہ علام یقتل بینی و بینک۔ کہ میرے اور تیرے درمیان کب تک مقاتلہ ہوتا رہے گا جنگ ختم ہونا ضروری ہے۔ معاویہ نے

یہ سن کر عمرو العاص کی طرف دیکھا۔ کہ علیؑ مرتضیٰ کیا کہتے ہیں عمرو عاص نے کہا۔ قد انصفك الرجل و الله ۔ کہ علی مرتضیٰ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں ہمیں کار جنگ ختم کرنا چاہیئے ۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ اے نمک حرام تو علیؑ کی حمایت کر رہا ہے ۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ ما بار زابن ابی طالب مع شجاع قط الا وقد سقی الارض بدمہ ۔ یعنی اس وقت تک علی ابن ابی طالبؑ کے مقابل کوئی شجاع نہیں نکلا کہ وہ زمین کو خون سے رنگین کرنا میں علیؑ کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہوں پس اسیقدر بات کی اور بھاگ گیا۔ اور عمرو عاص بھی اس کے عقب میں واپس چلا گیا۔ اور معاویہ کا ایک غلام حدیث نامی تھا۔ و کان یلبس صلاح معاویۃ کان متشابھا یہ غلام سیاہ فام اکثر بیشتر معاویہ کو چھپا دیتا تھا اور خود چونکہ معاویہ کی تصویر تھا ظاہر ہوتا تھا لہٰذا معاویہ نے حریث سے کہا کہ اے غلام تو سب سے جنگ کرنا لیکن علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ عمرو عاص نے چونکہ حریث سے کہا کہ اگر تو اپنا نام بلند کرنا چاہتا ہے تو علی ابن ابی طالبؑ کو قتل کر۔ وہ احمق اس کے کہنے میں آگیا اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان کارزار میں آگیا۔ ؎

در آمد چو سیل دمان در مصاف   کشید اژدھا از شکاف غلاف
چو معرکہ بر کشم تیغ تیز   بکوبہ کنم سنگ را ریز ریز
نخواہم کسی رو بجنگ آورد   سرم جہان زیر ننگ آورد
مگر ابن عمّ رسول خُدا   بمیدان آیم وِالّاً فلاً
علی ولی شاہ لشکر شکن   چو بشنید از آن سیر این سخن

روآن کرد رخشِ جہانتاب را   برانگیخت آن آتشین آب را
عنان تکاور بدولت سپرد   بہ شمشیر عنتر کُشی دست بُرد
بزد بانگ حیدر کہ اے زاغ پیر   چو افتاد از عمر کشتی تو سیز
برو تا نجوں سرخ رویت کنم   مسلسل ترا از جعد مویت کنم
فتد زنگ بر تیغ آئینہ رنگ   من آئینہ ام بر من افتاد زنگ
چو گفت ایں سخن بر رکاب ایستاد   برآورد بازد و عنان بر کشاد
بسختی کہ زد بر سرش تیغ را   فروزندہ برقی بزد تیغ را
بیک زخم شمشیر پولاد سخت   نگوں شد نجاک آبنوس درخت

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ جب غصہ میں بھرا ہوا حریث میدان کارزار میں پہنچا اور اس نے غلاف سے تلوار نکالی ۔ کہنے لگا کہ جب میں معرکہ میں تلوار کھینچتا ہوں تو میری تلوار پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور میں کسی سے جنگ کرنے کی آرزو نہیں رکھتا اس لیے کہ کوئی میرا ہمسر نہیں ہے اگر کسی سے جنگ کروں تو جنگ کرنا میرے لیے باعث ننگ و عار ہے ۔ لیکن علی ولی جو رسولؐ خدا کے چچا زاد ہیں ان سے جنگ کروں گا اگر وہ میدان میں آئیں ورنہ نہیں ۔ جب حضرت علی ولی حیدر کرّار غیر فرّار نے اس بد نہاد کی یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس کی طرف رخ کیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے سختی کے ساتھ اس پہ تلوار کا وار کیا ۔ اور ایک ہی ضرب میں وہ ملعون رو سیاہ مثل درخت آبنوس زمین پر گرا انقدّہٗ نصفین ۔ اس کے برابر کے دو ٹکڑے کر دیتے ۔ اور حضرت امیر علیہ السّلام میدان کارزار سے اپنی جگہ واپس آگئے جب معاویہ کو حریث سے قتل ہونے کی خبر ملی کہ حضرت علیؑ نے اسے دو ٹکڑے کر دیا تو وہ بہت غمگین ہوا اور اپنے سواروں کے ساتھ

حریث کے سرہانے پہنچا اور کہنے لگا ؎

حریث الم تعلم وجهلك ظاهر	بان عليا للفوارس قاهر
وان عليا لم يبارزه فارس	من الناس الا اقصرته الا ظافر
ارتك امراً حازما فعصيتني	فخذلك المسمع النصح فتاصر

یعنی کہ معاویہ نے حریث کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اے حریث تیری جہالت ظاہر ہے کیا تو نہیں جانتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ بڑے شجاع و بہادر ہیں مرد میدان کارزار ہیں۔ ان سے کوئی بہادر نہیں جنگ کر سکتا تو نے میری نصیحت کو فراموش کر دیا میں نے نہ کہا تھا کہ علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا۔ تو نے علیؑ سے جنگ کر کے اپنی جان گنوا دی۔ تیرے لیے یہی سزا کافی ہے معاویہ وہاں سے اٹھا اور اپنی جگہ آگیا۔ حریث کے ساتھیوں میں شور و غل برپا ہوا۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کا ایک دوسرا غلام جس کا نام احمر تھا شجاعت میں مشہور تھا اور وعظ و نصیحت کرنے میں بھی مشہور تھا وہ بھی حریث کے نقش قدم پہ چلا اور میدان معرکہ میں حضرت علیؑ کے مدمقابل ہوا ؎

چو احمر بیامد میان مصاف	زبان برکشادہ بمشتی گزاف
کہ ابر سیاہ آمد از کوہ زنگ	نترسم من از اژدھا و نہنگ
قوی پنجہ و سخت بازو منم	گران کوہ راہم ترازو منم

یعنی کہ احمر میدان کارزار میں آیا تو اس نے گزاف زنی کی یعنی بیہودہ باتیں کیں اور شیخی کرنے لگا کہ میں احمر کیا ہوں بلکہ ایک ابر سیاہ کوہ زنگ سے اٹھا ہے اور میں اژدھا اور نہنگ (ناکہ) سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں قوی پنجہ اور سخت بازو والا ہوں اور میں ایک پہاڑ کو مثل ترازو سمجھتا ہوں غرض کہ احمر میدان میں پہنچا تو حضرت

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے غلام کیسان کو اسی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ردّ و بدل شروع ہوئی اور کیسان نے احمر کو قتل کر دیا۔

حجّاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؒ کا علیؑ کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؒ

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے غلاموں میں قنبر سر فہرست ہیں ان کا نام فتّاح ہے انجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے پہلے آپ زردشت کی تعلیمات کے پیرو تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ حضرت امیر علیہ السّلام کی خدمت میں آئے ہیں اور آپ ہی دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا ہے بر روایتِ ذریعۃ النجات آپ کا رنگ چہرہ سبزی و سیاہی مائل تھا۔ آپ کی اصل از حبشہ تھی اور آپ اس شہر حبشہ کے سلطان کی اولاد میں سے تھے۔ بنابریں مزاج شاہانہ تھا مگر اس کے باوجود آپ غلامی شاہ نجف پر فخر کرتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز حجّاج بن یوسف ثقفی کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے کسی غلام کو بلا کر دیکھوں اور اس سے گفتگو کروں۔ چنانچہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں کسی غلام علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کو دیکھوں اور اس کو تہ تیغ کروں تاکہ بارگاہ خدا میں تقرب حاصل ہو۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ اس زمانہ میں قنبر سے زیادہ قریبی غلام علی مرتضیٰ کوئی اور نہیں ہے کیونکہ قنبر نے بہت عرصہ تک امیر المومنین کی خدمت انجام دی ہے حجاج نے فرمان

جاری کیا کہ قنبر کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے قنبر کو بلایا گیا جب قنبر اس کے دربار میں پہنچے اور اس کی نظر قنبر پر پڑی کہنے لگا کہ تو قنبر غلام علی مرتضیٰ ہے کیا تیرا مولا علیؑ ہے قنبر نے کہا کہ اگر تو حضرت رسول خدا کے فرمان کا معتقد ہے تو سن۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ حجاج نے سوال کیا اے قنبر تیرا آقا کون ہے تو کس کا غلام ہے قنبر جانتے تھے کہ حجاج کو مدح علیؑ پسند نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہاں اس کے سامنے مدح علیؑ شروع کی تاکہ اس ملعون کو زیادہ خجالت و تکلیف پہنچے جناب قنبر نے حضرت مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی مدح میں کہا۔ انا عبد لعلی المرتضی و لی الموالی کلما ازدت میکا فیہ قالوا لاتعالی ایها الناس انا مولیٰ امیرالمؤمنین وبایع البیعین و هاجر الهجرتین ولم یکفر بالله طرفة العین انا مولیٰ صاحب المؤمنین ونور المجاهدین و وارث النبیین وخیر الوصیّین واکبر المسلمین ویعسوب الدین ورئیس البکّامین وزین العابدین وسراج المهتدین وضوء القائمین وافضل القانتین واول المؤمنین من آل یٰسین المؤید بجبرئیل الامین والمنصور بمیکائیل و المحمود عند اهل السماوات اجمعین سید المرسلین والسابقین و قاتل الناکثین والقاسطین ولمحامی عن حرم المسلمین و وصی نبیہ فی العالمین وامینه علی المخلوقین ؎

آن حاکم کشور ولایت

فتویٰ دہ دولتِ ہدایت

دارندۂ تخت بادشاہی	دارئ سفیدی و سیاہی
رزاق ز آسمان ارزاق	سردار سرپر دار آفاق
فیاضہ چشمۂ معانی	کیوانِ امور آسمانی
کان از کف او خراب گشتہ	بحر از کرمش پُر آب گشتہ
آن بدر کہ نام او منیراست	در غاشیہ داریش حقیر است
آنجا کہ سمند او زوی سم	شیراز از نمط زمین شدی کم

مولف کتاب نے مدح امیرالمومنین علیہ السلام بصورت نظم کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ تمام خدائی کے بادشاہ ہیں، ہر سفید سیاہ پر حقوق بادشاہی رکھتے ہیں۔ آسمانی رزق عطا کرنے والے ہیں آسمانی کناروں کے سردار و بادشاہ ہیں یعنی مطالب اور علم کا فیض پہنچانے والے ہیں۔ امورات آسمانی کے لیے فلک ہفتم ہیں۔

بقیہ مدح علیؑ بزبان قنبر — ولی الله، ناصر دین الله، وکلمة الله، وعیبة علمه وکهف دینه سمح منجی باذل جری همام صابر صوام مهدی مقدام، قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب علی الرقاب اربطهم عنانا واثبتهم جنانا واشدهم شکیمة۔ باذل باسل صندید، ضرغام، حازم، عزام، خطیب، محجاج، کریم الاصل شریف الفضل فاضل القبیلة تقی العشیرة زکی الزکاء، مودی الامانت، امام العباد، مهدی الرشاد الاشعث الحاطم، و البطل الجماجم، و اللیث المزاحم، بدری، مکی، روحانی شعشانی من الجبل شواهقها، ومن ذری

الھصاب روشھما، ومن العرب سیدھا ومن الوغا لیثھا البطل الھمام واللیث المقدام والبدر الشمام محك المؤمنین ووارث المشعرین ابو السبطین ابن عم النبی واللہ امیرالمؤمنین حقاحقا علی ابن ابی طالب علیہ من الصلوٰۃ الزکیۃ اذکاھا ومن البرکات السنیۃ اسناھا ۔؎

علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے
خدا کے بعد رسالتمآبؐ سمجھے ہیں

حجاج بن یوسف ثقفی نے جب یہ مدح سُنی تو وہ بہت پراگندہ ہوا۔ اور قنبر پر غضبناک ہوا سچ ہے کہ منافق مدح امیرالمومنین علی علیہ السّلام نہیں سن سکتا۔ البتہ آواز راگ سن سکتا ہے اس وقت حجّاج نے کہا کہ قنبر علیؑ سے بیزاری کرو ورنہ میں تمہاری گردن قطع کر دوں گا۔ قنبرؓ نے کہا کہ اگر علیؑ سے بیزاری چاہتے ہو تو مجھے علیؑ سے بہتر اُمتِ رسولؐ میں کوئی دوسرا شخص بتلاؤ کہ جسے ہم اپنا مولا سمجھیں ؎

ای خجالت ہمہ شبہائی تو	روسیہ از روز طر بھائی تو
این ہمہ مدحی زعلیؑ کردہ ام	مدح کریم ازلی کردہ ام
ای زخدا غافل واز خویشتن	چند کنی ظلم چہ خواہی زمن
زور جہان بیش زبازوی تست	سنگ وی افزوں زترازوی تست
نیست مبارک ستم انگیختن	آب خود و خون کسان ریختن

تیر ستم دور کن از راہ ما
تا نخوری تیر سحر گاہ ما

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ قنبرؓ نے کہا اے حجاج تیری ساری راتیں اور سارے دن عیش و طرب و غنا میں گزرتے ہیں مگر تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ خجالت محسوس نہیں کرتا۔ یہ مدح علیؑ جو میں نے کی ہے یہ میری زبان کے نکلے ہوئے الفاظ نہیں بلکہ خدائے کریم نے مدح علیؑ کی ہے۔ اے بدبخت تو خدا سے غافل ہے اور اپنی ذات سے غافل نہیں۔ جو تو مجھ پر ظلم کرنا چاہتا ہے کر لے۔ تیرے بازوؤں کی طاقت سے دنیا کا زور زیادہ ہے اس کا ایک سنگریزہ تیری ترازو سے افزوں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ بھی صاحبان اقتدار موجود ہیں تو ان کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ تجھے ظلم و ستم کرنا مبارک نہیں ہے اپنی آبرو کھوتا ہے اور لوگوں کا خون بہاتا ہے۔ اور اے حجّاج ہم سے اپنا تیر ستم و ظلم دور رکھ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو ہمارا تیر صبح دم کھانا پڑے یعنی ہمارے مولا کے نور کے سامنے تیری سیاہی ختم ہو جائے۔

اس پر حجاج نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ بتلاؤ تم علیؑ کی محبت میں قتل ہونا پسند کرتے ہو۔ قنبر نے کہا کہ میں اس چیز کو تجھ پر چھوڑتا ہوں۔ حجّاج نے کہا کہ تو مجھ پر کیوں چھوڑتا ہے۔ قنبرؓ نے کہا اس لیے کہ بہرحال تو مجھے قتل کرے گا اور تو ایسا ہی چاہتا ہے کیونکہ میرے مولا امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ تو میری محبت میں قتل کیا جائے گا۔ بس حجّاج ملعون نے جلّاد کو حکم دیا کہ تلوار لائے اور چمڑے کی کھال کہ جس پر قتل کیا جاتا ہے حاضر کرے۔ جلّاد شمشیر و کھال لایا۔ اور جلّاد نے قنبر رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت قتل کر ڈالا۔ اس موقعہ پر۔ دیک الجنّ، ایک شاعر دربار میں موجود تھا اس نے حجّاج سے دریافت کیا اے امیر کیا سب دوستداران علیؑ کو قتل کرے گا۔ اس

کے اس کلام پر حجاج ملعون بہت برہم ہوا۔ اور یحییٰ البجنّ اس جگہ سے اٹھا
عمامہ زمین پر پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ الامان از ظلم امیہ کہ بنی امیہ کے مظالم سے
پناہ مانگتا ہوں کہ انھوں نے سردار جوانان جناں کو قتل کیا۔ اور بعدہ گھوڑوں
کی نعل بندی کر کے ان کی لاشوں کو پائمال کیا۔ دن گزرنے کے بعد دوستداران
علی مرتضیٰ بوقت شب لے اور قنبر علیہ الرحمۃ کی لاش کو سپرد خاک کیا۔

روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا

علّامہ مجلسیؒ علیہ الرحمۃ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے ثم التفت الحسین
عن یمینہ فلم یرا احدا من الرجال و التفت عن یسار فلم یرا احدا۔
یعنی روز عاشوراء پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے دائیں جانب نظر ڈالی تو
عزیز و انصار میں سے کوئی نظر نہ آیا بائیں جانب نظر ڈالی تو کوئی نظر نہ آیا کیونکہ
سب مقتل میں گلے کٹائے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ نے اس وقت سوے
آسمان نظر اٹھائی اور آہ سرد کھینچی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ حضرت
سیّد سجادؑ نے اپنے بابا حسینؑ پر نظر کی دیکھا کہ حسینؑ حیران و ششدر کھڑے
ہیں اور نظر اٹھائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے خیمہ
سے تلوار نکالی۔ صاحب کتاب الریّاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کی یہ حالت دیکھ
کر سید سجادؑ کا بدن کانپ رہا تھا اور ضعف و نقاہت غالب تھی۔ اور آپ
قریب بہ ہلاکت پہنچ گئے تھے۔ حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی۔ امام حسینؑ کی نظر

سید سجادؑ پر پڑی سرہانے تشریف لائے۔ اور فرمایا اللہ اللہ، اے نور دیدہ تو
میرے بعد حجت خدا ہے تو امام اُمت ہے۔ تو ہی میرا خلیفہ ہے کیا تو بھی
ختم ہو جائے گا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بیمار کے پاس بیٹھ
گئے اور جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں تلقین کیں اور خدا حافظ فرمایا۔ شیخ طریحی کتاب
منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے
پدر بزرگوار شہادت سے قبل میرے خیمہ میں آئے مجھے تسلّی دی اور فرمایا کہ اے
فرزند ایک روز جبرئیل امین دحیہ کلبی کی صورت میں ہمارے جدّ نامدار کی خدمت
میں آئے۔ میں اور بھائی حسن مجتبیٰ دونوں نانا کے دوش پر بیٹھے تھے کہ اس حال
میں جبرئیل نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور پھر ایک انار ایک بہی اور ایک
سیب ان کے ہاتھ آیا اور وہ دے دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بچوں اب تم
اپنے گھر چلے جاؤ۔ ہم دونوں اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ اور امیر المؤمنین علیہ السّلام نے
فرمایا کہ اے بچو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں نہ آ جاؤں نہ کھانا۔ آنحضرتؐ
خانۂ زہرا سلام اللہ علیہا میں تشریف لائے اور پنجتن پاک جمع ہو گئے تو ان میوجات
کو سامنے رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی وہ میوے اپنی پوری حالت
میں تھے۔ یعنی ہر سہ میوہ جات سالم تھے۔ اور جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی
تو انار غائب ہو گیا بہی اور سیب باقی رہا۔ اور جب ہمارے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ
شہید ہوئے تو بہی غائب ہو گئی اور سیب باقی رہا۔ اور آج کے دن تک سیب
ہمارے پاس ہے جب پیاس کا غلبہ ہوتا ہے میں اس سیب کو سونگھتا ہوں اور
تشنگی رفع ہو جاتی ہے اے بیٹا سید سجادؑ اب میں نے اس سیب کو دیکھا تو اس میں
تغیر پیدا ہو گیا ہے اور سیب کی وہ طراوٹ ختم ہو گئی ہے۔

یعنی اب مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے پھر وہ سیب چلا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں قتل گاہ میں گیا۔ مجھے اس سیب کی تلاش تھی لیکن مجھے سیب نہ ملا البتہ میں نے اس کی خوشبو محسوس کی۔ اور اب میں اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کرتا ہوں تو خوشبوئے سیب محسوس ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی شخص کربلا جا کر زیارت قبر امام حسینؑ کرے تو خصوصاً وقت سحر اس سیب کی خوشبو قبر مطہر سے محسوس کرے گا۔ سیب کی خوشبو سونگھے گا اللھم ارزقنا خدایا ہر ایک زائر کو یہ خوشبو سونگھنا نصیب کرے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ نے بیمار فرزند کو تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ اے بیٹا تم حجّت خدا، میرے خلیفہ اور امام امّت ہو۔ تم قتل نہیں ہو گے بلکہ اسیر ہو کر سوئے شام جاؤ گے دربار یزید پلید میں داخلہ ہوگا اہلحرم اس لبستہ تمہارے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ اور اے فرزند جب تم شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچو تو ہمارے دوستو۔ ہمارے محبّو اور ہمارے شیعو کو ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو ہماری پیاس یاد رکھنا۔ سکینہ کی پیاس یاد رکھنا۔ عباسؑ کے کٹے ہوئے شانے یاد رکھنا۔ اور علی اصغر کی پیاس یاد رکھنا کہ جسے سوال آب کرنے پر پانی نہ ملا۔ بلکہ آب تیر سے اس کی پیاس بجھی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ؏

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا حضرت سیّد سجادؑ سے رخصت ہونا

قال العلامۃ فی البحار لما فجع الحسین علیہ السلام با هل بیتہ و ولدہ

ولم یبق غیرہ وغیر النساء والذراری فنادی هل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ - یعنی کہ جب امام حسینؑ کے یاوران و انصاران اور عزیز اقربا سب شہید ہو گئے اور صرف سیّد سجادؑ اور اہلحرم باقی رہ گئے تو امام حسینؑ نے استغاثہ فرمایا کہ ہے کوئی جو اہلحرم سے دشمن کو دور رکھے میری اس بیکسی کے عالم میں مدد کرے ؎

عترت حق بے معین و مونستد
اندر ایں صحرا غریب و بیکسند

فخرج علی بن الحسین بن زین العابدین وکان مریضا لا یقدر ان یقل سیفہ وام کلثوم تنادی خلفہ یا بنی ارجعی۔
یعنی کہ امام حسینؑ کے استغاثہ پر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے کہ اپنے پدر بزرگوار کی نصرت کو جائیں کہ جناب ام کلثومؑ نے ان کو روکا کہ اے بیٹا واپس آجاؤ۔

صفی شاعر نے اس حالت کو منظوم کیا ہے ؎

بود بیماری اسیر و بستری — حق نژادی بیکسی بے یاوری
رفتہ بود از ضعف بیماری زہوش — صیحۂ مرورا آمد بگوش
جست از جاء گفت ای روح رواں — ہست اندر تن ہنوزم نیم جان
آمدم ای دوست باحال خراب — گردنم را نشد غم عشقت طناب

آمدم اے دوست از جان بیدریغ
باردم کر بر سر آتش جائی تیغ

یعنی کہ حضرت سیّد سجادؑ باوجودیکہ بیمار و ناتوان تھے۔ مگر اپنے بستر علالت سے اٹھے۔

میدان کا رخ کیا کہ حسینؑ کے استغاثہ پر مدد کریں۔ کہ جناب ام کلثومؑ اور حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ اے فرزند کہاں جاتے ہو تمہارے جسم میں طاقت حرب کہاں ہے تم ضعیف و ناتواں ہو۔ فقال یا عمتاہ ذرینی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ۔ اے پھوپھی جان خدارا مجھے جانے دو تاکہ میں اپنی جان فرزند رسولؐ خدا پر قربان کروں فقال الحسین یا ام کلثوم خذیہ لئلا تبقی الارض خالیا من نسل آل محمد۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن سجاد کو رُد کو ایسا نہ ہو کہ یہ شہید ہو جائیں اور زمین نسل آل محمدؐ سے خالی ہو جائے۔ آوازا امام حسین علیہ السلام خیمہ میں پہنچی حضرت زینب خاتونؑ نے سید سجادؑ کا بازو تھاما اور دوسرا بازو جناب ام کلثومؑ نے تھاما اور ان کو بستر پر لا کر لٹا دیا حضرت سید سجادؑ کر گئے۔ ہوش میں آئے تو دیکھا کہ زینب خاتون باسر برہنہ آپ کے پاس آگئیں اور فرماتی ہیں کہ سید سجادؑ اٹھو تو سہی آسمان سے خون برس رہا ہے حسینؑ مارے گئے آپ نے فرمایا کہ پھوپھی اماں پردہ در خیمہ کا اٹھا دو پردہ اٹھایا آپ نے میدان قتال کی طرف نظر کی فرمایا پھوپھی اماں اب اسیری کا وقت آگیا حسینؑ قتل ہو گئے ہے

ای عمہ زار دل کبابم — وی مادر طفلگان باہم
برخیز کہ موسم اسیریست — بنشین کہ زمان دستگیریست
الوای کہ کشتہ شد حسینم — غلطیدہ بخون ضیاء عنیم
بر جانب قتلگہ نظر کن — روی معجر نیلگون بسر کن
آنراس کہ بر سر سنین است — باللہ سر باب من حسین است
کشتیم ز جور شمر کافر — من بے پدر و تو بی برادر

درکون و مکان خروش و غوغاست — فریاد و فغان واحسیناست
کن جمیع تمام طفلان را — دور مبشان تو کودکانرا
ریزند ہمیں زمان سواران — بر خیمہ چو سیل کوہساران
بگذار طفلگان محزون — از خوف کنند رو بہامون
از کثرت اژدحام مردم — یکبار شور ز میان گم
یا آنکہ بزیر سم اسپاں — پامال شوند آن غریبان
در خیمہ چوں افگنند آتش — گردند چو کودکان مشوش
ناگاہ ز گوشہ و کنارہ — افتد بمیان شان شرارہ
جہدی کن و چادری بسر کن — اندیشہ رفتن سفر کن
برگوی بدختران کہ یکجائی — خلخال برآورند از پائی
ریزند بخاک زیب و زیور — آویزہ و یارہ گوہر و زر
دربرول زیور آن غریبان — بینند اذیت فراوان

از خود فگنند چونکہ زیور
بینند جفا و جور کمتر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت سید سجادؑ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں بیکس و دل کباب، اور اے مادر اطفال بے آب اے پھوپھی اماں اٹھو کہ آپ سردار اہلبیت ہیں اور دستگیری کا زمانہ آگیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے حسینؑ قتل ہو گئے ان کی آنکھیں خون میں غلطاں ہیں۔ اے پھوپھی اماں ذرا مقتل کی طرف دیکھئے اور سر سے چادر کا گوشہ ہٹا دیجئے دیکھئے کہ نیزہ پر کس کا سر مبارک ہے واللہ یہ تو میرے بابا حسینؑ کا سر ہے جنہیں شمر ملعون و کافر نے قتل کیا ہے۔ اور اے

پھوپھی اماں میں بے پدر اور آپ بے برادر ہو گئیں۔ زمین و آسمان کے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہیں شور فغاں برپا ہے۔ آپ ذرا بچوں کو جمع کریں اور اے پھوپھی ابھی سواروں نے غریبوں کی لاشوں کو پامال کیا ہے۔ اور خیموں کی طرف سیل دشمناں آرہا ہے غم زدہ بچے صحرا کی طرف جا رہے ہیں۔ شور و غل رزمگاہ میں زیادہ ہے اگرچہ اب حرب و ضرب بند ہو گئی ہے اور اے پھوپھی اماں جب لوگ در خیمہ پر آگ لگائیں گے تو بچے زیادہ پریشان ہو گئے کہ اس اثنا میں ملعونوں نے خیام اہل بیتؑ میں آگ لگا دی۔ شرارے بلند ہونے لگے۔ اب مشقت اٹھائیے اور سفر شام کی فکر کیجئے عورتوں کے زیورات اتار دیجئے۔ گوشوارے اور کنگن، گوہر زر، زیب و زیور سب خاک میں ملا دیجئے کیونکہ ان چیزوں کی موجودگی میں اہلحرم کو اور بھی زیادہ اذیت ہو گی اور اگر از خود زیورات اتار دیئے تو اذیت کم ہو گی جور و جفائے ملاعین کم ہو گا۔

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابن شہر آشوب شہزادہ علی اصغرؑ کی والدۂ ماجدہ شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ امیر صاحب روضۃ الصفا نے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ۔ فتقدم الی باب الخیمۃ وقال الزینب ناولینی ولدی الصغیر حتی اودعہ فاخذوہ اولی الیہ

لقبہ فرماہ حرملۃ بن کاہل لعنۃ اللہ بسھمھم فوقع نحرہ وذبحہ

اکثر محدثین و ارباب مقاتل نے حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس شش ماہہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جفاکار سیراب کر دے اور واپس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اوّل:۔

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ در خیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہلحرم خدا حافظ و ناصر۔ امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہلحرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں۔ ازواج، اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سن السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینب خاتون اس بچہ کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔ اخت اتینی بطفلی اراہ قبل الفراق فاتت بالطفل لایھذروا الدمع مراق یتلظی ظماء و القلب منہ فی احتراق غابری العینین من طاری البطن داری الشفتین۔ یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینب خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔ السیّد لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثناء میں حرملہ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوئے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ ذبح ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو

آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چلو میں لیا۔ فلما امتلأ تارى بالدم نحو السماء۔ یعنی کہ جب آپ کا چلو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا اے خواہر هون على ما نزل بى انه بعين الله یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔ قال الباقر علیه السلام فلم يسقط من ذلك الدم قطرة على الارض ...... الخ روایت اللہوف کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا معلوم اس خون کو ملائکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ دست قدرت الٰہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہؑ زہرا بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ، یا دونوں نے اس خون کو خود لے لیا اور اس کو رسولؐ خدا نے اپنی ریش مبارک پر خضاب کیا اور سیدہ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ اے شیعو دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغرؑ دوسرے جب امام حسینؑ کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم :۔

از قول مجلسیؒ و صاحب روضۃ الشہداء۔ فى البحار نقلا عن الجماعة انه لما فجع الحسين باهل بيته وولده ولم يبق معه غيره وغير النساء والذرو —— فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے نادى من ذاب يذب عن حرم رسول الله

هل من موحد يخاف الله فينا وهل من مغيث يرجو الله فى اغاثتنا حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں ہے کوئی کہ حرم رسولؐ خدا سے اعداء دین کے شر کو دور کرے کوئی موحد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ مخدرات حرم نے سنی گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے فتقدم الى باب الخيمة فقال ناولونى علياً ابنى الطفل حتى اودعه۔ حضرت امام حسینؑ نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کریں مگر حضرت علی اصغرؑ نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیر خوار کو مجھے دیدو تاکہ میں اسے وداع کر لوں۔ علی اصغرؑ کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچہ کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس طفل شیر خوار کو اسقدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو قربوس زین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے فرفع بيديه فدعى للقوم بالله والخطب قطيع نبثونى هل انا المذنب ام هذا الرضيع لاخطونى فعليه شبه الماء الشفيع لم يكن شافعكم خصمالكم فى النشاتين امام مظلوم نے باواز بلند فرمایا کہ۔ يا قوم اذ لكن انا اثما على زعمكم یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بعجلت تمام پانی پلا دو تاکہ میں بچہ کو اس کی

ماں کی سپرد کردوں۔ ان ملاعین نے کہا اے حسینؑ کہ بغیر اجازت ابن زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و اہلحرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولاً کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔ الاخر حرملہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغر کی طرف رہا کیا۔ تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

فاستهدف حلق الرضيع وعبرتا النشابة من حلقه الى عضد الحسين عليه السلام يعني کہ تیر حرملہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشان بلکہ تین نشانے، گلوئے علی اصغرؑ، بازوے حسینؑ اور دلِ اُمّ رباب واحسرتا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اِس طفل موصومؑ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا بچہ کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچہ لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کوثر سیراب کریں گے یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعو تمہیں بھی امام حسین علیہ السّلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ شیعتی مهما شربتم ماء عذب فاذكرونی - سمعتم بغريب اوقتيل فاندبونی - ليتكم فی يوم عاشوراء جميعا تنظرونی - كيف استقى يطفل فابوان يرحمونی يعني اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قتیل کا نام تو مجھے پر نوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشوراء

ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی

مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

جب روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ اہلحرم سے رخصت ہونے کے لیے خیمہ میں آئے۔ مخدّرات نے حلقہ بنا لیا۔ واحسیتاہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ قال ابو مخنف فی المقتل انه عليه السلام اقبل الى ام كلثوم وقال لها يا اختاه اوصيك بولدی الاصغر فانه طفل صغير وله من العمر ستة اشهر. یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب اُمِ کلثوم سے فرمایا کہ اے میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثوم نے عرض کیا يا اخی ان هٰذا الطفل له ثلثه ماشرب الماء. اے برادر تین دن سے اِس بچہ نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہو گا اگر تم اس قوم جفا کار سے اِس بچہ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ بروایتے فوادج آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچہ پر عبا کا دامن ڈال دیا۔ اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمہ سے لے گئے اور فوج اشقیاء کا سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عباء رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامہ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعدہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی

ملا ہے۔ تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو۔ کتاب منبع الدموع میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور برپا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرملہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہ حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ اس ملعون نے ایک تیر سہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغر کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ فذبح الطفل من الاذن الی الاذن کہ علی اصغر کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے خون آلودہ لاش پسر سینہ سے لگائی۔ ثمہ رجع بالطفل مذبوحا و دمہ یجری علی صدر الحسین کہ حضرت امام حسین اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور در خیمہ اُمّ کلثوم پر آئے اور بچہ کو خیمہ میں لے گئے۔ اہلحرم میں ایک شور برپا ہو گیا امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا ہے

یارب لا تترکنی وحیدا	فقد تری الکفار والجحودا
قد اکثروا العصیان والجحودا	قد صیرونا بینهم عبیدًا
یرضون فی فعالهم یزیدًا	اما اخی فقد مضی شهیدا
معفرا بدمه خضیبًا	فی وسط قاع مفردا بعیدًا

ے

ہر دم ہزار شکر تو اے داور حسینؑ	کردید کشتہ اکبرؑ و ہم اصغرؑ حسینؑ
کردید کشتہ اکبرؑ و ہم اصغرؑ حسینؑ	این فرق غرق خون شدہ این خنجر حسینؑ
گفتی کہ پس عزیز بود طفل شیر خوار	این نوک تیر و این گلوئے اصغرؑ حسینؑ

گفتی براہ ما بتما ترک از عیال	این راہ شام و کوفہ و این خواہر حسینؑ

گفتی مخواہ دختر خود این چنیں عزیز
این خواہش کنیزی و این دختر حسینؑ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے پروردگار حسین۔ تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبرؑ و اصغرؑ تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ میں نے تیری راہ میں اکبرؑ و اصغرؑ کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؑ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کیجا اور تیر ظلم کیجا۔ گلوے علی اصغر کیجا اور تیر حرملہ کیجا۔ اور اے پروردگار میری بہنیں کجُا اور راہ کوفہ و شام کیجا۔ اور پروردگارا میری دختر کس قدر عزیز تھی لیکن دربار یزید ملعون میں اس کو کنیز بنانے کی خواہش کی گئی۔ پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کی عمر میں اختلاف ہے امیر محمّد خواوند شاہ نے علی اصغر علیہ السّلام کا سن مبارک ایک سال قیاس کیا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر نشانۂ تیر ظلم بنا امام حسینؑ اس وقت فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قال الدربندی لما یتمع ھٰذا النور والنیر والقمر المنیر استغاثۃ ابیہ قطع القماط والقی نفسہٗ۔ یعنی کہ دربندی فرماتے ہیں کہ قماط اور قنداقہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنداقہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چسپاں کرتے ہیں۔ مجازاً کندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملّا محمد رضائی استرآبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ برائے نصرت دیا وری شہزادہ علی اصغرؑ کے گوش زد ہوئی تو علی اصغرؑ نے ہمک کر

اپنا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قماط پھٹ گیا اور علی اصغرؑ نے رونا شروع کیا۔ آخر کو علی اصغرؑ حیدر کرّار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ۔

دست از قنداق جان بیروں کشید بندہای بستہ را برہم درید

آری آری شیر حق است اے وَلد
آنکہ در گہوارہ اژدرہا درد

یعنی کہ حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آگئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغرؑ بھی حیدر کرّار کے پوتے ہیں جنہوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ وبکی وفج حسیناً بذٰلك روحی وارواح العالمین فداہ الی اجابۃ دعوۃ ابیہ بلبۃ الغیبیہ والمکاشفات النحتانیۃ۔ یعنی جب علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہلحرم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی۔ امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ علی اصغرؑ جھولے میں مچل رہے ہاتھ پیر مارتے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔ فرجع الامام الی نحو الخیام وسئل الصدیقۃ الصغریٰ اعنی زینب عن سبب تلك الحالۃ فاخبرتہ بما صنع الطفل بعد استغاثۃ واستنصارہ۔ امام حسین علیہ السّلام نے جناب زینب خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے تمہارے استغاثۂ نصرت کی آواز سن ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زینب

چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفہ کو ہمیں دیدو۔ ووضعہ فی مقدم السراج واقبل الصفوف فرفعہ بیدہ حتی یروہ۔ ؎

چوں بمیدان بردست پدر
آیت کُبریٰ حق شُد جلوہ گر

یعنی کہ جب شہزادہ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال واکرام کی ایک آیت بن کر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس قوم بے حیا سے سوال آب کیا علی اصغرؑ نے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوج اشقیاء سے خطاب کیا۔ اما ترونہ کیف یتلظی عطشا ابن من یرحم الصغیر ویطفی جر صدرہ ببرد ماء زلال طلب الماء منہم وسقوہ من کئوس المنون ماء و یال۔ یعنی ہے کوئی جو اس طفل شیر خوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آب سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفا کار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرملہ نے تیر رہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچہ کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبرسیؒ اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ انہ علیہ السلام نزل حینئذ عن فرسہ وحضر للصبی بجفن سیفہ وزملہ بدمہ ودفنہ ثم وصب قائما۔ جب علی اصغرؑ نشانۂ تیر حرملہ ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور اس شیر خوار کو دفن کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا رب انتقم لنا من ھولاء الظالمین کہ بارالہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام

لے ۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمہ ابو الفتوح وکمال الدین طلحہ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے ۔ مرحوم شیخ جعفر رضا خصائص دفن علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دوسرے شہداء کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ جب سرہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیر خوار کا سر نہ کاٹ سکیں ۔ اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغرؑ پائمال نہ ہو ۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پُر خون تماطا اہلحرم کی نگاہ سے نہ گزرے ۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب الرّیاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغرؑ کا پُر خُون شلوکا زیر عرش پیش کر سکیں ۔ اور امام حسینؑ بعجلت تمام قبر علی اصغرؑ سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا ۔ طاقت جواب دے گئی تھی شیخ جعفر اور بعض دوسرے اہل مقاتل لکھتے ہیں کہ ظالموں نے جب شہیدوں کے سر کاٹے ۔ جگہ جگہ ظالم زمین نیزہ گاڑھتے تھے اور نکال لیتے تھے اس طرح ایک جگہ نیزہ زمین گاڑھا اور پھر باہر نکالا تو علی اصغرؑ کا لاشہ باہر نکل آیا اور ظالم نے سر علی اصغر جدا کیا جب اہلحرم نے اس ظلم کو دیکھا تو خیام امام مظلوم میں کہرام برپا ہو گیا ۔

محبت اولاد

خلاق عالم اور مصوّر بنی آدم نے جب تخلیق بشر کی اور تصویر بنائی تو ماں اور باپ کے دل میں اولاد کی محبت ودیعت کر دی حتیٰ کہ حیوانوں میں بھی یہ جذبۂ محبت پایا جاتا ہے ۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ سلطان منجر بن ملک شاہ سلجوقی کہ جو بہت زیادہ رعیّت پرور اور عادل تھا ۔ ایک روز بقصد شکار صحراء کی طرف گیا ۔ بادشاہ سیر و سیاحت میں مصروف تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑ کے بائیں کسی شے پر ٹھہری وہ ایک بچہ تھا کہ دُور سے بادشاہ کو مرغ نظر آیا ۔

اس بچہ کی ماں (مرغی) اپنے بچہ کے لیے دانا تلاش کرنے گئی تھی ۔ بادشاہ نے اس خیالی مرغ کو شکار کرنے کے لیے تیر و کمان سنبھالا ۔ کہ تیر رہا کرے اور مرغ شکار ہو جائے کہ جیسے ہی بادشاہ نے اس بچۂ مرغ کی طرف تیر رہا کیا اور بادشاہ کا تیر اس تک پہنچا تو اس بچہ کی روح نکل گئی اور بچہ نشانۂ تیر شکار ہو گیا بادشاہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ بچہ مردہ پایا ۔ اسی وقت وہ مرغ کہ جو دانہ کی تلاش میں سرگردان تھا آگیا اور اس بحسرت و یاس بادشاہ کی طرف دیکھا اور اس نے بزبان حال کہا کہ اے بادشاہ تو نے میرا گھر برباد کر دیا خدا تجھے بھی برباد کرے ؎

شاہ چو دید آن شغب دردناک — کرم فرو جست ز توسن نحاک
طشت طلب کرد یکی تیغ تیز — طشتِ دگر کرد پُر از گنج ریز
تیغ سیاست بسر خویش برد — در نظر بیوہ در ویشی برد
گفت بکش ماتم خود سور کن
دام خود از گردن من دُور کن

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ جب بادشاہ نے جب یہ فتنہ و فساد دیکھا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اس نے دو طشت منگائے ایک میں تلوار تیز دھار رکھی اور دوسرے میں زر و جواہر رکھے تیغ سیام اپنے سر پر بلند کی۔ اور درویش (فقیر و محتاج) کی طرف نظر کی اور کہا کہ تو اپنے سوز و ماتم کو خوشی سے بدل لے میرا سر حاضر ہے اور اپنے خود ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کر لے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ اے مادر مرغ کہ اگر مجھ سے اپنے بچہ کا قصاص لینا ہے تو میں حاضر ہوں تلوار و خنجر موجود ہے اگر تو مجھے معاف کر دے اور خون بہا لے تو یہ زر و جواہر حاضر ہیں۔ اس کو بادشاہ پر رحم آیا اور کہا اے بادشاہ تیرا فعل خدا کے نزدیک تو ناچیز ہے مگر میں تجھ سے راضی ہوں۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبت سب ہی کو ہوتی ہے (یہ محبت فطری ہے از مترجم) نمعلوم کربلا میں مخدرات کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب انہوں نے اپنے عزیزوں اور بیٹوں بھتیجوں بھانجوں کی شہادت دیکھی ہوگی مادر علی اصغرؑ شہر بانو کا کیا حال ہوا ہوگا (حضرت علی اصغر اور جناب سکینہ خاتون کی ماں ایک تھیں جن کا نام اُمّ رباب تھا۔ یہاں یہ شہر بانو لکھا ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بادشاہ دین و دنیا تھے لہٰذا آپ کی زوجہ محترمہ اعزازاً شہر بانو کہلاتی ہوں ورنہ یہ تو مسلّم امر ہے کہ حضرت زین العابدین کی ماں کا نام شہر بانو تھا جو یزد جرد بادشاہ عجم کی بیٹی تھیں اور ان کا انتقال امام زین العابدین کی پیدائش کے زمانہ قریب میں ہوگیا تھا۔ از مترجم) مؤلف مرحوم نے بھی اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ امام حسینؑ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ اور جب اہل حرم کوفہ پہنچے ہیں اور دربار ابن زیاد ملعون میں شہدائے کربلا کے

سر بادِ مبارک پیش کئے گئے ہیں تو ان میں شہزادہ علی اصغرؑ کا سر مبارک بھی تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان لکل شئ ثمرۃ و ثمرۃ الفؤاد الولد۔ یعنی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز میوہ ہے اور میوۂ دل انسان اولاد ہے چونکہ اولاد باعث تسکین روح و دل ہے لہٰذا اس کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے۔ غرض کہ محبت و رحم ایک نیک صفات ہیں اور حیوانات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ اسرائیلیات میں مسطور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا اس کے پاس ایک گائے اور بچھڑا تھا گائے کا بچہ اور گائے اس پر اس کی معشت منحصر تھی۔ ایک روز اس نے گوشت کھانے کی خاطر گائے کے بچھڑے کو اس گائے کے سامنے ذبح کیا۔ پس جیسے ہی گائے کی نظر اس بچھڑے کے سر پر پڑی اس نے چیخنا شروع کیا۔ اور اسقدر درد سے وہ چیخی کہ در و دیوار ہل گئے پھر اس گائے نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنی آواز میں اس ذات اقدس سے فریاد کی کہ جو علیم بالذّات ہے۔ اس اسرائیلی کے ہاتھ فوراً خشک ہوگئے۔ وہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ بیان کیا۔ اور موسیٰ علیہ السّلام سے درخواست کی کہ اس کا خشک ہاتھ صحیح ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے اعرابی دور ہو جا میں تیرے لیے خداوند عالم کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کرسکتا تو اس قدر بے رحم ہے کہ تو نے اس کو بچھڑے کی ماں کے سامنے ذبح کیا۔ تجھے خیال نہ ہوا کہ حیوانوں میں جذبہ محبت کارفرما ہے۔ تو نے اس کی ماں کا دل دکھا دیا۔ واحسرتا کربلا میں روز عاشورا محرم امام حسینؑ کا سر مبارک جدا کیا گیا اور سیدۂ عالم فاطمہ زہرا کا دل دکھایا گیا۔ امام حسینؑ کے سامنے بہتر شہیدوں کے

لاشہ پڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دل پر کوہ الم گرا ہوا تھا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاءؑ کا روز عاشوراء نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے آنا

روز عاشوراء بعض واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اقتدار امام منصوص من اللہ ظاہر ہو سکے۔ انہی واقعات میں سے زعفر جن کا امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے حاضر ہونا ہے اس واقعہ کو اکثر کتابوں میں تفصیلاً اور مجملاً بیان کیا گیا ہے۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے جملہ یاور و انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے سب شہید ہو گئے اور امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ تو اس وقت اتت افواج من الجن الطیارہ۔ یعنی کہ جنوں کی فوج ہوا پر پرواز کرتی ہوئی کربلا پہنچی امام حسینؑ کی خدمت اقدس زعفر جن حاضر ہوا۔ قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا۔ یا حسین نحن انصارک فمرنا بامرک ما تشاء فلو امرتنا بقتل کل عدو لکم لفعلنا یعنی عرض کیا اے مولی ہم آپ کے انصار میں مدد کرنے والے ہیں یہ وہی فوج اجنہ ہے کہ جو مکہ معظمہ سے بسمت کربلا سفر کرتے ہوئے امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آئی تھی جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب تم چلے جاؤ روز جمعہ دہم محرم کو کربلا میں آنا چنانچہ قوم جن چلی گئی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا بروز عاشورہ محرم کربلا میں وارد ہوئی مگر

امام حسین علیہ السلام نے ان کو نصرت کرنے سے رد کر دیا صدر عالیقدر یعنی مولف کتاب نے نظم میں اس واقعہ کو پیش کیا ہے ؎

بزرگ جنیاں چوں شاہ را دید
بصد تعظیم خاکِ را بوسید

بخاک افگند آب از دیدگانش   چہ سبزہ بوسہ زد بر پائے سرش
بگفتا جن وانس اندر پناہت   ستارہ خاکروب بارگاہت
غمین باد آنکہ او شاداب نخواہد   خراب آنکس کہ آبادت نخواہد
اگر اے شاہؑ شاہان دو عالم   شدی بیکس درین صحرا مخور غم
کہ ما یار حسینؑ بن امیریم   ہمہ در خدمت فرمان پذیریم
اگر فرمان دہد شاہ ولایت   کند کار عدو برما حوالت

بیکدم خون این خوانخوارہ کان را
بریزم پاک سازم این جہان را

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ فوج اجنہ کے سردار نے جب شاہ مظلوم کو کربلا میں دیکھا تو بصد تعظیم و تکریم خاک قدم شاہ کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہائے۔ اور عرض کیا اے شاہ مظلوم جن وانس سب آپ کی پناہ میں ہیں آپ سب کے سلطان و شاہ ہیں اور آسمان کے ستارے آپ کی بارگاہ کے خاکروب ہیں اور اگر اے شاہ دو عالم آپ اس صحرائے کربلا میں بیکس ہیں تو اس کا غم نہ کریں اس لیے کہ ہم آپ کے جان نثار، مددگار، یاور و ناصر ہیں آپ ہمارے امیر حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے فرزند ہیں جو آپ حکم دیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ اگر آپ کا حکم ہوا اور ان دشمنان دین کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم ان خونخوار دل

کو ابھی ابھی ختم کر دیں گے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ان کو دعاء خیر دی۔ اور فرمایا۔ جزاکم اللہ خیرا انی اخالف قول جدی۔ اے گروہ جن جاننا چاہتے کہ میں اپنے جد رسولؐ خدا کے قول کی مخالف نہیں کر سکتا شہادت مقدر ہو چکی ہے مجھ سے میرے نانا نے فرمایا ہے کہ ان اللہ شاء ان یراک مقتولا ملطخا بدمائک مخضبا شیبک بدمائک مذ بوحا من قفاک۔ یعنی اے نور دیدہ حسینؑ اللہ کی مشیئت یہی ہے جو کہ جاری ہو چکی ہے کہ میں اپنے خون میں غلطاں ہوں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پس گردن سے میرا سر جدا کیا جائے میرے نانا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قد شاء اللہ ان یری حرمک سبایا علی اقطاب المطیا۔ یعنی کہ خدا چاہتا ہے کہ تیرے اہل حرم اسیر ہوں۔ شتران بے کجاوہ پر سوار لیے جائیں اور شہر بشہر تشہیر کئے جائیں وانی و اللہ صابر اور میں صبر کرنے والا ہوں، اور میں مقتول ہونے کے تیار ہوں ابھی گروہ جناں مصروف گفتگو تھا کہ آسمان کے دریچے کھل گئے۔ اور ملائکہ صف در صف نازل ہونا شروع ہوئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ ے

پس ملائک محو بیخویش آمدند — بہر عرض حال خود پیش آمدند

کای وجودت موجد امکان ما — درگہ عزت پناہ جان ما

گرچہ از عشق تو بابی بہرہ ایم — لیک در مہرت بعالم شہرہ ایم

گشت سر خیل ملائک جبرئیل

چوں بذات بے مثالت شد دخیل

نصر منصور ملک را تو شہی — زامرت ہستند تا فرماندہی

جملگی در عہد و پیمان تو ایم — غرقہ دریای احسان تو ایم

یاری جدت رسولؐ تاجدار — کردہ ایم ای تو مرادرا یادگار

بہر امداد تو اے جان آفرین — آمدیم اینک ورز گردون برزمین

شاہ لب بکشود کائی افلاکیان — ذی مجرد از مزاج خاکیان

گیرم ایں لشکر ہمہ بے جان زند — خلق عالم بندۂ فرمان شدند

زندہ خواہد گشت یا اکبرم

یا شود زندہ علیؑ اصغرم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ آسمان کے دریچے کھل گئے اور ملائکہ صف بستہ نصرت کے لیے آئے جبرئیل سردار ملائکہ نے امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے شاہ دو عالم ہمیں حکم عطا ہو تاکہ ہم آپ کے حکم پر عمل کریں مقصد یہ تھا کہ ہم اگر آپ حکم دیں تو اس قوم جفار کو تباہ و برباد کر دیں۔ تمام ملائک آپ کے زیر فرمان ہیں۔ ہم آپ کے جد نامدار رسولؐ مختار کے دوست ہیں ہم تو آپ کی نصرت و مدد کے لیے آئے ہیں ورنہ کہاں آسمانی مخلوق اور کہاں زمین ہمیں حکم ہو تو اس لشکر بے دین کو ختم کر دیں۔ اس پر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرا علیؑ اکبر اور علی اصغر جو شہید ہو چکے کیا زندہ ہو جائیں گے جب اکبر و اصغر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب حسینؑ کس طرح تمہیں اذن جہاد دے بعدہٗ انبیاء و مرسلین کی ارواح مقدسہ حاضر ہوتیں۔ زمین و آسمان نے اپنی اپنی زبان میں مولائے کائنات کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولی ہم نصرت کے لیے حاضر ہیں۔ اگر حکم ہو تو زمین شق ہو اور لشکر عمر ابن سعد

زمین پر دھنس جائے لیکن امام حسین علیہ السلام نے نہ جنات کو اذن جہاد دیا نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ ارواح انبیاء کی نصرت قبول کی اور نہ زمین و آسمان کی نصرت قبول کی کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام کا استغاثہ برائے اتمام حجّت تھا۔

شکوہ مؤلف از روزگار و اہل زمانہ

مؤلف کتاب ہذا مرحوم صدرالدین واعظ قزوینی نے اہل ایمان سے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یاد رکھا جائے اور سورۂ فاتحہ ہدیہ کرکے خوش کیا جائے اس میں شک نہیں کہ مرحوم صدر نے اس کتاب کی تدوین میں جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ہر ایک صاحب نظر کو ہو سکتا ہے مومنین با تمکین اور مطالعہ کرنے والے حضرات مرحوم کو سورۂ فاتحہ ہدیہ کریں۔

واقعۂ بیر ذات العلم

کتاب کنز الواعظین اور ریاض المومنین اور بعض دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ ابوالحسن البکری نے ابوسعید خدریؓ اور حذیفہؓ الیمانی سے جو کہ اصحاب رسولؐ مختار ہیں روایت کیا ہے کہ لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ من غزاۃ السکاسک والسکون مویداً منصوراً متوجها محبوراً قد فتح اللہ علی یدہ واقر بالنصر عینیہ۔ یعنی کہ جب لشکر ہمایوں رسول مختار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ

سکاسک سے مظفر و منصور با حال خوش مراجعت فرما رہے تھے کہ ایک ایسے صحرا میں پہنچے کہ جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ زمین خشک پڑی تھی۔ درخت سوکھ گئے تھے۔ اس صحرا کا ذرہ ذرہ آگ کی طرح تپ رہا تھا گرم ہوائیں چل رہی تھیں ؎

بیابان وسیعی پُر مخافت	بہر گامے در آن صد گونہ آفت
ہوایش آتش و آبش ہوا بود	زمینش سنگ و سنگ آہن ربا بود

یعنی کہ اس وسیع تر میدان میں جو خوف و ہراس سے بھرا ہوا تھا اور جس میں ہر قدم سو سو آفتیں تھیں وہاں کی ہوا آگ بنی ہوئی تھی پانی ہوا ہو گیا تھا یعنی پانی بالکل نہ تھا نہ وہاں کوئی پرندہ تھا نہ آدمی۔ اس وقت آنحضرتؐ کے لشکریوں پر پیاس نے غلبہ کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کا سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا۔ من فیکم یعرف همزه الارض۔ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس زمین کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ کسی صحابی نے عرض کیا اے آقا میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ اس زمین کا نام وادی کثیب ارزق ہے۔ یضل فیه الدلیل ولا یوجد فیما ظل ولا ظلیل لا ید خلها رکب الا برك ولا جیش الا هلك۔ یعنی میں آپ پر قربان اس زمین پر قدم قدم پر خطرہ ہے۔ اس زمین پر نہ اونٹ گذر سکتے ہیں اور نہ لشکر سلامت رہ سکتا ہے۔ اور اکثر دلیل راستہ دکھلانے والے خود بھٹک گئے ہیں۔ فلما سمع النبیؐ والمسلمون ایقنوا بالهلاك ولا ذو برسول اللہ مستجیرین جب مسلمانوں نے یہ سخن سنا تو سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور ادھر حرارت آفتاب بڑھنے لگی اور حرارت کے ساتھ اضطراب بڑھنے لگا آنحضرتؐ

نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اس بیابان میں پانی کی جگہ کی خبر ہو تو بتلائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں چنانچہ ایک مسلمان نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں پر ایک کنواں ہے جسے عرب بیٔر ذات العلم کہتے ہیں اس میں آب سرد و شیریں ہے۔ لیکن اس کنوئیں میں جنّات و شیطان رہتے ہیں ان کا قبضہ ہے اور وہ کسی کو پانی نہیں لینے دیتے۔ جو شخص پانی لینے جاتا ہے اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور کسی لشکر نے اس کنوئیں سے پانی نہیں لیا ہے۔ تبع یمانی اپنے لشکر سمیت اس کنوئیں پر آیا اس کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ پانی لینا چاہا مگر جنّات نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بریام فارس اپنے لشکر کے ساتھ ادھر گزرا مگر پانی نہ لے سکا۔ سعد بن برزق بے شمار لشکر کے ساتھ اس کنوئیں پر آیا لیکن اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور پانی نہ لے سکا۔ آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کنوئیں پر مشک لے کر جائے اور پانی لائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں پس ابوالعاص بن ربیع کہ جو آنحضرتؐ کے برادر رضاعی تھے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں اسلام لانے سے قبل اس کنوئیں پر ایک گروہ کے ساتھ پہنچے کہ دیو اور جن اس کنوئیں سے نمودار ہوئے اور ہم ناکام واپس آ گئے کچھ ہمارے ساتھی ہلاک بھی ہو گئے یا رسول اللہ اب میں مشرف باسلام ہو گیا ہوں۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو اجازت دی اور ابو دجانہ انصاری، قیس بن سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ سعد بن بشر، ثابت بن اخنس، عمرو بن اُمیہ ضمری کو ہمراہ کیا اور بھی چند جوان ساتھ ساتھ گئے۔ اور جب ابوالعاص اور ان کے ساتھی بیٔر ذات العلم

پر پہنچے تو کنوئیں سے ایک شور پیدا ہوا۔ اور سیاہ ہوائیں چلنے لگیں اندھیرا چھا گیا۔ اور اُس میں سے دیو، اور جن نکلے۔ ان کے سر آسمان سے ملے ہوئے اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئی تھیں ناگاہ ایک دیو کنوئیں سے نکلا۔ اور اس نے ایک ہیبت ناک نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ واپس چلے آئیں مگر ابوالعاص بن ربیعہ نے کہا کہ یا اخوانی من الموت تھربون اے بھائیو! کیا موت سے بھاگتے ہو موت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ تم لوگ اپنے مقام پر ثابت قدم رہو اور مجھے اس عفریت سے نمٹنے دو۔ اگر میں اس پر قابو پا گیا تو بہتر ہے اور اگر میں مارا گیا تو میرا اسلام حضور رسولؐ خدا پیش کر دینا۔ پس ابوالعاص نے تلوار کھینچی اور جرأت مندی کا ثبوت دیا وہ عفریت کہنے لگا کہ تم کون ہو یہاں کیوں آئے ہو کیا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جنوں کا مسکن ہے اور ہمارا بادشاہ یہاں رہتا ہے۔ اور وہ کہنے لگا۔ ؎

نحن سلالات المعالی والکرم — واولیاء الرحمٰن سکان الحرم
ارسلنا محمد تاج الامم — المصطفی المختار مصباح الظلم
ونستقی من بئرکم ذات العلم — ونقتل الجان عباد الصنم

؎ ما بزرگاں مکہ و حریم — معدن جود صاحب کریم
دوستان خدائے رحمانیم — اُمتانِ رسولؐ سبحانیم
سرور انبیاء تاج امم — روشنی بخش جملہ عالم
گفتہ ما را محمدؐ عربی — سفتہ دُرّی ز لعل آتشنہ لبی

آب از چاہ جنیاں آریم
جان جنّی ز تن بروں آریم

خلاصہ عربی و فارسی اشعار کا یہ ہے کہ ابوالعاص نے کہا ہم بزرگان مکّہ و کعبہ ہیں۔ ہم معدن سخا اور صاحب کرم ہیں۔ خدائے رحمان کے ہم دوست ہیں اور محمدؐ کون ہیں۔ کون محمدؐ۔ وہ کہ جو تمام انبیا، مرسلین کے سرور و بادشاہ ہیں۔ تمام امتوں کا تاج ہیں تمام عالم کو روشنی بخشنے والے ہیں اور ہمیں حضور نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہارے کنوئیں سے پانی لیجائیں اور تشنہ لب مسلمانوں کو سیراب کریں پس اگر تم نے کوئی رکاوٹ ڈالی تو ہم تمہیں تہ تیغ کریں گے۔ ابھی ابوالعاص کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ عفریت (دیو) نے جگر خراش چیخ ماری اور خود کو ابوالعاص کے سامنے اس چڑیا کی مانند ڈال دیا کہ جو چڑیا کسی کی مٹھی میں ہو اس وقت ابوالعاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا سلام رسول اللہ کو پہنچا دینا۔ ابوالعاص کے ساتھی اپنی جگہ سے بھاگنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ عفریت نے ابوالعاص کو اس کنوئیں پر لیجا کر قتل کر دیا۔ اور ابوالعاص سیاہ ہو گیا ہے۔ اسدم کنوئیں سے ایک شور و غوغا پیدا ہوا اور طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں کنوئیں سے نمودار ہونے لگیں۔ ابوالعاص کے ہمراہی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ ابوالعاص قتل ہو گیا تو آپؐ آبدیدہ ہوئے لیکن جبرئیل اس نازل ہوئے اور آپ کو خبر دی۔ عمرو بن امیہ ضمری نے عرض کیا عظم اللہ اجرك فی ابی العاص خدا حضور کو ابوالعاص کی جدائی پر صبر کرامت کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ والذی روحی بیدہ ان روح ابی العاص فی حوصلۃ طیر اخضر یرتع فی ریاض الجنۃ۔ یعنی کہ ابوالعاص کی روح ریاض بہشت میں ہے تمام اصحاب نے ان کے لیے طلب رحمت کی۔ اسی اثنا میں امام الجنّ والانس حضرت شاہِ

ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے مسلمانوں اب علیؑ آ گئے ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے یہ کام بجز علیؑ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہر جگہ علیؑ مرتضیٰ ہی نے مشکل کشائی فرمائی ہے۔ احد و بدر و حنین۔ خندق و خیبر علیؑ ہر جگہ کام آئے ہیں حضرت علیؑ کو ابوالعاص کے قتل ہونے کی خبر ملی تو آپ بھی ملول و رنجیدہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اے علیؑ بیرِ ذات العلم سے جا کر پانی لاؤ اور سب کو سیراب کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے علیؑ کو اجازت دی اور فرمایا ان اللہ حافظك و ناصرك۔ یعنی کہ اے علیؑ تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کی گردن پر اپنا دست مبارک ڈالا اور گریہ فرمایا۔ اور آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کیا خدایا علیؑ کو فتح نصیب کر۔

(ہم بیرِ ذات العلم کے بقیہ واقعہ کو آئندہ سپرد قرطاس کریں گے۔ یہ واقعہ سقایت روز عاشورا کربلا میں حضرت عباسؑ کے سقائے اہل بیت ہونے سے کسقدر مشابہ ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ خدا کے حکم پر جنات کے کنوئیں سے پانی لینے گئے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کے حکم سے عباس علمدار علیہ السّلام نہر فرات پر پانی لینے گئے حضرت علیؑ پانی لے کر واپس آئے ہیں۔ پیاسوں کو سیراب کیا ہے لیکن واحسرتا حضرت عباس مشک آب لے کر آ رہے تھے کہ مشک پر تیر پڑا اور پانی بہہ گیا۔ سقائے سکینہ کے شانے قلم ہوئے حضرت عباسؑ کی لاش فرات کے کنارے پڑی رہی)

بقیہ واقعہ بیرِ ذات العلم۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام کو کنوئیں پر جانے کی اجازت دی اور آپ تشریف لے

گئے جب کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا ؎

حبانی رسول اللہ منہ برایہ ۔۔۔ وامرنی اسعی الی کل کافر

اقاتلہم حتی یقروا بربہم ۔۔۔ الٰہھم المعبود سروجاھر

؎ منم حجت حق منم شیر او ۔۔۔ منم دست یزدان و شمشیر او

منم آنکہ پیغمبر تاجدار ۔۔۔ علمدار خود کردہ در روزگار

امیر سپاہ پیغمبر منم

دراین روز ساقی لشکر منم

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ حضرت اسد کردگار نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے علمداری لشکر عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں کل کافروں کو قتل کروں یہاں تک وہ معبود حقیقی خدا ہے واحد و قہار کا اقرار کریں پس جو اقرار توحید خدا کرے گا اس کے لیے امان ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد کا ترجمہ بصورت نظم درج کیا جا چکا جس کی وضاحت یہ ہے گویا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں حجت حق ہوں میں شیر خدا ہوں میں ید اللہ ہوں اور میں اس کی تلوار ہوں اور مجھے رسولؐ خدا نے علم عطا کیا۔ میں امیر سپاہ نبوی ہوں اور آج کے روز میں آنحضرتؐ کے لشکر کا ساقی ہوں جاء الحق، اب حق آگیا۔ پس جب کی دلیرانہ و شیرانہ صدا بلند ہوئی تو وہی عفریت کہ جس نے ابوالعاص کو قتل کیا تھا کنوئیں سے باہر نکلا اور اس نے روز دار صیحہ کیا چیخنے لگا۔ من انت ایھا النازل علینا والقادم الینا اما علمت ان لا یطمع فیا طامع و لا یرتع حولنا رافع۔ اس عفریت نے کہا اے شخص تو کون ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ اس پر

حضرت امیرالمومنین نے فرمایا اے شیطان مردود اور اے سرکش عفریت تو نہیں جانتا۔ انا النور کہ ہم نور خدا ہیں اور ایسا نور ہیں کہ جو بجھایا نہیں جا سکتا۔ میں علیؑ ہوں اور حضرت رسولؐ خدا کا چچا زاد بھائی ہوں بعد ازاں آپ نے تلوار کھینچی اور اس کی کمر پر ضرب لگائی۔ فجعلہ شطرین آپ نے اس عفریت کو دو ٹکڑے کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پانی بھرنے کے لیے مشکیں لاؤ۔ اسی دوران کنوئیں سے مہیب صورتیں نکلنے لگیں بڑے بڑے دیو اور جن برآمد ہوئے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے بآواز بلند فرمایا کہ اے جنوں اور اے شیطانو۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس دعاء مبارکہ کی تلاوت شروع کی۔ بسم اللہ عزمت بالصافات صفًّا والزاجرات زجرا والتالیات ذکرا ان الٰھکم لواحد رب السمٰوات والارض ورب المشارق والمغارب انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظًا من کل شیطان مارد ولا یسمعون الی الملاء الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورًا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شھاب ثاقب یا معاشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یا معاشر الجن والانس ان استطعتم الی تنصران عزمت علیکم بالطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع عزمت

علیکم یا معاشر الجن والشیطان باسماء اللہ العظام و یقل ھو اللہ احد ، اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احدًا عزمت علیکم بقل اعوذ برب الفلق ، عزمت علیکم بقل اعوذ برب الناس الخ عزمت علیکم بقل یا ایھا الکفرون۔

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان مبارک سے کلمات قرانیہ ادا ہو رہے تھے اس وقت بئر ذات العلم (کنوئیں) میں خموشی طاری تھی کسی قسم کا شور و غوغا نہ تھا ۔ اور تمام ڈراؤنی سورتیں معدوم ہو گئی تھیں پھر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ڈول اور رسی میں باندھ کر کنوئیں میں ڈالا ۔ لیکن عفریت نے رسی کاٹ دی اور ڈول خالی باہر پھینک دیا ۔ جب امیرالمؤمنین نے دیکھا تو آپ نے کنوئیں کے اندر کی طرف موہنہ کر کے فرمایا کہ اے جنوں تم نے ولی خدا کے ڈول کی رسی کاٹ دی ۔ ڈول باہر پھینک دیا ۔ اب تم باہر آؤ کہ میں تمہیں اس کی سزا دوں ناگاہ ایک اور عفریت چاہ سے باہر نکلا ۔ ابھی وہ رجز پڑھ ہی رہا تھا کہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اس کو مہلت نہ دی اور ذوالفقار سے اس پر حملہ کیا ۔ اور اس کو دو ٹکڑے کر دیا ۔ امام عالی مقام ۔ حیدر کرار فرزند ابو طالب نے یہ رجز پڑھا ۔ ؎

انا علی انزع البطین اضرب ھامات العدیٰ بالسیف

ان تقطع الدلونا ثانیًا اضربکم ضربا بغیر حیف

؎ منم شیر یزداں علیؑ ولی منم شیر خونخوار دشت یلی

اگر بار دیگر شما جنیاں بریدید دلو مرا ریسمان

برآیم زجان ہمہ جنیاں ٭ دماری کہ یکتن نداتم زجان

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں علیؑ ہوں اور دشمنوں پر تلوار مارنے والا ہوں تم نے میرے ڈول کی رسی کاٹ کر اس کو باہر پھینک دیا ۔ اب میں تمہیں بغیر کسی افسوس کے قتل کر دوں گا ۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے کہ میں شیر خدا ہوں اور میدان کارزار میں شیر خونخوار ہوں اگر تم نے دوسری مرتبہ میرے ڈول کی رسی کاٹی تو میں تم میں سے کسی جن کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور جنات میں سے کسی جن کو ہلاک کئے بغیر نہ چھوڑوں گا ۔ یہ رجز سننے کے بعد ایک اور دیو کنوئیں سے باہر آیا ۔ اور کہنے لگا کہ اے جوان ہم تم کو پانی ہرگز نہ دیں گے ۔ اس پر حضرت امیرالمومنین با آواز بلند فرمایا اے ملعون میں تجھے ابھی قتل کرتا ہوں ؎

منم علیؑ ولی آنکہ درتمام حروب

شکستہ است بدستم بسی کتاب کفر

یعنی کہ میں علیؑ ولی ہوں اور ہاتھ سے اکثر کتاب کفر پارہ پارہ ہو گئی ۔ اگر تم نے دوبارہ سرکشی کی تو میں اس ذوالفقار سے تمہیں قتل کر دوں گا یہ فرما کر آپ نے ڈول کنوئیں میں ڈالا ۔ ابھی ڈول کنوئیں کے درمیان ہی تھا کہ عفریت نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول باہر پھینک دیا ۔ اور اس نے چیخ کر یہ کہا ؎

یا صاحب الدلو العظیم الشان والرجل المذکور من عدنان

ان قلت اولیت دلوك ثانیا رمیت فی البئر بلا توان

یعنی اے ڈول ڈالنے والے تو اپنے آپ کو آل عدنان کہتا ہے اگر تو اپنے اس قول میں سچا ہے اور یہ کہ ہم نے تمہارا ڈول باہر پھینک دیا تو تم خود کنوئیں میں اترو ۔ پس

یہ سنتا تھا کہ شیر کردگار کو جلال آگیا۔ اور فرمایا اے گروہ جن و شیطان آیا تم مجھے ہراساں کرنا چاہتے ہو کہ میں کنوئیں میں داخل ہوں فاستعدوا القتالی و تھیوا لتن الی ۔ پس تم قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں ذوالفقار دوپیکر لے کر کنوئیں میں آتا ہوں آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے کنوئیں پر لے چلو۔ مسلمان از راہ ہلاکت ہراساں ہوئے۔ لیکن حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل بجالانے کے لیے کنوئیں میں اترے اور آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اللّٰھم لا تفجع قلب نبیک وقلوبنا خداوندا تو اپنے نبیؐ کے دل اور ہمارے مسلمانوں کے دل کو مرگ علیؑ کے ساتھ رنجیدہ نہ کرنا۔ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی صدائے مبارک کنوئیں سے بلند ہوتی جسے سب مسلمانوں نے سنا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء الحق وزھق الباطل۔ کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیعو کربلا چلو اور دیکھو کہ کربلا میں روز عاشورا محرم جب امام حسینؑ رخصت آخر کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے تو اہلحرم کو یہ یقین تھا کہ حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ پس اہلحرم در خیمہ پر جمع تھے کہ جب تک حسینؑ کی آواز مقتل سے آتی رہے گی حسینؑ زندہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اہلحرم کی تسکین و تسلیؑ کے لیے رخ خیام کی طرف کر کے فرمایا۔ اللہ اکبر انا بن رسول اللہ جناب زینبؑ نے بھائی کی آواز سن سمجھیں کہ ابھی حسینؑ زندہ ہیں۔ اہلحرم نے سمجھ لیا کہ حسینؑ زندہ ہیں۔ سکینہ خاتون کو یقین ہو گیا کہ بابا زندہ ہیں۔ اور جب امام حسین علیہ السلام زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنی آواز اہلحرم تک پہنچانا چاہی مگر نقاہت زیادہ تھی۔ آواز خیام تک نہ پہنچ سکی

کہ ہنگام عصر۔ منادی نے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی قتل الحسین بکربلا، ذبح الحسین بکربلا۔

بہر حال جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام مصروف کارزار تھے حضرت جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں کہ کئی ہزار ملائکہ نصرت علی علیہ السلام کے لیے نازل ہوئے ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کنوئیں میں ہیں آنحضرتؐ بھی کنوئیں پر تشریف لائے اور علیؑ کو آواز دی چنانچہ آپ نے بصوت جلی لبیک لبیک یارسول اللہ کہا۔ اور آپ نے کنوئیں سے نکل کر قدم نبویؐ کو بوسہ دیا اور آنحضرتؐ نے پیشانی امامت کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے علیؑ کنوئیں میں کیا گذری تم بتلاتے ہو یا میں خبر دوں امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کیا یارسولؐ اللہ آپ کی نگاہ نبوت سے کونسی چیز مخفی ہے آپ خود ارشاد فرمائیں چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ کہ تم نے بیس ہزار عفریت و جن کو ذوالفقار سے قتل کیا ہے اور باقی قوم اجنہ کے افراد کو امان دی کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے اور تم نے ان سے عہد لیا کہ کسی مسلمان کو اس کنوئیں سے پانی لینے سے نہیں روکو گے قوم اجنہ کے چوبیس ہزار قبیلے اسلام لائے اور ان کا رئیس جب قتل ہو گیا تو اس کی جگہ اس کے بیٹے زعفر نامی جن کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا حدود شریعت اسلامیہ اس کو تعلیم کیے گئے پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا اور سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور بعدہ مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فاتح بیر العلم قرار پائے اور تم نے قوم اجنہ سے کہا کہ امان ہے اس لیے جو ایمان لائے اور بصدق دل یہ کلمہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پہ بلایا سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور بعدہ مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب فاتح قرار پائے۔

روز عاشورا زعفر جنؑ کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے کربلا پہنچنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ بیئر العلم فتح ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جنوں کے بادشاہ کے قتل ہو جانے کے بعد زعفر جن کو جو مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ بادشاہ اجنہ مقرر فرمایا اور اس کی رسم تاجپوشی عمل میں آئی۔ اور اس کی تاجپوشی کے تیس۳۰ سال بعد جب کہ زعفر اپنی رسم تاجپوشی منا رہا تھا جشن آراستہ تھا کہ دو جنّ روتے ہوئے زعفر کے پاس آئے زعفر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گزر زمین کربلا پر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حسین ابن علیؑ یکہ و تنہا رہ گئے ہیں یاور و انصار، عزیز و اقارب بھائی بھتیجے سب قتل ہو چکے ہیں اور امام مظلوم استغاثہ بلند کر رہے ہیں آیا ہے کوئی ایسا کہ جو اس بیکسی میں ہماری مدد کرے۔ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو ذریت فاطمہؑ کی حمایت کرے۔ اور دوسری طرف امام حسینؑ کے خیموں میں العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہم نے یہ واقعہ دیکھ کر تم کو بعجلت تمام خبر دی جیسے ہی زعفر جن نے یہ باتیں سنیں جشن ختم کر دیا سوگوارانہ لباس پہنا اور اپنے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ علامہ دربندی نے اس واقعہ کو تفصیلاً نقل کیا ہے اور ہم زعفر جن کی زبانی درج کرتے ہیں زعفر جن کہتا ہے کہ جب میں وارد کربلا ہوا کہ چار فرسخ سے چار فرسخ کے رقبہ میں دشمن کا لشکر پھیلا ہوا ہے۔

اور امام حسینؑ کی مدد یاوری کے لیے منصور فرشتہ اپنے گروہ کے ساتھ حاضر ہے

اس کے گروہ کی تعداد تقریباً کئی ہزار ہے۔ نصر فرشتہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ موجود تھا۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل بھی دوسرے فرشتوں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے موجود تھے اور منتظر اذن امام مظلوم تھے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ارواح بھی موجود تھیں اور خود آنحضرتؐ موجود تھے۔ فرما رہے تھے ولدی العجل العجل انا مشتاقون لیکن امام حسینؑ یک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے ہوئے لشکر اعداء کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور ملائکہ، ارواح انبیاءؑ سامنے موجود ہیں مگر سب خموش ہیں۔ زعفر جن کہتا ہے کہ ناگاہ امام حسین علیہ السلام نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ میری طرف اشارہ کیا فرمایا۔ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا رکاب توسن کو بوسہ دیا۔ میں نے اپنا لشکر پیچھے چھوڑا تھا۔ اور خود امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

روضۃ الشہداء نے زعفر جن کے آنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام ارغوان زاہد تھا۔ اور عظیم الجثہ تھا۔ نور الائمہ کتاب میں ہے کہ وہ آنے والا عجیب مہیب شکل تھا اور ایک عجیب طرح کے گھوڑے پر سوار تھا۔ زعفر نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ اے زعفر زاہد تو کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ مولیٰ میں اپنی رسم تاجپوشی کا جشن منا رہا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ کربلا میں اس حالت میں ہیں مولیٰ مجھے اجازت عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے زعفر تمہاری یاوری و وفاداری سے خدا و رسول خوش ہیں لیکن اے زعفر میں تمہیں کس طرح اجازت دوں نہ اب میرا علی اکبر زندہ ہے نہ قاسمؑ نہ عون محمدؑ اور نہ علی اصغرؑ باقی ہے اے زعفر زمین مقتل لاشوں سے بھری ہوئی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اے زعفر واپس جاؤ اور میری مصیبتیں یاد کر کے گریہ کرنا۔ زعفر حکم امام مظلوم سن کر نصرت کرنے سے مایوس ہو گیا اور بیئر العلم واپس آ گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجلس عزا

قائم کی اس کی ماں نے دریافت کیا اے بیٹا یہ مجلس عزا کیسی ہے۔ اس کا فرزند بھی آ گیا اور کہنے لگا کہ اے بابا آپ کی یہ کیا حالت ہے اس نے واقعہ کربلا بیان کیا اور کہنے لگا کہ حکم امام واجب ہے اس کی ماں نے کہا کہ اے بیٹا میں قیامت میں فاطمہ زہراؑ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں تو میرے ساتھ کربلا چل میں امام حسینؑ کی خدمت میں التماس کروں گی شاید کہ مولیٰ تجھے اذن جہاد دیدیں۔ زعفر جن اور اس کی ماں دونوں کربلا پہنچے مگر اے شیعو وہ وقت تھا کہ حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند ہو چکا تھا سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا کی آوازیں بلند تھیں خیام اہل بیتؑ میں آگ لگ رہی تھی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب گریہ و بکا اور عزاداریٔ امام حسین علیہ السّلام

کتاب عیون الرّضاؑ میں بریان بن شبیب سے روایت ہے کہ حضرت امام علی الرّضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شبیب اگر تو چاہتا ہے کہ جنت ملے تو ہمارے غم میں شریک ہو اور ہمارے جدّ مظلوم حسین علیہ السّلام کے غم میں گریہ و بکا کر۔ اہلبیت النبوّۃ کی دوستی وجوب جنت کی نشانی ہے المرء مع من احب اے پسر شبیب اگر کوئی شخص ہمارے جدّ حسین مظلوم پر بقدر ایک قطرہ اشک گریہ کرے تو خداوند عالم اس رونے والے کے گناہان صغیرہ و کبیرہ بخش دیتا ہے اور اگر اسی حالت میں مر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا ہمارے جد حسینؑ مظلوم کی زیارت کر۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر مبارک اور روضۃ الحسینؑ کی زیارت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ خود امام مظلوم کی زیارت کی خوشنا نصیب کہ جو

زائر مظلوم کربلا ہو) یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے پسر شبیب تو قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کر کہ خداوند عالم تجھے ہمرکاب سید الشہداء ہونے کا ثواب عطا فرمائے۔ اور اگر کوئی شخص واقعہ کربلا کو یاد کرے یا آرزو کرے کاش میں بھی اس وقت ہوتا تو نصرت امام مظلوم کرتا تو اس شخص کو شہیدان کربلا کا ثواب ملتا ہے۔

کتاب مجالس المؤمنین اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا یہ دستور تھا کہ اپنے امیروں میں سے ہر ایک امیر کو ہزار سوار مکمل و مسلّح دیا کرتا تھا تاکہ اس امیر کا درجہ بلند متصوّر ہو۔ ایک روز اس نے اپنے لشکر کا معائنہ کیا لشکر در لشکر کے سپاہی اس کے سامنے پیش ہوئے اور عرض کیا کہ ایک سو بیس گرز زرّین ایک سو بیس امیروں کے ہاتھ میں ہیں اور ہر ایک امیر ہزار افراد پر مشتمل لشکر رکھتا ہے عمرو بن لیث نے جب یہ واقعہ دیکھا تو بہت زیادہ گریان کیا۔ اپنے مرکب سے اترا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اسقدر اشک ریزی کی کہ زمین اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور پھر ہوش میں آنے کے بعد اس کے ایک وزیر نے جو اس کی جناب میں گستاخ تھا کہا ؎

ای ملک این نہ وقت فریاد است
بلکہ ہنگام عیش و عشرت تست

تجھے خدا نے ملک عطا کیا ہے۔ رعایا تیری مطیع ہے۔ ایک سو بیس ہزار لشکر زیر نگین ہے آخر اس کر و فر کے حاصل ہونے کے بعد بھی تو گریاں کناں ہے اور تو اسقدر رویا ہے کہ زمین تیرے اشکوں سے تر ہو گئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب میں نے اپنے لشکر اور افواج کو دیکھا تو مجھے واقعہ کربلا یاد آ گیا۔ اور

حضرت امام حسینؑ کی بیکسی و مظلومی پیش نظر ہو گئی ۔ میں نے آرزو کی کاش میں اپنے اس لشکر کے ساتھ کربلا میں ہوتا تو امام حسینؑ کی نصرت کرتا۔ دشمنوں کو قتل کرتا ، رکاب ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام کو آنکھوں سے لگاتا ۔ اور اپنی جان قربان کرتا۔ وقت آیا کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا انتقال ہو گیا تو اُس وزیر نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک مرّصع بجواہر تاج اس کے زیب سر ہے اور پیراہن اطلس و دیبا پہنے ہوئے ہے ۔ حور و غلمان اس کی خدمت میں حاضر ہیں اُس وزیر نے اس سے خواب میں سوال کیا کہ اے بادشاہ آپ پر مرنے کے بعد کیا حالت گزری ۔ اور آپ کا کونسا عمل ایسا تھا کہ جس نے بہشت بریں میں مقام عطا کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر جس روز لشکر کی فراوانی کی گفتگو ہو رہی تھی اور مجھے اس وقت یہ آرزو ہوئی کاش میں اپنے لشکر سمیت کربلا میں ہوتا تو نواسہ رسولؐ خدا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی نصرت کرتا۔ ان کے دشمنوں کو دفع کرتا اور میں جام شہادت نوش کرتا۔ یا لیتنی کنت معہ فا فوز فوزًا عظیمًا ۔ علاوہ اس عمل کے میرا کوئی اور عمل ایسا نہیں تھا کہ میں اس درجہ پر فائز ہوتا۔ اے شیعیان حیدر کرار نصرت امام حسین علیہ السّلام کرنا بڑی شے ہے اور اب مصائب امام حسینؑ کو یاد کر کے ان پر گریہ کرنا بمنزلہ نصرت حسین علیہ السّلام ہے ۔ آیئے ہم مل کر عزیز فاطمہ زہرؑا کی نصرت کریں۔ امام حسینؑ اور اہلحرمؑ کی پیاس کو یاد کریں ۔ امامؑ مظلوم کے استغاثہ کو یاد کریں ۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے انا قتیل العبرہ کہ میں کشتہ گریہ و بکا ہوں ۔ تیر و تلوار و نیزہ ، گرز کے زخموں کے علاوہ امام حسینؑ کے دل پر عزیزوں ۔ بھانجوں ۔ بھتیجوں اور بیٹوں کی جدائی کے زخم بھی تھے ۔

داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت

زان داغ بجز خالق اکبر کہ خبر داشت

یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے جگر پر جو حضرت علیؑ اکبر کی جدائی کا داغ تھا اس کا تو سوائے خداوند عالم کے کوئی دوسرا اندازہ نہیں کر سکتا۔

روز عاشورا ایک سیّاح درویش کا وارد کربلا ہونا

کتاب انساب النّواصب اور کتاب فتوحات القدس میں ہے کہ ان الحسین علیہ السلام فی کربلا لما ابتلی بالعطش جاء رجل من السیاحین ومعہ انا من الخشب وقد ملاء من الماء الی الحسین --- الخ یعنی کہ جب روز عاشوراء کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السّلام اور تمام اہلحرم پیاسے تھے کہ ایک شخص سیّاح درویش منش نے دیکھا کہ حسینؑ زخموں سے نڈھال ہیں اور پانی مانگ رہے ہیں وہ درویش پانی کا کشکول لے کر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا علاّمہ اپنی کتاب الرّیاض میں فرماتے ہیں کہ یہ مرد درویش اہل کمال سے تھا اور ارباب وجد و حال سے تھا اس طرح خدمت امام حسینؑ میں پانی لے کر پہنچا کہ لشکر اعداء میں سے کوئی اُسے نہ دیکھ سکا ۔ از صفی صافی۔

بود درویشی بحق پیوستہ ۔۔۔ وز قیودات طبیعت رستہ

داشت آمد ز دل بستر من عرف ۔۔۔ عزم طوف مرقد شاہ نجف

کردہ بود از اتفاقات زمان ۔۔۔ روز عاشورا در آن صحرا مکان

آمدش ناگا آوازی بگوشش ۔۔۔ وانصدا از سر ربودش عقل و ہوش

گوش ہش راچوں فـرادادا ندکی
زالعطش پشنید بانگ کودکی

آنصدادرویش رامجذوب کرد — روی جانخس راسوی محبوب کرد
جست ازجاآن خراباتی نسب — کرد پُرکشکول راز آب طلب
ازخراب آبادجان برداشتِ آب — پس روان شُد درخرابات خراب
بےخبرکآن جاحساب دیگراست — تشنہ رفتن زآب بُردن بہتراست
تاکہ بی سرمایہ او سُودت دہد — آب ازسرچشمۂ جودت دہد
آب کم جوتشنگی آور بدست — تابجوشدآبت از بالاوپست
چون بسوئے آن صدابا صدشتاب — رفت آن سیّاح باحال خراب
دیدصحرائی پُرازتشویش ناک — جسم ہائی کشتہ گان غلطان نجاک
جسم ہائی پاک اللّٰہی ہمہ — غرقہ خون باکسوت شاہی ہمہ
دیدیکسوچوں فگنداوچشم دِل — ذات حق رادرمیان آب وگل
ہمچول ذات پاک خودیکتاوفرد — ایستادہ درمیان خاک وگرد
ازجمال آن ظہوبے مثال — ہستیش شُدآب یکجازانفعال
چشم رحمت شاہ سوی دی کشود — زابنا طش کرد لاہوتی وجود

آن مردسیّاح آدمی دیدمستغرقِ غم
نوحی دیدغـرق طوفان الم

خلاصہ اشعاریہ ہے کہ ایک درویش کامل ۔ قلندرخالص ، حق رسیدہ اپنی طبعیٔ قیوُد سے آزاد دِل میں طواف مزارِ مرتضوی کی آرزو ، اتفاقاتِ زمانہ ، یا اس کی قسمت کی یاوری ، یا اس کے کشف کی برکت کہ وہ نجف اشرف پہنچنے سے پہلے وارد

صحرائے کربلا ہوا ۔ کہ ناگاہ اس کے کانوں میں ایک ایسی ایک آواز دردناک آتی کہ اس کے ہوش جاتے رہے یا اللہ یہ کون ہے کس ہے کہ صدائے العطش بلند کررہا ہے اس آوازالعطش اس کو مجذوب بنادیا اس نے فوراً اپنے کشکول میں آب سرد بھرلیا اور سوچنے لگا کہ خود پیاسا رہنا بہتر ہے مگراس تشنہ کام سیراب کرنا ضروری ہے وہ سیّاح آواز کی سمت چلا ۔ مقتل میں قدم رکھا کچھ لاشیں نظرآئیں کہ جو باشوکت ایمانی غرق خون تھیں ۔ اور جب اس نے چشم بصیرت سے دیکھا تو نظرآیا کہ ذات حق خاک وخون میں غلطاں ہیں ۔ اور ایک شخص یکّہ وتنہا ۔ خاک وخون میں بھرا ہوا کھڑا ہے اور سوال آب کررہا ہے ۔ اور اس کے جمال بے مثال سے پانی خود پانی ہو رہا ہے یعنی اس کی آب وتاب ، مثل آب رحمت ہے ۔ جب درویش نزدیک پہنچا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھا ۔ درویش کے باطنی پردے اٹھ گئے ۔ جب اس نے امام مظلوم غم والم میں ڈوبا ہوا دیکھا تو محسوس کیا کہ نوح غرق طوفان الم ہیں ۔ خلیل خدا آتش نمرود میں گھرے ہوئے ہیں اسمٰعیل ذبیح اللہ فدائے داور ہیں ۔ یوسفؑ زندان محبت میں یعقوب داغ مفارقت پسر میں موسیٰ قبطیوں کے چنگل میں گرفتار ، عیسیٰ ابن مریمؑ یہودیوں کے نرغہ میں گرفتار ، محمد عربی عازم معراج اور حیدر کرّار تیر بلا کا نشانہ بنے ہوئے ، حسن مجتبےٰؑ زہر ستم پیتے ہوئے نظر آئے اور حسینؑ کو دیکھا کہ دنیا سے موہنہ پھیرے ہوئے کھڑے ہیں ۔ امام حق کی نظر ذات حق پر ہے رضاء حق کی طلب ہے ۔ پھر اس درویش نے آپ کو جام آب پیش کرنے کی طرف توجہ کی ۔ اور عرض کیا مولیٰ یہ پانی حاضر ہے آپ نوش فرمائیے ۔ امام حسینؑ نے پانی اُس کے ہاتھ سے لیا ۔ اور زمین پر پھینک دیا ۔ اور فرمایا اس پانی کے چند قطروں کو میں کیا کروں خیام میں میرا اسی بچے اور بیالیس مستورات العطش کررہی تھی ۔

بھر من آب روان نایاب نیست — قحط احباب ست قحط آب نیست
خواہم ازمن آتش آب خوش شود — در نخواہم آب ہم آتش شود
اینکہ بآن کش زالعطش ہر دم بپاست — زآب فیفش زندہ جان ماسواست
بنت شاہ لم یلد ولم یولد است — در دو عالم ذات پاکش واحد است
نالۂ اونی زسوز تشنگی است — گوش ہش دار این صدائے تشنہ منیت
غلغلۂ عشق است این در کربلا — کہ زند بر تشنگان حق صلا
آب ہستی رابریز و بندہ شو — نوش کن جام فنا و زندہ شو

آب عاشق خون ناب ست ای فقیر
آب در چشمش سرابست اے فقیر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ امامؑ عالی مقام نے فرمایا اے درویش میرے لیے دنیا کا آب روان نایاب نہیں ہے۔ صرف یا ور وانصار کی کمی ہے نہ قحط آب ہے۔ اور یہ غلغلہ جو دشت کربلا میں برپا ہو رہا ہے کہ العطش العطش، پانی پانی۔ تو پیاسوں کا صلہ ذات حق مطلق پر ہے۔ اور اے درویش آب ہستی کو گرا دے مقام فنا حاصل کر کہ اس کے بعد زندگی ہے فقال الحسین علیہ السلام انظر ظما نظر السیاح فراہ انہارا جاریۃ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے سیاح نظر اٹھا کر دیکھ۔ اب جو اس درویش نے نظر اٹھائی دیکھا کہ نہریں جاری ہیں آب شیریں رواں ہے اور دائیں بائیں صاف وشفاف پانی گویا آب حیات کے چشمے جاری ہیں۔ فقیر حیران رہ گیا۔

منبع سر چشمۂ ہائے جناح
ہست در زیر قدوم ذوالجناح

اس نے دیکھا کہ جسقدر چشمۂ ہائے آب رواں ہیں وہ سب کے سب ذوالجناح امام حسینؑ کے سموں کے نیچے سے پھوٹ رہے ہیں۔ فبلاء الحسین السلام بالحصی واعطی ایاہ فاذا الحصی انقلب الجواھر الفریدۃ۔ امام حسینؑ نے اس درویش کے کشکول کو سنگریزوں سے بھرا اور پھر آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا کہ وہ سنگریزے جواہر آبدار بن گئے آپ نے وہ اس کو عطا کئے۔

چون فقیر از سر کار آگاہ شد — وز نگاہ مطلق حق شاہ شد
از دم سلطان جود منبط — گشت سرتاپا وجودش منبط
صوفیانہ شد برون از تاج و دلق — بر دم شمشیر بران داد حلق
داد سر جانش بحق معراج یافت — وز شہادت فرق جانش تاج یافت
کشت اندر نقطۂ وحدت فنا — زآن فنا کرد ید درویش خدا

ای حسینؑ ای تشنۂ بحر وصال
وی کریم ذوالکمال و ذوالجلال

خلاصہ نظم یہ ہے کہ جب اس درویش اس راز پر مطلع ہوا تو پہلے فقیر تھا اب نگاہ حق سے شاہ ہو گیا۔ اور وہ امام عالی مقام سلطان دین و دنیا کی بدولت خوشحال ہو گیا اور منزل تصوف میں قدم رکھ کر تاج سے بے نیاز ہو گیا اور گدڑی سے بھی بے نیاز ہو گیا۔ اور اس نے اپنا گلا تیغ تیز کے تلے رکھ دیا۔ اور جب اس نے امام مظلومؑ کی خاطر سر دے دیا تو اس کی روح کو معراج مل گئی اور تاج شہادت پہننا نصیب ہوا۔ اور وہ فنا فی اللہ ہو گیا۔ اے حسینؑ۔ اے لقاء الٰہی کے طلبگار حسینؑ، بحر وصال الٰہی سے تشنگی بجھانے والے حسینؑ، اے صاحب کمال وجمال

حسینؑ۔ تو یکتائے روزگار ہے جو کام آپ نے انجام دیا کوئی نبی اس کو انجام نہ دے سکا۔ ؎

این تمنا از تو دارد اقدسی
وقت جاندادن بفریادم برس

یعنی اے حسینؑ میری یہ تمنا ہے کہ وہ وقت احتضار میری فریاد کو پہنچنا اور میری مدد کرنا۔

جناب فاطمہؑ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا

کتاب مفتاح البکا میں مرقوم ہے کہ کان لمولانا الحسین بنت تسمی فاطمۃ الخ یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ایک بیٹی فاطمہ صغریٰ ابھی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب سفر عراق اختیار کیا ہے اور مدینہ سے ہجرت کی ہے تو فاطمہ صغریٰ بیمار تھیں جس کی وجہ سے امام حسینؑ ان کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تھے۔ اور آپ نے اپنی اس دختر کو جناب ام المؤمنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سپرد کیا تھا وہی اس کی تیمار داری کرتی تھیں۔ امام حسینؑ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اے فاطمہؑ اگر کوفیوں نے بے وفائی نہ کی اور حالات سازگار رہے تو میں تیرے برادر علی اکبرؑ کو مدینہ بھیجوں گا اور تجھ کو اپنے پاس بلاؤں گا چونکہ یہ بیمار دختر رات دن اپنے پیارے بھائی علی اکبرؑ کا انتظار کرتی تھی اور بھائی بہنوں۔ پھوپھی کے فراق میں رویا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ خدا جانے کب بابا علی اکبرؑ کو میرے لینے کے واسطیں بھیجیں گے۔

جب کبھی کوئی قافلہ عراق سے مدینہ آتا تو خیال کرتی کہ شاید ان لوگوں سے بابا کا حال معلوم ہو جائے۔ لیکن سوائے مایوسی کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی تھی۔ از زبان حال فرماتی ہیں۔ ؎

اندر وطن غریبم و بیمارم اے پدر | بنود بغیر جدہ پرستارم ای پدر
رفتی بکربلا و نگفتی کہ در وطن | من یک علیلہ دختری دارم ای پدر

یعنی کہ اے بابا جان میں وطن میں بھی غریب ہوں۔ بیمار ہوں اور سوائے نانا صاحبہ کوئی دوسرا میری خبر لینے والا نہیں ہے۔ آپ نے کربلا جاتے ہوئے نہ کہا تھا کہ وطن میں اپنی ایک دختر کو چھوڑے جاتا ہوں بنابریں میں آپ کو عریضہ ارسال کر رہی ہوں ؎

بابا تاکی بسر راہِ فراق تو نشینم
تا چند بگویم کہ نیا آمد پدر من

یعنی اے بابا میں کب تک آپ کی جدائی میں بیٹھی رہوں کب تک یہ کہتی رہوں کہ میرے بابا نہیں آئے۔ آپ خط لکھ رہی تھیں کہ گریہ طاری ہو گیا یہ عالم تھا کہ در و دیوار سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کہ اسی اثناء میں آپ کے گھر کے پاس ایک شترسوار کا گزر ہوا جب اس نے فاطمہؑ صغریٰ کے رونے کی آواز سنی کہ وہ فراق پدر میں رو رہی ہے۔ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور دروازے پر دستک دی اور پکار کے کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ میں مرد مسافر ہوں اور ارید الرواح الی کربلا ارادہ سفر کربلا رکھتا ہوں آیا کوئی پیغام دینا ہے میں اسے حسین علیہ السّلام کو پہنچا دوں گا فاطمہؑ صغریٰ نے جب نام کربلا سنا در خانہ پر آ کر فرمایا کہ انا فاطمۃ بنت الحسین فلما عزم ابی الی کربلا کنت مریضًا۔

اے عرب میں فاطمہ دختر حسینؑ ہوں جب سے میرے بابا نے سفر کربلا اختیار کیا ہے میں بیمار ہوں اور رات دن عزیزوں کی جدائی میں روتی رہتی ہوں یہ فرما کر آپ نے اس کو عریضہ دیا اور دعاء خیر دی۔ صاحب مفتاح لکھتے ہیں کہ خدا جانے وہ شتر سوار فرشتہ تھا یا بشر تھا۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ یقیناً فرشتہ تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کربلا میں ہیں دوسرے کوئی انسان اتنی جلدی مدینہ سے کربلا کی مسافت طے نہیں کر سکتا جسقدر کہ جلد اس شتر سوار نے طے سفر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ شتر سوار اس وقت کربلا میں وارد ہوا کہ جب امام حسینؑ مصروف کارزار تھے۔ ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے فرما رہے تھے ھل من ناصر ینصرنی آیا ہے کوئی کہ جو میری نصرت کرے لیکن کسی شخص نے امامؑ کے استغاثہ پر جواب نہیں دیا فالتفت نحو البر فرای راکبا مقبلا من طرف المدینۃ۔ امام مظلومؑ نے صحرا کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شتر سوار آرہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور فاطمہؑ صغریٰ کا خط امام حسینؑ کو دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ بابا کب تک آپ کے تشریف لانے کا انتظار کروں اس میں تحریر کیا تھا زینبؑ و ام کلثومؑ، رباب اور ام لیلیٰ کو سلام پہنچے اور سکینہ خاتون کو دعا پیار اور علی اصغرؑ کو دعا پیار ہو۔ امام حسینؑ نے خط پڑھا اور خیمہ میں تشریف لائے فرمایا کہ اے بہن زینبؑ۔ فاطمہؑ صغریٰ کا نامہ آیا ہے۔ اہلحرم جمع ہوگئے۔

ے

ای پدر رفتی و من تنہا ہمی ماندہ ام غریب

زاقربا دور از تو مہجور از عزیزان بی نصیب

کردہ ہم جان از غم ہجران کہ خواہد آورد

برسر بالین بیمارم دم مردن طبیب

این نہ گفتی من کنیزی داشتم اندر وطن

ماندہ بیمار و علیل و بیکس و مونس غریب

یعنی اے پدر عالیقدر آپ چلے گئے اور میں تنہا رہ گئی۔ عزیزوں سے دور بھائیوں بہنوں سے جدا میں بے نصیب رہ گئی۔ آپ اور سکینہ کی جدائی میں سانس لے رہی ہوں آپ کب تک آئیں گے۔ میں بیمار ہوں کیا دم مردن طبیب آئے گا۔ آپ مجھے اپنی بیٹی نہ سمجھیں بیمار و علیل و بیکس و ہجران نصیب تو سمجھیں۔ اہلحرم نے جب خط سنا تو کہرام برپا ہو گیا۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ امام حسینؑ نے اس خط کا جواب تحریر کیا ہو۔ لیکن اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے روز یعنی گیارہویں محرم کو ایک کبوتر خانہ امام حسینؑ کے ایک گوشۂ بام پر پہنچا۔ اس نے اس گوشہ پہ بیٹھ کر اپنا سر نیچا کیا۔ اور اس کے پروں سے تازہ خون کے قطرے گرے۔ اور وہ خون امام حسین علیہ السلام تھا اور اس کبوتر نے باآواز بلند نالہ کیا فاطمہؑ صغریٰ نے جب اس کبوتر کی آواز سنی۔ کشاں کشاں بستر سے اٹھیں اس حجرہ تک پہنچیں کہ جہاں وہ کبوتر بیٹھا تھا اور خون کے قطرے گرے تھے۔ فرماتی ہیں کہ اے کبوتر یہ کیا فال بد ہے میرے کینہ والے سفر میں ہیں بھتیا علی اکبر سفر میں ہیں۔ چچا عباس سفر میں ہیں بزبان حال اس کبوتر سے متخاطب ہوئیں۔

ے

اے ہُدہُد بی بال و پر این چشم ترت چیست

ای مرغ سلیمان ز غریبان خبرت چیست

ازہر پرو بال تو خون میچکد ازچہ

این خون کہ میباشد بر بال و پرت چیست

رنگین یکجا گشتہ پرو بال تو ای مرغ

سوی من دلختہ ہردم نظرت چیست

بوے علی اکبرؑ زتو آید بمشامم

آی اگر از کرب بلا کو خبرت چیست

یعنی کہ اے ہُد ہُد (بعض روایات کی بنا پر کبوتر وارد ہوا ہے) بے بال و پر تیری آنکھیں ترکیوں ہیں۔ اے مرغ سلیمان کیا کربلا کے مسافروں کی کچھ خبر ہے۔ تیرے ہر ایک بال و پر سے خون ٹپک رہا ہے۔ آخر یہ کس کا خون ہے اور تیرے تمام بال و پر خون سے رنگین ہیں اور تو ہر لمحہ میری طرف دیکھتا ہے آخر کیوں؟ مجھے تو اے کبوتر بھتیا علی اکبرؑ کی بو آرہی ہے اگر تو کربلا سے آیا ہے تو جلد بتلا کہ مسافران کربلا کا کیا حال ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اہلحرمؑ سے دو مرتبہ رخصت ہونا

کتاب الرّیاض میں ہے کہ انہ علیہ السلام لما صمم العزم الجہاد جاء الی الفسطاط لیودع اھلہ ویوصیھم بھا اوصی الیھم بہ ۔ یعنی کہ جب حضرت امام حسینؑ نے بعد شہادت عزیز و انصار میدان رزم میں جانے کا مصمّم ارادہ کر لیا تو آپ وارد خیمہ ہوئے اور

تمام اہلحرمؑ پکارا کہ خدا حافظ و ناصر ہیں اب تم کو وداع کرنے آیا ہوں یہ سنتا تھا کہ تمام مخدّرات، بہنیں، بیٹیاں، کنیزیں اور بہاوجیں جمع ہوئیں اور امام حسینؑ کے گرد حلقہ بنا لیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

ام کلثوم یا سکینۃ یا زینب　　یابنت فاطمہ جاو مینی

انت فی عترتی و اھل بیتی　　وعیالی وصبّیتی تخلفینی

اے بہن زینبؑ، اے دختر فاطمہؑ تم میرے بعد بزرگ اہلبیتؑ ہو میں تمام دختروں، اور تمام عورتوں اور بچوں کو تمہاری سپرد کرتا ہوں ؎

ثم قومی اذا اردت وداعا

وودعینی قبل ان تفقدینی

پس اے بہن آؤ اور مجھے رخصت کرو پھر تم مجھے نہ دیکھ سکوگی ؎

ان ھذا لہ وآن انتقال　　وارتحالی وحان یا اخت حینی

میں اس زمانہ سے دوسرے زمانہ میں منتقل ہونے والا ہوں اور دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں مجھے لوگ قتل کریں گے ؎

اخت ابنی علی بعدی ولی　　واقام بھا الدنیا ودین

یعنی اے بہن میرے بعد میرا نور دیدہ۔ بیمار کربلا سید سجادؑ تمہارا ولی ہے اور میرا وصی ہے اور وہی اب امام دنیا و دین ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں امام برحق ہے

اخت صبرا فلیس یضیع اللہ　　اجر الصبور والمسکین

لا تشقی علی جیبًا بل ابکی　　کل حین بفیض دمع ھتونی

اے بہن زینبؑ صبر کرنا۔ خداوند عالم صابروں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اے بہن میری یہ خواہش ہے کہ تم میرے غم میں اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ ہمہ وقت میری

مظلومیت پر گریہ و بکا کرنا۔ آنکھوں میں آنسو ہوں اور دل میں میرا غم ہو ؎

واذا امررت بالجسد الملقی

علی الارض شاحبا فاندبینی

اور اے بہن زینبؑ جب تم گزرتے ہوئے میری لاش کو دیکھو کہ خاک و خون میں غلطان پڑی ہے نہ لاش پر سایہ ہے اور نہ کفن ہے۔ تو اے بہن گریہ و نالہ کرنا

واذا قمت الی نافلة اللیل وصلیت اذکرینی ، اے میری بہن جب تم شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد رکھنا۔ اور جب آب سرد پیو تو میری پیاس یاد رکھنا۔ اے شیعیان علیؑ۔ ذرا اندازہ کرو کہ اس بیکسی کے عالم میں جب جناب زینبؑ نے امام حسینؑ سے یہ الفاظ سنے اور آپ کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہو گیا تو اس وقت اس بیکس بی بی کی کیا حالت ہوئی ہو گی اہلحرم نے کس طرح امام حسینؑ کو رخصت کیا ہو گا نہ قلم میں طاقت ہے کہ اس کی منظر کشی کر سکے اور زبان کو یاد رہے کہ بیان کر سکے جناب زینبؑ نے سوال کیا اے بھائی کیا یہ لشکر اعداء اس بات پر رضامند ہو گا کہ آپ کو شہید نہ کرے اور ہم بیکسوں کے سر قلم کر لے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن اس قوم جفا شعار کو میرا سر درکار ہے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے کاش میں مر جاتی اور اے بھیا تمہارا شہید ہونا نہ دیکھتی۔ اے شیعو۔ اس وقت اہلحرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ حسینؑ رخصت ہوئے اور اس طرح خیمہ سے برآمد ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ دو مرتبہ اپنے اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ۔

والتحقیق انه علیه السلام ودع وذاعان ۔ یعنی کہ حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام دو مرتبہ اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں۔

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ ثم نادصلوات الله علیه یاام کلثوم ویازینب ویاسکینة ویارقیة ویاعاتکة ویاصفة علیکن منی السلام ـــــــ یعنی اے میری بہن زینبؑ و ام کلثومؑ اے بیٹی سکینہ رقیہؑ، عاتکہ، صفیہؑ تم سب پر میرا سلام ہو کہ میں جا رہا ہوں اور پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی۔ هذا اٰخر الاجتماع وقد قرب منکم الاصیحان۔ یہ میری اور اہلحرم کی آخری رخصت ہے۔ اور اہلحرمؑ کی پہلی مصیبت دربدری ہے یہ سن کر اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا کیا مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ فرمایا ہاں اے بہن اب عنقریب شہید ہو جاؤں گا جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا پھر ہمیں اس دشت پُر خطر میں کس پر چھوڑ رہے ہیں۔

ردنا الی حرم جدنا رسول الله ۔ اے حسینؑ ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دو۔ آپ نے فرمایا کہ بہن ایسا ممکن ہوتا تو مدینہ سے یہاں نہ آتا۔ اے بہن ام کلثومؑ اب کوئی سبیل حیات نہیں ہے سوائے اس کے کہ شہادت پر فائز ہوں اور اے بہن اب تم صبر کرو۔ اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے جناب ام کلثومؑ یہ سن کر کبھی روتی تھیں۔ کبھی بھائی کے چہرے کی بلائیں لیتی تھیں۔ اور کبھی غش کر جاتی تھیں۔

حضرت امام حسین نے علیہ السّلام نے فرمایا اے بہن ؎

فاستهیا الی علی ابن الحسین علیه السلام وهو یبسط علی

هو القائم من بعدی بعلم دین — وان اشتد علیکن مصابی فاندبینی

فاذا قمت فتوجی بسجون وسکون — واتقی الله وکونی خیر اسلاف القرون

واذا قمت الی نافلة اللیل اذکرینی — واذا استندت مولاک صلوۃ فصلینی

خلاصۂ وصیت امام حسین علیہ السّلام یہ ہے کہ آپ نے اپنی بہن جناب زینبؑ سے فرمایا کہ تم میرے بعد میرے اہلحرم کو اکٹھا کرنا تم ان پر خلیفہ ہو میری بجائے ان پر نگران ہو۔ اور سید سجادؑ کی حفاظت کرنا وہ میرے بعد حجّت قائم ہے اور علم دین کا وارث ہے۔ اور جب مصائب و آلام کا ہجوم ہو تو مجھ پر گریہ کرنا نوحہ کرنا اور جب غم والم سے سکون ملے تو اسلاف کی طرف خدا کی طرف برائے خیر متوجہ رہنا۔ اور جب شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد کرنا۔ اور اللہ سے مدد طلب کرنا نماز ادا کرنا۔ اے بہن زینبؑ تم میری ماں فاطمہ زہراؑ کی یادگار ہو۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ حمید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ لشکر عمر بن سعد میں سے کچھ بدنہاد لوگ سید سجّادؑ کی طرف آئے فاستهبا الی علی ابن الحسین علیہ السلام و هو یبسط علی فراش و هو شدید المرض و مع الشمر جماعة من الرجال۔ یعنی کہ شمر کے ساتھ ایک گروہ سیّد سجادؑ کی طرف آیا۔ وہ شدید طور پر بیمار تھے۔ کبھی ہوش کبھی بے ہوشی ضعف حد سے زیادہ تھا اس گروہ نے شمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس بیمار کو بھی قتل کر دیں صاحب کتاب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ وهم شمر لعنہ بقتل علی بن الحسین و هو مریض یعنی کہ شمر ولد الحرام خنجر بکف سید سجادؑ کے قتل کے ارادے سے آیا۔ فخرجت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فوقعت علیه و قالت والله لا یقتل حتی قتلی۔ جناب زینبؑ نے فرمایا اے شمر تو سید سجاد تو قتل مت کر پہلے مجھے قتل کر۔ اور تقسیم فرمایا کہ سیّد سجادؑ اس وقت قتل نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ یہ اشارہ تھا اس طرف کہ بھائی حسینؑ نے وقت آخر وصیت کرتے ہوئے سید سجادؑ کو میری حفاظت میں دیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور علی ابن الحسینؑ قتل ہو جائیں۔ اور جناب زینبؑ نے ہر جگہ سید سجادؑ کی حمایت کی ہے دربار ابن زیاد ہو کہ دربار یزید ملعون آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کی وصیت کو پورا کیا ہے۔

بہر حال امام حسین علیہ السّلام نے اہلحرم کو وداع کیا۔

حضرت زینب خاتون نے فرمایا اے بھائی ہمیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑے جاتے ہو

فی ید من یا حسین ترکتنا۔ بمثل هذا الکلام تزعجنا۔

اراک یا ابن الرسول منکسرًا۔

اے بھائی تم مجھے کس کی سپرد کرتے ہو حالانکہ تم خود بسوئے روضۂ رضوان عازم سفر ہو۔ بہنوں، بیٹیوں اور اہلحرم کو دشمنوں میں چھوڑ رہے ہو۔ امام مظلوم نے فرمایا اے بہن میری قسمت میں شہادت ہے اور تمہاری نصیب میں اسیری ہے۔ جسے میں نے عالم ذر میں قبول کیا ہے۔ اب میں اپنے عہد الست پر قائم ہوں ہے

نحن بنو المصطفیٰ وعترته — والله قد عزنا و شرفنا

فاستعملی الصبر دائما ابدًا — فالصبر فی النائبات شیمتنا

اے بہن ذریت نبیؐ ہیں اور ان کی عترت ہیں خدا نے ہمیں عزّ و شرف عطا کیا ہے۔ تم دائمی طور پر صبر اختیار کرنا صبر کرنا ہماری عادت ہے ہے

ہاں برو زینب کہ خواہی شد اسیر — ہست جانت زیں اسیری ناگریز

حق ترا بہر اسیری فرد کرد — گرچہ گردونی اسیر گرد کرد
حق ترا اسیر سلسلہ! — از رضا حق مکن خواہر گلہ
موکہ ہمچنیں جعد ویران میکنی — شاہباز دست شاہ ذوالمنن
گر شوی بے منزل و ماوا سزا است — تو حق گو ذات را جا کجا است
گنج توحیدی تو از ویران مرنج — زانکہ در ویرانہ باشد جای گنج

قالت عزیزۃ علیّ یا اهلی
صبری علی حزننا دعز بتنا

یعنی کہ اے بہن زینب جاؤ تمہیں اسیر ہوگی کیونکہ اسیری ناگریز ہے (حق تعالیٰ نے تمہیں اسیری میں منفرد قرار دیا ہے (مقصد یہ ہے کہ خانوادۂ نبوت میں جناب زینب خاتون پہلی اسیر ہیں پس آپ اسیری میں فرد فرید ہیں) اور اے بہن چرخ گردوں نے تمہیں اسیر کیا ہے اور اے بہن رضا حق جب کہ یہی ہے کہ تم اسیر ہو تو راضی برضائے الٰہی رہنا ضروری ہے اور اے بہن اگر تم بے منزل و ماوا ہو تو کہاں ہے تم حق گو ہو، اور حق ہر جگہ ہے ۔ توحید تیری اسیری سے مربوط ہے اور ویرانہ ہی میں خزانہ ہوا کرتا ہے اور اے بہن زینبؑ حزن و ملال پر صبر کرنا ۔ اور یہ فرما کر امام حسین دیر تک گریہ فرماتے رہے اور جناب زینبؑ گریہ فرماتی رہیں اہل حرم پر سکتہ کا عالم طاری تھا کبھی گریۂ و بکا اور کبھی غش اور کبھی خموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا ۔ کوئی بی بی رسولؐ خدا سے فریاد کر رہی تھی ۔ کوئی بی بی مدد کے لیے علی مرتضیٰ کو بلا رہی تھی ۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں ۔

رو یتیمان مرا غمخوار باش
در بلا و در شدائد یار باش

رو کہ ہستم من بہر جا ہمرایت — آگہم از حال قلب اگہت
چون شوی بر ناقۂ عریان سوار — در بدر گردی بہر شہر و دیار
نیستم غافل دمی از حال تو — آیم از سر من ہمی دنبال تو

یعنی اے بہن زینبؑ میرے یتیموں کے ساتھ غمخواری کرنا ۔ بلا اور سختی میں ان کی دلجوئی کرنا ۔ اور اے بہن جہاں کہیں تم جاؤ گی میں ساتھ رہوں گا ۔ اور جب شتر بے کجاوہ پر سوار کی جاؤ گی ۔ اور شہر بشہر کوچہ بکوچہ پھرائی جاؤ گی تو میں تمہارے حال سے غافل نہ ہوں گا ۔ ایک لحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوں ۔ میرے اور تم میرے بچوں کی نگہداشت کرنے والی ہو ۔ پس امام حسین علیہ السّلام نے اہل حرم کو وداع کیا ۔

احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم

مولف کتاب ریاض القدس مرحوم صدر الدین واعظ القزوینی نے احوال جناب شہربانو زوجۂ حضرت امام حسین علیہ السّلام بصورت نظم پیش کیا ہے ۔

شہربانو آن دخت شاہ عجم — فروغ شبستان ماہ حرم
ہمی رخت سجادۂ بر نوبہار — ہمی پہلوی نوحہ میکرد زار
ازیں پیشتر کشتہ شد شاہ من — ز تاراج بی پردہ شد ماہ من
ز کشو بکشور شدم بے نقاب — برہنہ تنم را بدید آفتاب
ز ایران بہ یثرب چو راہم افتاد — بسر سایۂ چتر شاہم افتاد
دریغا کہ دیگر شود کشتہ شاہ — دریغا شود باز بی پردۂ ما
کسم کو کہ تا ہمزبانی کند — بکی پہلوی نوحہ خوانی کند

من آنم کہ بلبل بنالند بمن | بگلشن دُروں گُل بنالند بمن
من آنم کہ تا دامن روزگار | بگرید بمن چشم ابر بہار
من آنم کہ با من چو یاری کند | عرب تا عجم بر دوزاری کند
من اے کاش مادر نمیزادیم | چو میزاد بر آب میدادیم
کہ چشم نہ بنید چنیں تیرہ روز | بسوز اے سینہ روز زیں پس بسوز

از آن پہلوی نوحۂ دردمند
خروش از زنان حرم شد بلند

اس پُر درد مرثیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم جو شمع حرم امام حسین علیہ السّلام تھیں نے اس طرح اپنا حال زار بیان فرمایا ہے جو اہل دل کے لیے ایک نوحہ ہے۔ اس سے پہلے کہ شاہ امم شہید ہوں اور خیام تاج و برباد ہوں اور میں شہر بشہر اسیر ہو کر بغیر چادر پھروں اور آفتاب مجھے کھُلے سر دیکھے۔ میں نے ایران سے یثرب تک جو سفر اختیار کیا۔ اس میں میرے سر پہ چتر شاہی تھا یعنی کہ میں شہزادی تھی آہ اب حسین شہید ہو جائیں گے اور میں بے پردہ ہو جاؤں گی میں کس کو اپنے نوحہ میں شریک کروں میں جانتی ہوں کہ بلبل میرے ساتھ نوحہ کرے گی۔ اور تا دامن روزگار چشم ابر بہار آنسو بہائے گی میں جانتی ہوں کہ عرب و عجم دونوں گریہ وزاری کر کے میری یاوری کریں گے۔ واویلا۔ اگر میری ماں مجھے نہ پیدا کرتی کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ روز سیاہ دیکھوں اور اگر پیدا ہی کیا تھا تو مجھے دریا کی نذر کر دیتی۔ جب حضرت شہربانو نے اس طرح نوحہ کیا تو اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا امام حسینؑ اس حال کو دیکھ کر پریشان ہوئے فرمایا اے خواتین حرم نالہ و فریاد نہ کرو۔ صاحب روضۃ الشہدا لکھتے ہیں کہ شہربانو

دختر بادشاہ عجم نے امام حسینؑ کا دامن پکڑ کر۔ بزبان فارسی عرض کیا اے شاہ من اے مولیٰ حسینؑ۔ اے میرے تاجدار میں بیکس و غریب الوطن ہوں اور یہ مخدّرات ذرّیت رسولؐ خدا اور عرب ہیں اور لشکر اعدا بھی عرب ہے۔ میری حالت پر کوئی رحم نہ کرے گا۔ کیونکہ میں عجم ہوں۔ اے حسینؑ نزدیک ہے کہ میری روح میرے جسم سے نکل جائے امام حسینؑ نے جناب شہربانو سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھو جب میں زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر پہنچوں گا تو دُلدُل در خیمہ پر آئے اور تم اس پر سوار ہونا۔ اور جہاں تم چاہو گی وہاں لے جائے گا۔

غرض کہ امام حسین علیہ السّلام بعد از وصیت و نصیحت خیمہ سے باہر نکلے۔ اس وقت خیام امام علیہ السّلام میں شور و غوغا پیدا ہوا۔ نوحہ و شیون کی آواز بلند ہو رہی تھی خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جو مصائب بے پناہ برداشت کیے ہیں وہ اسلام کی بقاء کے لیے تھے امام حسینؑ میدان کارزار میں برائے جہاد تشریف لائے۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السّلام کا جناب زینبؑ خاتون کو وصیتیں کرنا

روز عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السّلام آمادۂ جہاد ہوئے اور اپنے اہلحرم کو وداع کیا تو آپ نے مخدّرات سے فرمایا۔ ے

اینک آمد نوبت من الوداع
الوداع ای عترت من الوداع

زود دلہائے شما خواہد شدن سوزناک از فرقت من الوداع

دمبدم خواہید چون ابر بہار گریہ کرد از حسرت من الوداع

یعنی کہ اب میری شہادت کی نوبت آگئی ہے اے اہل حرم الوداع۔ اے میری عترت الوداع۔ اور میری فرقت کے سوز میں جلنے والوں الوداع۔ اور مثل ابر بہار۔ آنسوؤں برسانے والو الوداع میرا خیال ہے کہ اس وقت فضائے کربلا میں یہ آواز گونج رہی ہوگی الوداع ہیں الوداع شاہ شہیدان الوداع سلے دو جگ کے سلطان الوداع (اے شیعو تم بھی روز عاشورا محرم امام حسینؑ کی خدمت عرض کیا کرو اے بیند مظلوم۔ ہم اس طرح نہ رو سکے جیسا کہ حق رونے کا ہے مولی الوداع۔ الوداع) پھر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اہل عصمت اور اے بانوانِ طہارت اور اے بیٹیو، اے بہنوں میری وصیتیں بگوش دِل سنو۔ جب میرا سر تن سے جدا ہو جائے۔ اور نیزے پر سر بلند ہو جائے تو میری یہ خواہش ہے کہ اپنے چہروں کو مت نوچنا۔ مجھے دشمنوں کی شماتت اور طعنہ زنی کا خیال ہے۔ گریہ و بکا کرنا صبر کرنا اور اسیری سے رہا ہونے کے بعد جب شام سے مدینہ جانا ہو تو میرے نانا کی قبر پر جا کر میرا سلام کہنا۔ اور نانا سے عرض کرنا ؎

وحین ترون النبیؐ فابلغوا الیہ سلامی خاشعا وصلاتی

وقولوا الیہ یاخیرۃ اللہ فی الوریٰ حسینک مذبوح بشط فرات

جب تم قبر دیکھو تو میرا سلام اور درود ان کو پہنچانا۔ اور کہنا اے سید الوریٰ اے رسولِ عربی تمہارا حسینؑ نہر فرات کے کنارے ذبح ہوگیا۔

ومن بعدہ زوروا البتول و سلموا

علیہا سلاما اطیب النفحات

اور پھر میری ماں فاطمہؑ کی قبر کی زیارت کر کے میرا ان کو سلام کہنا۔ اور کہنا کہ اے اماں۔ تیرا حسینؑ غریب بے نوا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اے مادر گرامی ؎

دانم کہ تو در بہشت جاوید رخشندہ تری زماہ وخورشید

تو سوز عطش چگونہ دانی سیراب زچشمۂ جنانی

داغ علی اکبرؑ جوانم سوزندۂ تمام استخوانم

اے مادر گرامی آپ تو بہشت برین میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور وہ بہشت کہ جو چاند سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اے اماں آپ پیاس کی سوزش کیا جانیں آپ نے تو عطش کا ذائقہ چکھا نہیں بلکہ اب کوثر سے سیراب ہوتی ہیں۔ میرے جوان فرزند علی اکبرؑ کی جدائی کا داغ کہ جو میرے تمام استخوان کو جلا رہا ہے۔ اس کی آپ کو کیا خبر۔ اس وقت علیا زینبؑ نے عرض کیا اے بھائی ہمیں کس کی سپرد کر کے جاتے ہو فرمایا کہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ اے بہن ؎

رُو بسر کن چادر اے گنج اَمَدْ

باش از بہر اسیری مستعد

اے بہن چہرہ چھپائے رہنا جیسے خزانہ مخفی رہتا ہے۔ اور اے بہن بس اب تم اسیری کے لیے آمادہ ہو جاؤ اے بہن یہ کہہ کر امام مظلوم کی آنکھوں سے اشک ٹپکنے لگے۔ اور جناب زینبؑ سے اپنی پیاس کا شکوہ کیا ؎

الیک شکوایَ یاربا من عطش ادمی فؤادی ومنہ القلب حرّان

وابن احمد والکرار حیدرۃ وابن عمی واعمامی واقوالی

اے خدا پیاس کی شدت نے مجھے جلا دیا ہے جگر کباب ہوگیا ہے۔ آنکھوں کے تلے

اندھیرا چھا گیا میں تشنہ لب کہاں اور نانا رسولؐ خدا کہاں ۔ میرے بابا علی مرتضیٰ کہاں اور میں کہاں ۔ جعفر و حمزہ کہاں اور میں کہاں ۔ اے شیعو تم بھی امام حسینؑ اور شہیدوں کی تشنگی یاد کرو ۔ عاشوراء محرم سرد شربت پر نذر دلاؤ ۔

ع پانی پیؤ تو یاد کرو پیاس امامؑ کی الوداع حسین تشنہ لب الوداع ۔

بروایات جب امام حسینؑ نے اپنے اہلحرم کو رخصت کیا ہے تو اس وقت عورات مخدرات کی تعداد چونسٹھ ۶۴ تھی ۔ بقول چوراسی ۸۴ تعداد بتلائی گئی ہے آپ نے سب کو ایک خیمہ میں بلایا کہ وصیتیں کر سکیں اور آپ نے وصیتیں کیں اور فرمایا کہ یہ سب امور حفظ کتاب اللہ اور دین نبوی کی بقاء کے لیے ہیں ۔ کتاب منتخب میں ہے کہ بعدہٗ آپ نے اسباب جنگ طلب کئے ۔ اسلحہ جنگ پہنا ۔ اور سر پر عمامہ رسولؐ خدا اور جسم مبارک پر عبا رسول خدا ڈالی ۔ سپر حمزہؑ اور ذوالفقار حیدری لے کر عازم میدان قتال و جہاد ہوئے ۔ ؎

بسر نہاد چو عمامہ سید الشہداء بخلق گشت عیان رجعت رسولؐ خدا

بفرق جبہۂ پر نورش آن عمامہ زدور نمود حلقۂ بسم اللّٰہی بر آیۂ نور

چو بست تحت حنک روزگار تحسین کرد

کہ طوق بندگی این ست بندگی من کرد

یعنی کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے عمامہ سحاب رسولؐ خدا زیب سر کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ زمین میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجعت کی ہے ۔ اس نورانی سر مبارک پر عمامہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آیہ نور پر حلقۂ بسم اللہ کشیدہ ہو ۔ اور گلے میں تحت الحنک ایسا معلوم ہو رہا تھا ۔ کہ جیسے طوق اطاعت و بندگی ہو اور حسین جیسی اطاعت خدا کسی نے نہیں کی ۔ اطاعت

امام حسینؑ عبادت ہے ۔ یعنی امام حسینؑ نے اطاعت خدا کر کے عبادت کی اور ہمارے لیے اطاعت امام حسینؑ کرنا عبادت ہے ۔

حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام اسلحہ پہننے میں مصروف تھے اور اہلحرم گریہ و بکا کر رہے تھے اور لباس جہاد پہنتے ہوئے بزبان حال امام حسین علیہ السّلام اپنے شیعو کو یہ پیغام دے رہے تھے ؎

ایا شیعتی لا تترکوا قصد تربتی فاتینا ھا من اعظم القربات

وفیھا شفاء للعیون من العمی وفیھا یجیب سامع الدعوات

وحین شربتم بارد الماء فاذکروا وفاتی عطشانا علی حرقات

وصبوا علی الدمع فی کل موطن فانی قتیل الدمع والعبرات

یعنی کہ اے شیعو میری تربت کی زیارت سے کنارہ کش نہ کرنا اور میری تربت کی خاک پاک کو اپنے سروں پر لگانا کیونکہ اس میں ہر ایک بیمار کے لیے شفا ہے ۔ اور اس میں ہر ایک نابینا کے لیے بینائی ہے اور یہ ہر ایک بیماری کی دوا ہے یہ وسیلۂ قبولیت دعا ہے ۔ اسی سے تقرب خدا حاصل ہوتا ہے اور اے شیعو جب تم آب سرد پیؤ تو مجھ تشنہ لب کو فراموش نہ کرنا ۔ میری پیاس یاد رکھنا ۔ اور ہر مجلس اور ہر جگہ مجھ غریب و بیکس پر آنسو بہانا ۔ کیونکہ میں کشتۂ گریہ ہوں ۔ اس کے بعد امام مظلوم علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ سے باہر آئے اور عازم میدان قتال ہوئے ۔ گریاں خیز صورت میں فرمایا اے پدر عالیقدر میں نے میدان کارزار میں جاتے ہوئے توقف کیا ہے وہ اس لیے کہ میں آپ کو وداع کر سکوں ۔ پھر آپ سید سجادؑ کے خیمہ میں تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے ۔ اسرار امانت سپرد کئے اور دوبارہ اہلحرم کو رخصت کر کے میدان قتال روانہ ہو گئے ۔ پس

فاطمہؑ زہرا کا بھرا گھر اجڑ گیا۔ زینبؑ وام کلثومؑ بغیر بھائیؑ کے ہوگئیں سکینہ خاتون یتیم ہوگئیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینبؑ خاتون کا مکالمہ

قال العلامۃ فی الریاض۔ والمحقیق انہ اختلی بنفسہ مع الامام السجاد وھو بمکان المرض لا یرجی برئہ منہ واسر الیہ ما اسر بہ واخبرہ بانہ یقتل بعد ساعۃ۔ یعنی علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے الحرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں جاتے ہوئے اپنے فرزند سید سجادؑ سے خلوت میں کچھ باتیں کیں اس وقت سید سجادؑ بحالت بیماری اپنے خیمہ میں تھے۔ اور ایسے علیل تھے کہ صحت یاب ہونے کی امید نہ تھی اور بیمار پر جہاد بھی واجب نہیں ہے غرض کہ آپ نے سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی۔

بروایت ابن نماؒ حضرت سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابتہ ما صنعت الیوم مع ھؤلاء القوم۔ یعنی کہ اے بابا آج کے دن اس قوم جفاکار سے کیا طے پایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا لقد استحوذ الشیطان فانساھم ذکر اللہ۔ کہ شیطان نے ان لوگوں پر غلبہ کیا ہے خدا کو بھول گئے ہیں صبح سے لے کر اس وقت تک قتال ہو رہا ہے۔ سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابۃ این حبیب ابن مظاھر بابا جان حبیب کیا ہوئے فرمایا قتل وہ قتل ہوگئے سوال کیا یا ابۃ ابن بریر

فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ پھر سوال کیا اے بابا جان این مسلم ابن عوسجہ مسلم بن عوسجہ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ سوال کیا این عمی العباس کہ چچا عباسؑ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ پھر سوال کیا این اخی علی الاکبر میرے بھائی علی اکبرؑ کیا ہوئے امام حسینؑ نے دیکھا کہ اگر سید سجادؑ کو خبر قتل علی اکبر دیدی تو ایسا نہ ہو کہ سجادؑ صدمہ برداشت نہ کرسکے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ یہ سمجھ لو کہ اب خیمہ میں مردوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہے۔ قریب تھا کہ سید سجادؑ غش کر جائیں کہ حضرت زینبؑ خیمہ سجادؑ میں آگئیں۔ امام حسینؑ میدان کارزار جا چکے تھے۔ سید سجاد نے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں ذرا پردہ درِ خیمہ کا اٹھاؤ۔ پردہ اٹھایا گیا سید سجادؑ نے مقتل کی طرف نظر کی دیکھا کہ نیزہ پر امام حسینؑ کا سر بلند ہے۔

شکوہ و جلال امیرالمومنین علیہ السلام بوقت سواری اور روز عاشورا غربت امام حسینؑ بموقع سواری

جس زمانہ میں حضرت اسد ذوالجلال۔ ولی کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ تعداد میں سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا ہے

علیؑ ولی شاہ لشکر شکن
سپاہی بیاراست پولاد تن

ہمہ تیز چشم و ہمہ کینہ کوش ہمہ ہمچو دریا بجوش و خروش
گرفتہ بکف تیغ بُرآن ہمہ کہ بر حملہ چون شیر غران ہمہ

یعنی کہ علی ولی سردار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر فولادی اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور لشکر میں جوش و خروش جہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب اسرار الشہادۃ میں ہے کہ منذر بن جارود کہتا ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے باہر آیا تاکہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان و شوکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا فوج حق سے بھرا ہوا۔ اور علمہائے زنگارنگ سے لشکر کی رونق میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے دستہ کا علمبردار تھا اور یہ علمدار لشکر جناب ابوایوب انصاریؓ تھے پھر ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستۂ لشکر دیکھا جس میں علمدار لشکر ابوقتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار حافظ قرآن حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار قیس بن سعد عبادہ تھے اور ایک دستے کے علمدار قثم بن العباس تھے۔ اور ایک عظیم دستۂ لشکر کے علمدار غلام آستانۂ حیدر مالک اشترؓ تھے اور اکثر اکابرین ہمرکاب حضرت امیر المومنین تھے مثل عبداللہ بن عباسؓ، عبیداللہ بن عباسؓ، فضل بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عقیل بن ابی طالبؑ، سریح بن ہانیؓ، زیاد بن کعبؓ ہمدانی، ہانی بن عروہ مذحجی، حجاج بن خزیمۂ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد ایک علم کے سایہ میں تھے۔ اور وہ علم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے

دست فتح نصیب میں تھا۔ علیٰ راسہم تاج الجمال مع الجبروت والجلال ؎

بروں آمد ہمیں شہسواران پیادہ در رکابش تاجداران
گرفتہ غاشیہ خورشید بر دوش رکابش کردہ مہ را حلقہ بر گوش

لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے دائیں بائیں جانب آپ کے فرزند حسینؑ خوش کردار تھے اس عز و قدر و جلالت کے ساتھ جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن اے شیعان علیؑ ذرا کربلا میں امام حسینؑ پر نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؑ خیمہ سے نکلے تو اہلحرم گریاں کناں ساتھ تھے۔ در خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب توسن تھامتا اور حسینؑ کو سوار کراتا۔ امام حسینؑ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیام خالی ہیں۔ اصحاب مقتل میں سو رہے۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے عزیز و اقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبر تھے نہ قاسمؑ، نہ عون و محمدؑ اور عباس علمدار تھے سب ہی مقتل میں سو رہے تھے امام حسینؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا ھل من یقدم الی جوادی آیا ہے کوئی کہ جو سواری لائے مجھے سوار کرائے ؎

دخت اسداللہ در قلزم عصمت
صدیقۂ صغریٰ گہر عفت

حضرت امام حسین علیہ السلام کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی خلافت ظاہریہ کے

زمانہ میں جو صرف پانچ سال پر مشتمل تھا تین جنگیں لڑی ہیں جنگ اوّل۔ طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ سے ہوئی جو کہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ دوم معاویہ بن ابوسفیان سے ہوئی جو کہ جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں روزانہ گھمان کا معرکہ ہوا ہے۔ اس روز کہ جب معاویہ نے زبرقان کو مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک لشکر نبرد آزمودہ لشکر اسلام کے مقابل آیا۔ اور مبارز طلبی کی۔ ھَل مِن مبارز اور صدائے الارجل بلند کی یعنی کہا کہ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو میرے مقابلہ میں آئے۔ چونکہ تمام لشکر امیر المومنین اس کی شجاعت سے آگاہ تھا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل نکلے۔ لیکن آپ کے فرزند ارجمند شیر بیشہ شجاعت حیدری حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے مقابل اکیلے نکلے اور اسلحہ سے آراستہ ہوئے ؎

برآمد زجا شیر دشت یلی	بزد بر کمر دامن پُر دلی
بپوشید خفتان رومی قبائے	میان بست مانند شیر خدائے
بزد بر کلہ پر طاؤس	بدوش اندر افگند تابان سپر
جز آندر قہ بر شانۂ آند لیر	کشف کس ندیدہ است یہ پشت شیر
حمائل بفکیند ہندی پرند	ہنگی شد آونگ سرو بلند

یعنی کہ شجاعت و بہادری کے بیشہ کا شیر کمر ہمت باندھ کر نکلا۔ رومی جنگی مخصوص لباس پہنے ہوئے معلوم ہو رہا تھا کہ شبیہ شیر خدا ہے۔ سپر و کمان سے آراستہ، تلوار زیب، مرکب خوش دمنع پر سوار ہو کر نکلا اور امام حسینؑ اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت میدان کارزار طلب کی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا ابھی تو سارا لشکر موجود ہے تم کس لیے اذن جنگ طلب کرتے

ہو۔ عرض کیا کہ بابا جان مجھے ضرور اجازت جنگ عطا کیجئے۔ جب امام حسینؑ نے اصرار کیا امیر المومنین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا۔ یہ خبر آپ کے برادران نے سُنی کہ حسینؑ میدان کارزار میں جا رہے ہیں اس وقت محمد حنیفہ بن علیؑ اور امام حسن بن علیؑ آگے بڑھے اور ذرا فاصلے سے جا کر امام حسینؑ کے مرکب کی رکاب اور لجام تھام کر کہا کہ بھیا ہمیں خجالت محسوس ہوتی ہے تم زبرقان کے مقابلہ کے لیے جا رہے ہو اور ہم زندہ ہیں ہمارے ہوتے ہوئے تم میدان کارزار میں نہ جاؤ۔ واویلا۔ میدان صفین میں جب امام حسینؑ نے میدان جنگ میں جانا چاہا تو آپ کے بھائی حائل ہوئے گھوڑے کو روک لیا۔ لیکن روز عاشورا کوئی نہ تھا سب بھائی پہلے ہی شہید ہو چکے تھے کون روکتا۔ کون سوار کراتا۔ ہاں اس بیکسی کے عالم میں حضرت زینبؑ خاتون نے امام حسینؑ کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے۔ زینبؑ نے بھائی کو سوار کیا۔ اور اہلحرم روتے رہے عرض کہ امام حسین علیہ السلام زبرقان کے مقابلہ کے لیے میدان قتال میں تشریف لے گئے۔ جب زبرقان کی نظر امام عالی مقام پر پڑی اور شوکت و جلال شجاعت دیکھا تو حیران رہ گیا۔ آپ کے سامنے آیا اور بکمال ادب کہنے لگا کہ آقا تم کون ہو جو میرے مقابل آئے ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جد رسولؐ خدا ہیں۔ میں خلاصۂ نسل اسمٰعیل ہوں میرے بابا علیؑ مرتضیٰ ہیں میں فاطمہ زہرا بنت رسول اللہؐ کا نور نظر ہوں میں حسن مجتبیٰ نواسہ رسولؐ خدا کا بھائی ہوں۔ میں حسینؑ ہوں بس جب زبرقان نے سُنا تو تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی تھی پھر نیام میں رکھ لی اور کہنے لگا اے سید و سردار اگر آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں میں آپ سے جنگ کرنا تو درکنار میں آپ کو تیز و تند نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا آپ نے

سوال کیا کہ کس وجہ سے تو مجھ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے مدینہ میں حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا ہے کہ حضور آپ کے لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں فرماتے تھے کہ حسینؑ جوانانِ جنان کا سردار ہے۔ فرماتے تھے کہ جس نے حسینؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی میں اس حالت میں کس طرح آپ پر تلوار کھینچ سکتا ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے زبرقان تجھے میرا اسقدر خیال ہے اور تو معاویہ کی طرف سے دامادِ رسولؐ خدا۔ وصیٔ رسولؐ خدا شیرِ حق علیؑ ولی سے جنگ کرنے کے لیے طرف دار معاویہ ہو گیا ہے حالانکہ معاویہ حق پر نہیں ہے۔ زبرقان نے کہا کہ میں تو اب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے علم تلے معاویہ سے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اے حسینؑ میں شرمندہ ہو رہا ہوں آپ میری شفاعت فرمائیں امام حسین نے فرمایا کہ چلو میں تم کو اپنے پدر عالیقدر حضرت امیرالمومنین کے پاس لے چلتا ہوں۔ چنانچہ تمام لشکر نے دیکھا کہ زبرقان آپ کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوا۔ امام حسینؑ نے اس کی سفارش کی۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ اگر تم تمام جن وانس کی شفاعت کرو مجھے قبول ہے۔ امام حسینؑ نے اے شیعو تمہاری شفاعت کرنے کا اس وقت وعدہ فرمایا ہے کہ جب آپ کا سر مبارک سجدۂ معبود میں تھا اور شمر ولدالحرام کا خنجر سر امام مظلوم جدا کر رہا تھا کہ امام حسینؑ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ الٰہی اوفیت بعھدی اوف بعھدک یعنی اے خدا میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ ہمارے گنہگار شیعوں اور دوستوں کو بخشدے واضح رہے کہ امیر محمدؐ خواند شاہ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت

امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام سے متعلق ہے اور دوسری کتابوں میں یہ واقعہ حضرت امام حسینؑ کی طرف منسوب ہے۔

قال العلامۃ فی الریاض۔ فلما تھیا علیہ السلام خرج من افق الخیام کالبدر التمام۔ یعنی کہ جب شہسوار عرصۂ شہادت تاجدار اقلیم شفاعت حضرت امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے اس وقت اپنے جد رسولؐ خدا سے سُنا کہ خداوند عالم حسینؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے انا دیۃ الحسین پس امام حسینؑ عازم معرکۂ قتال ہوئے۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اشتیاق

جہاد اتمام حجّت

روز عاشورا کثرت واشتیاق جہاد امام حسین علیہ السّلام کی منظر کشی بصورت نظم حسب ذیل ہے

نیدزینب پائ نیداو نشد — نالۂ طفلان کمند اُو نشد
عشق گفتا جہد کن در وصل دوست — در گزر از ہرچہ دانی غیر اوست
عاشقاں را با سر و ساماں چکار — با زن و فرزند و خانماں چکار
عقل گفت ای عشق رای تو نکوست — لیک این غیری کہ می بینی نہ اوست
این زنانی ذریّت پیغمبرؐ اند — وین دنگاران حبیبؐ داورند
این تعلق از تعلقہا جداست — حُبّ محبوب خدا حُبّ خداست
عشق گفتا مشنو این جوش و خروش — عقل گفت این کودکان ساکن خموش

یارب این عرش است برکرسی نشستہ یا مگر
صدق مطلق جلوۂ حق مظہر الاسماء ست این
شعلۂ طور است یا نور است یا رُوئے حسینؑ
ماہ تابانست مہر جہان آراست این
گوہر دریائے لولاکست یا نجم سماک
یا درخشاں دُرّ دُرج زہرۂ زہراست این
گر حسینؑ است این جوان پس گو علی اکبرش
شاہ دین است چرا پس یکہ و تنہا است این
خسرو ناس است اگر یارب چہ شد عباس اُو
کاینچنین بی یاور و یاور اندر این صحرا است این

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ یہ عاشق لقاء الٰہی رفرف نشین او ادنیٰ ہے یعنی معراج عشق پر فائز ہے یا خود دلدل سوار میدان کارزار ہے یہ خود عرش ہے۔ کرسی نشین ہے صدق مطلق ہے مظہر اسماء خدا ہے۔ شعلۂ طور ہے یا نور ہے۔ ماہ تابان ہے یا خورشید جہاں آرا ہے اگر یہ حسینؑ ہے تو اس کا جوان فرزند علی اکبرؑ کہاں ہے اور اگر یہ بادشاہ وقت ہے تو اس کا علمدار عباسؑ کہاں ہے اور یہ خود اس صحراء میں اس عالم بیکسی میں ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور ایسا ہی کامل السقیفہ میں مذکور ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مصروف جہاد ہوئے تو اس وقت امام مظلوم کے آگے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے آگے آگے تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی خاص وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے

تھے۔ اس کے باوجود امام عالی مقام نے اپنے عشق الٰہیہ کا مہرۂ مردانہ پھینکا اور صاحب جلال منفرد ہستی یعنی امام حسینؑ نے اسلحہ سجا کر رکاب ذوالجناح میں قدم رکھا۔ اور ذوالجناح خود آتش عشق خوردہ تھا۔ یعنی عشق مجسم حسین علیہ السلام کا وفادار گھوڑا تھا۔ اور بزبان حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ امام حسینؑ کی ذوالفقار تجلی طور کی آگ سے مربوط ہے وہ آگ کہ جو در اصل نور تھی مگر موسیٰؑ اسے آگ سمجھے۔ اس کے ہر بال و پر سے شمیم زندہ ہے یعنی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ اور ہزاروں کے لیے وہ عیسیٰ نفس ہے۔ مریض اور پوسیدہ کے لیے باعث حیات ہے۔ کتاب ریاض میں ہے۔

فاخذ و ذوالجناح فی الرقاق یخیل انہ البراق یستیر بصاحب التاج و السراج الوھاج الی المعراج بخٍ بخٍ۔

چون بمیدان شہادت پا نہاد پا بروں از ملک او ادنیٰ نہاد
شد رکابش حلقۂ عرش برین عرش یعنی پای آن عرش آفرین

یعنی کہ جیسے ہی ذوالجناح نے اپنے قدم میدان شہادت میں رکھے گویا اس نے او ادنیٰ کی سیر کی اور اس کی رکابوں کا حلقہ۔ حلقۂ عرش برین بن گیا۔ اور اس کے قدم عرش آفرین ہو گئے لشکر اعداء انتظار میں تھا کہ اب شاہ مظلوم خود میدان کارزار میں آئیں گے۔ کہ کوفیوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے قتل گاہ میں قدم رکھا امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے لشکر کوفہ و شام میں کون ہوں اس پر غور کرو۔ کیا میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہرا کا نور نظر نہیں ہوں۔ کیا رسولؐ خدا میرے نانا نہیں ہیں۔ کیا علی مرتضیٰ میرے بابا نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں مجھ میں ہیں۔ اور پھر بھی تم مجھے قتل کرتے ہو۔ میرا خون کیوں حلال جانتے ہوں۔

ے سرِ راہ بر من چرا بستہ اید — دل و جانم از کین چرا خستہ اید

منم تشنہ لب ماندہ در پیش آب — سخن گر درست باید جواب

یعنی کہ میرا راستہ کیوں روکا ہے۔ اور تم میری جان، میرا دل کیوں زخمی کر رہے ہو۔ مجھے تشنہ لب رکھا ہے مجھ پر پانی بند کر دیا ہے حالانکہ نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے میری باتیں سچی ہیں تو جواب دو۔ فسکتوا ولم یجیبوا وہ سنگدل ذرا متاثر نہ ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

سخنہائی شاہ و جواب عدو — شنیدند اہل حرم موبمو

ز پوشیدہ رویان برآمد خروش — سراپردۂ شاہ آمد بجوش

چناں گریہ کردند بر حال شاہ — کہ از ماہی و ماہ شد اشک و آہ

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ کا کلام اور اعداء کا جواب سب ہی نے سنا اور اہلحرمؑ نے بھی سنا۔ پس اس وقت پردہ داروں میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور حال امام مظلوم پر ایسا گریہ کیا کہ ماہی سے ماہ تک شور بکا گونج رہا تھا۔ لشکر اعداء میں غلغلہ اور ہلہلہ تھا لیکن خیام امام حسینؑ میں نالہ و بکا کا شور تھا۔ آفتاب کی حدت اور گرمی کی شدت سے خیموں میں اور بھی زیادہ پریشانی و ہراسانی تھی۔ چونسٹھ زن و بچہ پیاسے بلک رہے تھے۔ ادھر لشکر ضلالت شعار امام عالیمقام کی نے فرمایا کہ یا قوم کفوا عن ضلالتکم یعنی کہ اے گروہ بے دین اپنی ضلالت چھوڑ دو۔ دنیا اور اس کی زینت پر غرور نہ کرو۔ لیکن ان ملاعین گمراہوں نے آپ کا کوئی کلام نصیحت سننا پسند نہ کیا۔ اے شیعو فبکی صلوات اللہ علیہ بکاءً شدیداً۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام پر لرزہ اور شدید گریہ کرو۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارز طلبی اور رجز خوانی

قال العلامۃ ثم تقدم الی القتال۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے میدان قتال میں قدم رکھا اور جب موعظہ و نصیحت کر چکے تو آپ نے درج ذیل خطاب کیا۔

کفر القوم وقد ما رغبوا — عن ثواب اللہ رب الثقلین

یا لقوم من اناس رذل — جمعوا الجمع لا ھل الحرمین

قتلوا القوم علیا و ابنہ — حسن الخیر کریم الطرفین

ثم ساروا وتواصوا کلھم — باحتیاجی لرضاء الملحدین

لم یخافوا اللہ فی سفک دمی — لعبید اللہ نسل الکافرین

و ابن سعد قد رمانی عنوۃ — بجنود کوکوف الھاطلین

لا لشیءٍ کان منی قبل ذا — غیر فخری بضیاء الفرقدین

لعلی الخیر من بعد النبیؐ — والنبی القرشی الوالدین

خیرۃ اللہ من الخلق ابی — ثم امی و انا ابن الخیرتین

فضۃ قد خلصت من ذھب — و انا الفضۃ و ابن الذھبین

و ابی شمس و امی قمر — و انا الکواکب و ابن القمرین

ے

منم نوری از نور انگیختہ — منم نقرۂ از طلا ریختہ

منم آنکہ از نزد رب جلیل | پرستا مہد آمدم جبرئیل
منم آنکہ شاہ خافقین | حسینؑ از مست و منم از حسینؑ
مرا جائیکہ دوش پیغمبرؐ است | لبانم تر از نوش پیغمبرؐ است
پدر آفتاب و قمر مادرم | ببرج ولایت سعید اخترم
منم نور بخش دل فاطمہؑ | فروزندہ محفل فاطمہؑ
بخونم چرا دست تازی کیند | بجانم چرا ترک تازی کیند
فراتست این موج زن رودبار | کہ آید ہمی روشن آئینہ وار
تو گوئی کہ صافی بحیوان دید | نگہ کردنش تشنہ را جان دید
سگ و خوک وادی آزاد نوش خوار | بدریا ءیے بُن نماید گزار
گہر پارہ رخشندہ دُرّج بتولؑ | فروزندہ خاندان رسولؐ
زتاب عطش جان بخواہند داد
آیا قوم اسلام دادہ بباد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ میں نور سے پیدا ہوں مثل نقرہ تابندہ ہوں اور سونے کی جھلک ہے خداوند عالم کے نزدیک میری یہ منزلت ہے کہ میرا گہوارہ جھلانے جبرئیل آمین آیا کرتے تھے۔

رسول رب العالمین، شاہنشاہ کون و مکان نے فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں میں سوار دوش رسولؐ خدا ہوں میں نے لبہائے وحی چوسے ہیں۔ میرے بابا علیؑ آفتاب ہیں اور میری ماں قمر منزلت ہیں۔ میں فاطمہؑ کے دل کا چین ہوں بزم فاطمیؑ کا چراغ ہوں میرے خون میں ہاتھ کیوں رنگین کرتے ہو۔ میری جان کیوں لیتے ہو۔ اسے قوم بد شعار کہتے ہو کہ گھوڑوں کو صافی دیتے

ہیں اور پیاسے کو جان دیتے ہو۔ کتے اور سوُر نہر سے پانی پئیں اور خانوادہ بتولؑ پر پانی کی بندش کیا تم نے اسلام کو اٹھا دیا ہے۔ اسے قوم تم نے علیؑ ولی اور حسن مجتبےؑ کو شہید کیا۔ وہ علیؑ جو بعد نبیؐ تمام کائنات میں افضل ہیں اور علیؑ امیر خیر الامت ہیں اور میں فرزند علیؑ ہوں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام رکاب توسن پر سنبھلے۔ اور رجز پڑھا ؎

انا ابن علی الطھر من آل ھاشم | کفا ی بھذا مفخرا حین افخر
وجدی رسول اللہ اکرم خلقہ | ونحن سراج اللہ فی الارض نزھر
وفاطما می من سلالۃ احمد | وعمی یدعی ذو الجناحین جعفر

یعنی کہ میں آل ہاشم میں فرزند علیؑ ہوں اور جب تک زندہ ہوں میرے لیے یہ فخر کافی ہے میرے جد حضرت رسولؐ خدا تمام عالمین میں برگزیدہ ہیں اور میں زمین پر اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہوں اور فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ جزو نور رسالت میں میری ماں ہیں اور میرے چچا جعفر طیارؑ ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے معروف ہیں یعنی خدا نے ان کو شہید ہونے کے بعد دو پر عطا کئے ہیں کہ جس سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے چند لمحے توقف کیا یعنی خموش رہے اور پھر ذوالفقار کھینچ کر سپاہ کوفہ و شام کی طرف بڑھے اور ان سے کہا۔ یا اھل الکوفۃ قبحا لکم و ترحا و بؤسا و تعسًا فحین استصرختمونا والھین فاتینا کم موجفین الی اخر ما قال فرمایا اسے قوم کوفہ و شام ؎

ویحکم لا تھونوا بحسین | فتذوقوا طعم العذاب المھین
وتقولوا یوم القیامۃ انا | ما علمنا و انکم تجھلون

اے بیوفا کوفیو اگر تم کو میری کوئی بات پسند نہیں ہے تو عذاب آخرت سے ڈرو۔ روز قیامت یاد رکھو یہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور تم نہیں سنتے روز قیامت باز پرس کی جائے گی۔

تعرفونی الی خیر خلق اللہ

قدمًا وانفا تنکرونی

روضۃ الشہداء میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ خدا ہی تو تم کو روزی دیتا ہے وہی خالق کل ہے۔ تم نے میرے بہتر اصحاب واقربا قتل کر دیے اور اب مجھے قتل کرنے کے درپئے ہو۔ الحکم للہ رضا بقضاء اللہ۔

اس وقت شمر ملعون شیث بن ربعی کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے جدا ہوا اور حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے ابوتراب کے بیٹے اپنی گفتگو ختم کرو ہم پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس گفتگو کا کوئی ثمر نہیں ہے اور شمر ملعون نے عمر بن سعد بدنہاد سے خطاب کیا کہ حسینؑ کا یہ کلام قطع کر۔ ناگاہ چار ہزار تیر لشکر باطل کی طرف سے امام حسینؑ پر رہا ہوئے کہ آسمان پر تیروں کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ طرفۃ العین میں یعنی پلک جھپکنے کے عرصہ میں امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پدر عالیقدر کے جسد مبارک پر کسقدر زخم لگے تو آپ نے بعد از گریہ فرمایا کہ ایک انگشتری کی برابر بھی جگہ خالی نہ رہی تھی۔ اور اس پر یہ ظلم کہ لاش امام حسین پائمال سم اسپان ہوئی۔

روز عاشوراء محرّم امام حسینؑ کی لشکر کوفہ و شام سے مبارز طلبی

روز عاشوراء محرّم جب حضرت خامس آلِ عبا امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کی نوبت آئی اور امام عالیمقام نے ان پر اتمام حجّت کر دیا۔ فلم یزدھم الا طغیانا وغروراً بل لا یعدھم الا استکباراً ونفوراً۔ امام عالی مقام کے موعظہ ونصیحت سے ان لوگوں پہ کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کی سرکشی تمرّد اور امام برحق سے بغاوت اور انکار بڑھتا ہی چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عمر ابن سعد بدنہاد کی طرف رخ کر کے خطاب فرمایا کہ خیرك فی ثلاث خصال۔ یعنی کہ آج کے دِن تو اپنے تین کاموں میں مختار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان تینوں باتوں پہ تو عمل کرے کیونکہ عرب والوں کا یہ شعار ہے کہ وقت پریشانی وبیکسی اس مظلوم سے پوچھتے ہیں کہ تیری کوئی حاجت ہے تو اگر وہ تین حاجتیں بیان کرتا ہے۔ تو اس کی ایک حاجت ضرور پوری کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگ خندق میں جب حضرت شاہ اولیا وامیر المومنین علی ابن ابی طالب، عمرو بن عبدوُد عامری کے مقابلہ ومقاتلہ کے لیے گئے ہیں تو اس نے آپ کے سامنے اپنی تین حاجتیں پیش کیں اور کہا کہ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ چنانچہ کتاب انیس العہد میں مشرّح طور پر ہے کہ اس نے تین حاجتیں پیش کیں اور پدرؑ حضرت علیؑ نے ایک حاجت مان لی۔ کیونکہ میدان جنگ میں مقابل کی ایک حاجت بھی نہ ماننا اہل عرب کے نزدیک ننگ وعار ہے عمر ابن سعد نے کہا کہ آپ کی وہ تین حاجتیں کیا ہیں امام مظلوم

نے فرمایا تترکنی حتی ارجع الی المدینۃ ۔ مجھے قتل نہ کر بلکہ مدینہ جانے دے ۔ اس بدبخت نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم کو مدینہ جانے دیا جائے آپ نے فرمایا دوسری حاجت یہ ہے کہ آب خنک پینے کے لیے دے کہ تشنگی سے دل کباب ہو رہا ہے اس ملعون نے اس سے بھی انکار کر دیا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تیسری حاجت یہ ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ میں آئے ۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا ۔

حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر کرتے ہیں ثم دعی الناس الی البراز پس امام بیکس نے مبارز طلبی کی اور اس مبارز طلبی کو بزبان حال شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے ؂

منم حیدر ساخت کردگار — منم زادۂ شیر پروردگار
کمند افگن یال دشمن منم — جہان یلی رابہم زن منم
شما روبہانید بی نام و ننگ — دل جملتان سخت باشد چو سنگ
اگر راست گوئید و ہستید مرد — دلیران و گردان روز نبرد

یکایک بیائید رُو سوی من
بہ بینید شمشیر و بازوے من

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں میدان قدرت کا حیدر ہوں یعنی شیر درندہ ہوں ۔ میں شیر خدا کا فرزند ہوں ۔ یعنی پدرم شیر خدا اور میں بھی شیر بیشۂ حیدر کرار ہوں میں دشمن پر کمند ڈالنے والا ہوں اور دنیا کے پہلوان میرے سامنے مثل زن کمزور ہیں ۔ تم لوگوں کا میرے سامنے کیا شمار ہے اگر تم مرد میدان ہو اور دلیر نبرد ہو ، مرد جنگ ہو تو ایک ایک میرے مقابل آئے اور میری تلوار اور میرے بازو دل

کی طاقت دیکھے ۔ انا الحسین بن علی بن ابی طالب بن البدر بارض العرب وان من اعجب عجب العجب ان یطلب الا بعد میراث النبی المترو الو تعلمون ان ابی قاتل عمرو و مبیر مرحب ولم یزل قبل کشوف الکرب ، مجلیا ذلك عن وجہ النبی ۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا کہ میں حسینؑ ابن علی ہوں وہ علیؑ جو نبیؐ کی میراث پانے والے ہیں وہ علیؑ قاتل مرحب و عمرو ہیں ۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ تمیم بن قحطبہ طائی نے جسارت کی اور امام حسین کے مقابلہ کے لیے میدان میں آیا ۔ و کان امیرا من امراء الشام معروفا بین الشجعان مقدما بین الفرسان کہ وہ رؤسائے شام میں سے ایک امیر شخص تھا ۔ اور شام والوں میں بہادر لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور گھوڑا سواری میں مشہور تھا یعنی کہ مرد میدان جنگ تھا فلما قابلہ زعق علیہ ۔ جیسے ہی وہ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور امام حسین کے سامنے آکر ایک بلند و مکروہ آواز میں ڈکارنے لگا اور کہنے لگا کہ اس بیکسی و تنہائی کی حالت میں اسقدر اظہار شجاعت کرتے ہو ۔ امام حسین علیہ السّلام نے جواباً فرمایا اے شقی ازلی ذرا انصاف نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ جنگ میں کس نے پہل کی ہے تم لوگ دشمنی پر اتر آئے ہو ۔ تم نے میرے یاور و انصار قتل کئے ۔ تم نے میری اولاد کو تہ تیغ کیا میرے جوانوں کو قتل کیا ۔ اگر مقاتلہ چاہتا ہے تو نزدیک آکر جنگ کر ۔ لیکن تمیم کو جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آکر حملہ کرے حضرت امام حسینؑ نے تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا تمیم دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا ۔ بعدہ یزید ابطحی نکلا اسے بھی امام عالیمقام نے ایک ہی وار میں ختم کیا امام حسینؑ کی یہ شان ضرب و حرب دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد ملعون حیران رہ گیا ۔ قال السید فی اللہوف و کان

یقتل کل من برز الیہ حتی قتل مقتلۃ عظیمۃ جو بھی آپ کے مقابل ہوا لشکر میں واپس نہیں گیا بلکہ اس نے جہنم میں جاکر سانس لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

القتل اولی من رکوب العار — والعار اولی من دخول النار

یعنی کہ شرمندگی اٹھانے سے بہتر یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور یہ بہتر ہے کہ واصل جہنم ہو جائے ؎

فاطمۃ الزہراء امی و ابی — وارث الرسل و مولی الثقلین
طحن الابطال لما برزو — یوم بدر و باحد و حنین
بطل قوم هزبر ضیغم — ماجد سمح قوی الساعدین

یعنی کہ فاطمہ زہرا دختر رسولؐ خدا میری ماں ہیں اور میرے پدر عالیقدر علیؑ وارث رسول الثقلین ہیں۔ علیؑ میدان جنگ بدر و اُحد کے فاتح ہیں۔ شجاع ترین مبارز طلبی ہیں۔ اور جب امام حسینؑ نے جو بھی آپ کے مقابل آیا قتل کیا اس وقت شمر ولدالحرام نے عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اس طرح جنگ فتح نہ ہوگی بلکہ حسینؑ پر تمام لشکر مل کر حملہ کرے۔ کتاب الریاض میں ہے کہ عمر بن سعد نے اس کی یہ بات مان لی۔ اور پورے لشکر نے مل کر امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ حمید ابن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ امام حسینؑ از سرتا پا قدم زخمی ہو گئے۔ ایسا نظر آرہا تھا کہ ریش مبارک امام حسینؑ خون سے خضاب ہو گئی ہے اس وقت آپ نے اظہار عطش فرمایا ؎

من دراین دشت بلا لب تشنہ ام
تا رسد بر حلق آب دشنہ ام

گرچہ قتل جانفشانان رکاب — اندکی برآتشم افشاند آب
گرچہ لعل خشک اکبر بر لبم — درحقیقت کشتۂ عناب بتم
گرچہ خون اصغرؑ درراہ دوست — سستہ ازرخ گرد قربانگاہ دوست
لیک این گرمی چہ می خواہد بگو — آب میجوئید ولیکن آب کو

دل شدہ سوزان زتاب تشنگی
مرغ دل کشتہ کباب از تشنگی

یعنی کہ اے لوگو۔ میں اس دشتِ بلا میں تشنہ لب ہوں جب تک کہ آپ خنجر میرے حلق تک پہنچے اگرچہ میرے یاور و انصار کے قتل ہو جانے سے میری تشنہ لبی کو بجھا دیا ہے کیونکہ وہ بھی پیاسے قتل ہوئے ہیں علیؑ اکبرؑ، علی اصغرؑ براہ خدا میں مارے گئے اور ان کی شہادت سے قربانگاہ کی گرد دور ہو گئی ہے میرا دل پانی نہ ملنے سے کباب کی طرح سوختہ ہو رہا ہے۔ اور دیکھتے ہو کہ حرارت آفتاب تیزی پر ہے۔ میں تشنہ لب ہوں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ لیکن اے شیعو۔ اعدائے دین نے کچھ نہ سنا نہ کسی شخص نے آپ کو پانی دیا بلکہ آپ تیر و تلوار و خنجر سے پیاس کا جواب دیا گیا۔

روز عاشورا جنگ و قتال امام حسین علیہ السلام اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ عمر بن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی پیش کردہ تین حاجتوں میں سے یہ ایک حاجت مان لی تھی کہ ایک ایک آدمی آپ سے مقابلہ

کے لیے نکلے۔ لیکن جب لشکر عمر ابن سعد کے نامی گرامی بہادر لوگ ایک ایک کر کے تہ تیغ حسینی ہونے لگے تو شمر ملعون نے اس کو اس عہد سے منحرف ہونے کا مشورہ دیا کہ سب مل کر حسین پر حملہ کریں۔ علامہ قزوینی کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے اپنے عہد سے انحراف کیا۔ اور تمام لشکر کو مل کر حملہ کا حکم دے دیا تب حضرت امام حسینؑ نے اپنی آستین حملہ کرنے کے لیے الٹ دیں ؎

فشد علیهم شدة علوية تكاد طما الصم الصلاد ثمود
فقاتلهم فردًا وحيدا وهما ذًا ثلثون الف زارع وجير

؎

برانگیخت شبرنگ پولاد سم ظفر گشت پیدا خطر گشت کم
پس آنکہ چو شیران تشنہ بخون برآمیخت آن تیغ الماس گون
تو گفتی علی صفوف کردگار ببدر و حنین میکند کارزار
چنان ریخت بر یکدیگر مرد جنگ کہ از کشتہ صحرائے کین گشت تنگ

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مثل حیدر کرّار دلیرانہ حملہ کیا۔ اور ایک ایک کر کے جو بھی مقابلہ میں آیا قتل کیا۔ امام حسینؑ نے اپنے شب رنگ ذوالجناح کو مہمیز کیا۔ فتح و کامرانی ظاہر ہونے لگی اور خطرہ کم ہو گیا۔ اور جب امام تشنہ لب نے تیغ الماس صفت کھینچی جو دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام صفات پروردگار کے مظہر ہیں انہوں نے بدر و حنین فتح کیا ہے آپ نے پھر اپنے حملوں سے میدان قتال لاشوں سے بھر دیا۔ حضرت ولی العصر، امام زمانہ قائم آل محمد مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہ نے

زیارت ناحیہ میں امام حسینؑ کی شجاعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے - ويدك بالحرب فثبت للطعن والضرب وطحنت جنود الفجار و اقتحمت قسطل الغبار مجالدا بذى الفقار كانك على الكرار

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ نے مثل حیدر کرّار ذوالفقار سے کفار و معاندین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد ملعون کے قدم اکھڑ گئے اور ایسا جدال و قتال کیا کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حمید بن مسلم کی نگاہ آپ کے حملہ کرنے پر تھی وہ کہتا ہے کہ فوالله ما رايت مكثورا قط قد قتل ولده واهل بيته واصحابه اربط جاشا ولا امضى جنانا منه یعنی قسم بخدا میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اگرچہ شکستہ دل تھے۔ یاور و انصار، عزیز و اقربا شہید ہو چکے تھے اولاد قتل ہو چکی تھی اس کے باوجود آپ نے ایسی قوت قلب اور شجاعت ذاتی دکھلائی اور قتال و جدال کیا کہ جو اپنی آپ خود نظیر ہے۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ آپ نے گروہ کے گروہ منتشر کیئے اور عظیم قتال کیا۔ بعدہٗ لشکر عمر ابن سعد نے مل کر آپ پر حملہ کیا اور آپ زخموں سے چُور چُور ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جسقدر زخم آپ کو لگے تھے وہ سب سامنے کی طرف تھے پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔ لیکن شیعو۔ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو تیروں پر چند لمحہ جسم مبارک معلق رہا۔

اب ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی زبان مبارک سے شجاعت کے اصول سپرد قرطاس کرتے ہیں فرمایا ہے کہ اصول صفات حمیدہ و پسندیں چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) علم۔ (۲) عفّت۔ (۳) شجاعت۔ (۴) سخاوت۔

اور حق یہ ہے کہ شجاعت حیدریہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کی اولاد امجاد میں تھی۔ چنانچہ آج تک شجاعت حسینی مشہور و معروف ہے۔ شاعر نے دونوں کا حسین امتزاج صفاتی پیش کیا ہے ؎

پدری و پسری سایۂ نور یزدان — پدری و پسری رحمت فیض رحمان

چہ پدر گاہ سخا مظہر فیض یزدان — چہ پسر روز وغا آیت قہر سبحان

چہ پدر در حذر از مولت او شیر دژم

چہ پسر در خطر از سطوت او پیل دمان

باپ اور بیٹا یعنی علی ابن ابی طالبؑ اور آپ کے فرزند حسینؑ دونوں نور یزدان اور دونوں بہ فیض رحمان۔ عالم کے لیے رحمت ہیں علی مرتضیٰ سخاوت میں مظہر فیض یزدان ہیں یعنی آپ کریم و جواد و سخی بے مثال ہیں اور آپ کے فرزند حسین یوم وغا یعنی عاشوراء محرم کے دن معاندین و کافرین کے لیے قہر خداوندی ہیں۔ شیر دژم یعنی غصّہ میں بپھرا ہوا شیر بھی ہیبت حیدر سے ڈرتا ہے۔ اور حسینؑ ابن علیؑ کی سطوت سے غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی بھی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتا۔ یعنی جب امام حسینؑ کے حملہ کرتے وقت اگر کوئی شخص پیل دمان ہے تب بھی وہ آپ کی جنگ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔

مولف کتاب اعنیٰ صدر گرمیقدر قزوینی اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت امام حسینؑ اپنے بابا علی مرتضیٰ سے شجاعت میں شباہت رکھتے ہیں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت امیرالمومنین اور حضرت امام حسینؑ کی شجاعت میں بہت فرق ہے مثلاً حضرت امیرالمومنین کی جنگوں میں سے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر زیادہ اہم ہے۔ اس جنگ میں آپ کے زیر کمان

ایک لاکھ کا لشکر اسلحہ سے آراستہ تھا اور آپ کو ہر طرح کی حمایت و حفاظت حاصل تھی مالک اشترؓ، سعد بن قیس بریدہ بن حصینؓ، اور اکثر جنگ آزمودہ اصحاب آپ کے پاس تھے جو مثل پروانہ امیرالمومنینؑ کے گرد و پیش طواف کر رہے تھے یعنی اہل ایمان کعبۂ ایمانی کا طواف کر رہے تھے۔ اور رمی الجمرات کا نشانہ امیر شام تھا۔ اور خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام جنگ و جدال میں مصروف تھے آپ نے اس شب پانچ سو تیس اشخاص منافق قتل کئے تھے اور مالک اشترؓ نے بھی پانچ سو تیس افراد قتل کئے تھے انہوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا مولائے کائنات آپ نے پانچ سو تیس افراد قتل کئے اور میں نے بھی اسیقدر مردم قتل کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک اشتر میری نظر بوقت کارزار مقابل کے نطفہ و اصلاب پر ہوتی تھی میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے صلب سے کوئی صالح فرزند پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ اور تم نے جو بھی سامنے آیا قتل کر دیا۔

مولف کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اصلاب پر نظر رکھنا اور پھر کسی کافر کو قتل کرنا یہ صاحبان ولایت کی شان ہے امیرالمومنین علیہ السلام شاہ ولایت میں تدبیر امر خلائق پیش نظر رہنا تھا اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء کربلا کے میدان کارزار میں بعض لوگوں کو جو گروہ منافقت شعار سے تھے قتل نہیں کیا ہے۔ اور بعض کو قتل کیا ہے۔ جن گمراہوں کو آپ نے قتل کرنے سے چھوڑ دیا اس کے بارے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے ستّر پشت مردم ملاحظہ کرنے کے بعد اگر دیکھا کہ اس سے فرزند صالح پیدا ہوگا تو اس کو قتل نہیں کیا ورنہ قتل کر دیا ہے پس امام حسینؑ نے بھی

مثل اپنے بابا علیؑ کے اس ضلالت شعار انسان کو قتل نہیں کیا کہ جس کے صلب سے کوئی مومن و صالح پیدا ہونے والا تھا۔ حالانکہ تین ساعت کے اندر اندر امام حسینؑ نے اسقدر تعداد میں ملاعین و اعداء کو قتل کیا ہے کہ بعض ضعیف العقل لوگ، اور وہ لوگ کہ جنہیں معرفت امام علیہ السّلام نہیں ہے اور وہ مقصّر ہیں انکار کر دیتے ہیں کہ ایک تنہا حسینؑ نے ہزاروں کی تعداد میں دشمنان دین کو قتل کیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے بروایت مناقب قدیم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے بارہ حملے کئے ہیں اور ہر ایک حملہ میں دس ہزار منافقوں اور دشمنوں کو داخل جہنم کیا ہے شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ فتارۃ یحمل علی المیمنۃ واخری علی المیسرۃ حتی قتل ما یزید علی عشرۃ الاف فارس۔ یعنی میمنہ و میسرہ پر حملہ میں آپ نے دس ہزار سوار علاوہ پیادوں کے قتل کئے ہیں۔ کیونکہ پیادے سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے بھی مارے گئے ہیں یہاں تک کہ ان حملوں کی تاب نہ لاکر فوج نے فرار اختیار کیا اور میدان کارزار صاف ہو گیا۔

مجلسیؒ اور دوسرے ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نو سو پچاس زخم لگے تھے۔ ایسے زخم کبھی حضرت علیؑ پر نہیں لگے علاوہ امام حسینؑ نے روز عاشورا اپنے یاور و انصار، بھائی اور اولاد بھتیجوں بھانجوں کے بہتّر داغ اٹھائے ہیں اور تشنگی تین شب و روز برداشت کی ہے لیکن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام پہلے کسی جنگ میں تشنگی کی حالت نہیں رہی۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ میں اور مجلسیؒ فتن و محن میں نقل کرتے ہیں کہ ہر ایک جنگ میں دو شخص آب و غذا لے امیر المومنین پر مامور ہوتے تھے ایک

شخص ہمہ وقت پانی کی مشک اور دوسرا غذا کا سامان رکھتا تھا کہ اگر آپ کو پیاس محسوس ہو تو فوراً پانی پیش کر دیا جائے۔ لیکن روز عاشوراء امام حسین علیہ السّلام تین دن کے بھوکے و پیاسے تھے۔ امیر المومنینؑ نے کسی جنگ میں بیٹوں کا داغ نہیں اٹھایا تھا نہ بھائی کا مفارقت دیکھا تھا۔ مگر امام حسینؑ نے اٹھارہ بنی ہاشم کا داغ اٹھایا کہ جن کی مثل و نظیر عالم میں نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کا اس عالم میں شجاعت کا مظاہرہ دیکھ کر ملائکہ تعجب میں تھے پیاس کے عالم میں یہ جہاد کارنامہ عظیم ہے۔ وفی الریاض لما حمی الوطیس جاء بجنودہ ابلیس فتکاثر الخیل علی سبط الرسول وضاق المضمار من ترادف الخیول فارسلوا الیہ الرماح والاقداح والسیوف والخناجر والمزج والزماجر والعامود والسفود والخشب والحجر۔ جیسے ہی امام حسین علیہ السّلام نے جدال و قتال میں لشکر عمر ابن سعد میں تہلکہ برپا کر دیا تو عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حسین بن علیؑ پر حملہ کریں چنانچہ پورے لشکر نے ان تمام آلات حرب سے حملہ کیا کہ جس کا ذکر کیا جا چکا یعنی تلوار و تیر و شیر و خنجر و پتھر سے حملہ کیا گیا۔ اور امام حسین علیہ السّلام نرغۂ اعداء میں گھر گئے چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا تیر برس رہے تھے پتھر پھینکے جا رہے تھے تلواریں چمک رہی تھیں اور فرزند رسولؐ خدا یک و تنہا تھا کائنات میں تنزلزل تھا۔ انبیاء کا یہ عالم کہ آدمؑ مبتلائے غم۔ نوحؑ غرق طوفان ستم، یعقوبؑ غرق حزن و ملالؑ ایوبؑ گرفتار بلا، یونسؑ در کام ماہی موسیٰ قبطیوں میں گرفتار، عیسٰی دست یہودیوں میں، یوسفؑ درمیان گرگان۔ خلیل درمیان آذر اسمٰعیل وادیٔ غیر اور حضرت محمدؐ عربی کفار مکّہ میں پھنسے ہوئے ۔ اور حیدر کرّار ذلیل اشرار و نفاق حسن خستۂ الماس

اور امام حسینؑ لشکر عمر بن سعد میں محصور، زخموں سے چور تھے۔ اکیلے حسین پر دشمنوں کی یلغار تھی۔ اور زینب خاتون در خیمہ سے دیکھ رہی تھیں کہ زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا ہے آفتاب کو کسوف لگ گیا ہے۔ شمع حرم نبوی گل ہونیکو ہے۔ ملائکہ السمٰوات میں شور و غوغا برپا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اس عالم میں حضرت امام حسینؑ نے ذوالفقار بکف حملہ کیا۔ یہ حملہ میمنہ پر تھا تمام لشکر پراگندہ ہوگیا پیادوں کے قدم اکھڑ گئے سواروں کے گھوڑوں کے سُم کے تلے دب کر لوگ مر گئے۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور ایک ایک آدمی جنگ کرنے کے لیے بھیجنا بند کر دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں جانتے یہ فرزند حیدر کرّار ہے اس سے اکیلا لڑنا درست نہیں ہے تم سب خیام کی طرف حملہ کرو اس وقت حسینؑ تمہیں خیام کی طرف جانے سے روکیں گے اور اس طرح خیام اہل بیت اور حسینؑ میں لشکر حائل ہو جائے گا۔ اور خیمہ امام حسینؑ میں اہلبیت پر وہ وقت سخت ترین ہوگا۔ اور اس طرح حسینؑ کا جذبۂ قتال ٹھنڈا ہو جائے گا چنانچہ ان بزدلوں نے ایسا ہی کیا کہ خیام پر حملہ آور ہوئے حضرت امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ برائے حفاظت خیام اہلبیتؑ ان پر مثل شیر گرسنہ حملہ آور ہوئے اور ان کو خیام سے دور بھگا دیا۔ دوبارہ پھر اس قوم بے حیا نے خیام امامؑ پر حملہ کیا۔ اور دشمن کے کئی ہزار لشکری امام حسین اور خیام کے درمیان حائل ہوگئے۔ مرحوم سیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب مخدّرات یعنی الحرمؑ نے امام حسینؑ کو خیام کے نزدیک نہ دیکھا اور فوجی شور و غل سُنا تو ایک مرتبہ سب نے واحسیناہ کی صدا بلند کی۔ والحماہ واعلیاہ واحسناہ واحسیناہ، کی صدائیں بلند کیں۔ اور جب یہ آوازیں امام حسینؑ کے گوش گزار ہوئیں امام حسینؑ خیام

کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ لشکر حسینؑ اور خیام کے درمیان حائل ہے فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کے گروہ تم کیسے مسلمان ہو اگر تم نے اپنے لیے دین اختیار نہیں کیا ہے تو عرب کی غیرت کو زبان زد خاص و عام ہے تمہاری غیرت کیا ہوئی شمر ولد الحرام سامنے آیا اور کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ تم کیا کہتے ہو امام حسینؑ نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ انا الذی اقاتلکم و انتم تقاتلونی و النساء لیس علیھن جناح یعنی کہ جدال و قتال میرے اور تمہارے درمیان ہے تم مجھے قتل کرتے ہو میں تمہیں قتل کرتا ہوں ان عورات کا کیا قصور ہے کہ تم خیام پر چڑھائی کر رہے ہو۔ دیکھو جب تک کہ میں زندہ ہوں میرے الحرم کے خیموں کا رخ نہ کرو۔ شمر ولد الحرام نے اس وقت سوار اور پیادوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ خیام سے دور ہو جاؤ ایک طرف ہو جاؤ۔ فلعمری انہ کفو کریم اپنی جان کی قسم حسینؑ بزرگ خاندان سے ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہوگیا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ حالت سقوط میں تھے یعنی گھوڑے سے گرے ہوئے تھے۔ سر بزانو آئے ہیں اور لشکر اعداء کو غیرت دلائی ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اس وقت امام حسینؑ نے یہ فرمایا ہے کہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور تم مجھے قتل کرتے ہو۔ یہ چیز ظاہر کر رہی ہے کہ حسینؑ ذوالجناح پر سوار تھے اور دوسرے کفو کریم سے یہ مراد بھی ہے کہ یہ برائے جنگ ہمسر ہے۔ اور حالت سقوط کا لفظ کسی مقتل میں بھی نہیں ہے۔ پس لشکر بے حیا کو آپ نے خیام سے دور کیا۔

تحقیق شجاعت و شجاع

وفی القاموس الشجاعة قوة القلب عند البأس وقد شجع الرجل بالضم ای قوی قابه للحروب واستها لجرأة و اقد اماً۔ یعنی کہ شجاعت کہلاتا ہے خصوصاً جنگ میں وہی شخص شجاع کہلائے گا کہ جس کے دل پر جنگ کا خوف و ہراس طاری نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ شجاعت دعویٰ کرنے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہ بالفعل ظاہر ہوتی ہے۔ پس جوہر جوانمردی و شجاعت ہنگام قتال و جدال ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہ جب جنگ کے حالات بدل جائیں اور بظاہر امید فتح ختم ہو جائے میدان جنگ میں شجاع و بہادروں کی اس طرح تقسیم کی گئی ہے کہ افراط کے معنیٰ میں بہت زیادہ کرنا اور تفریط کے معنے میں کمی کرنے کو۔ اگر شجاعت میں افراط ہے تو وہ تہوّر ہے جو پسندیدہ ہے اور اگر مردانگی میں کمی ہے تو وہ تفریط یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے شجاعت ان دونوں کی درمیانی حد کا نام ہے

مجمع البحرین میں ہے کہ التهور الوقوع فی الشیٔ بقلة مبالاته یعنی تہوّر کے معنیٰ میں بیباکی کرنا۔ اور عدم رفتار کا ہونا اور آداب جنگ کا نہ جاننا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے پس تہوّر میدان جنگ میں پسندیدہ نہیں ہے۔

تہوّر پسندیدۂ عقل نیست
جنون و تہوّر بمعنیٰ یکی است

جمشید ہمہ وقت ایک انگشتری رکھتا تھا کہ اس انگشتری کے نقش پر نظر رہے۔

اس انگشتری کا نقش یہ تھا کہ وقت جنگ آہستگی و موارات یعنی صلح و آشتی، اور جُبن بمعنیٰ نامردی ہیں یعنی جبن ڈر اور خوف سے عبارت ہے اور مذموم صفت ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اس سے پناہ مانگتے تھے کہ اللّٰھم انی اعوذ بك من الکسل والفشل والھم والغم والجبن۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سستی و کاہلی، اندوہ و غم اور جبن (کاہلی) سے۔ جبن عورتوں کی صفت خاص ہے اور شجاعت صفت جوانمرد ہے چنانچہ حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد گرامی نہج البلاغہ میں ہے کہ شرار خصال الرّجال، خیار خصال النساء یعنی کہ مرد کی بدترین صفت عورت کے لیے صفت ممدوح ہے مثلاً بخل (کنجوسی) جبن (سستی و کاہلی) اور تکبّر (غرور) یہ تینوں صفتیں عورت کا زیور ہیں اور یہ صفات مرد کے لیے معیوب ہیں۔ (جود اور اقدام شجاعت مردوں کی شان ہیں اور بخل و جُبن عورتوں کی شان ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان اللہ یحب الشجاع ولو یقتل حیّة۔ خداوند عالم بہادر و شجاع کو درست رکھتا ہے اگرچہ وہ سانپ ہی کو مارے۔ عمر بن عبدود عامری نے جنگ خندق میں یہ رجز پڑھا۔ ولقد بحجت من الذاع بجمیعکم هل من مبارد ان الشجاعة والسماحة للفتی خیر الغرائز شجاع و دلیر وہ ہے کہ جو جنگ میں قوی دل ہو آداب حرب سے واقف ہو اپنے اطراف و جوانب سے واقف ہو۔ اور خوف زدہ کی طرح اپنا دل ہراساں نہ کرے شیر کی طرح باخبر رہے کہ حیوانوں کے درمیان شیر چوکنّا رہتا ہے۔ اسی لیے بہادر و شجاع کو کہتے ہیں کہ فلانٌ کا الاسد یعنی کہ فلاں آدمی شجاعت میں شیر ہے اور کسی دوسرے درندہ

سے تشبیہ نہیں دیتے ۔کیونکہ جس طرح شیر کی نظر چاروں طرف رہتی ہے اسی طرح میدان جنگ میں شجاع آدمی کی نظر ہر طرف رہتی ہے جناب حمزہؑ ابن عبدالمطلب کو شجاع ہونے کی بنا پر آنحضرتؐ نے اسد الرسولؐ کا لقب عطا کیا تھا ۔ اور حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب کا لقب اسداللہ مشہور معروف ہے جس طرح حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام شجاع و بہادر تھے اسی طرح آپ کے فرزند امام حسین علیہ السّلام بھی اشجع الناس تھے ۔ چنانچہ آپ کی رزم و جدل تمام شجاعان عالم میں سرفہرست ہے ۔امام حسینؑ کی جنگ روز عاشورا کو دیکھ کر اس دور کے لوگ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے حملوں کو بھول گئے تھے ۔

شیخ محمد بن سمین اور ابن حماد علیہ الرحمۃ نے آپ کی جنگ کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے علی مرتضیٰ کی جنگ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شجاعت کو اگر شیر سے تشبیہ دی جائے یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے امام حسینؑ کی شجاعت کو دیکھ لے تو اُس کا زہرہ آب آب ہو جائے ۔کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام نے بیکسی و تشنہ کامی کے عالم میں عمر بن سعد ملعون کے ایک لاکھ لشکر سے تنہا جنگ کی ہے اور کئی ہزاروں ملعونوں کو تہ تیغ کیا ہے اور چونکہ حضرت امام حسینؑ قطب عالم تھے ۔اگر آپ ارشاد بھی کرتے یا زبان سے لفظاً موتو فرماتے تو ایک آن واحد میں سارا لشکر باطل ختم ہو جاتا ۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب لشکر بد نہاد نے حضرت امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کیا جسے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے ۔ لشکر ابن سعد ملعون نے چاروں طرف سے آپ کے لشکر پر حملہ کیا تو حیدری جوانوں نے اور بالخصوص حضرت

امام حسینؑ نے جب ذوالفقار سے ان کے حملہ کو پسپا کیا ہے تو کربلا سے لے کر تا پشت دروازہ کوفہ اس حملہ کا اثر ہوا ہے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کی ذوالفقار لشکر عمر ابن سعد کے آخری حد تک بلند ہوتی ہے یعنی کہ آپ حملہ کرتے ہوئے پورے لشکر کو عبور کر گئے ہیں ۔اس وقت حضرت نے فرمایا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس حملہ میں سوار و پیادہ اور مرکب ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ ہوئے ہیں ۔اور چونکہ امام حسین علیہ السّلام کے بدن مبارک پر اسقدر تیر و نیزے کے زخم تھے کہ جدھر آپ حملہ کرتے آپ کے خون پاک کے قطرے زمین پر گرتے تھے چار فرسخ سے چار فرسخ تک آپ نے لشکر کوفہ و شام پر حملہ کیا اور آپ کے خون کے قطرے اس محدود زمین پر گرے اور خاک ۔ خاک پاک ہو گئی چونکہ آپ کے جسم مبارک سے خون بہت زیادہ نکل گیا تھا پس آپ ضعف محسوس کرنے لگے ۔ اور قتال سے ہاتھ کھینچ لیا ۔ کہ ایک ظالم نے پیشانی امام مظلوم نشانہ سنگ بنایا ۔امام حسینؑ کی پیشانی خون سے رنگین ہو گئی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی ۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں عبداللہ فرزند امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام خیمہ سے باہر نکلا اور مقتل میں امام حسین کے پاس پہنچا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عبداللہ اکبر اور عبداللہ الاصغر یہ دونوں آپ کے امام حسنؑ کے فرزند ہیں عبداللہ الاکبر کی ماں اُمّ اسحاق بنت طلحہ تھیں اور عبداللہ الاصغر کی ماں اُمّ ولد تھیں یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہوئے ہیں امام حسن مجتبےٰ کے پندرہ فرزند اور سات دختر تھیں ۔جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں ۔حسن بن حسنؑ ، زید بن حسنؑ ، عمرو بن حسنؑ ، حسین بن حسنؑ ، عبداللہ بن حسنؑ ، عبدالرحمٰن بن حسنؑ ۔ عبداللہ بن حسنؑ اسمٰعیل بن حسنؑ

محمدؑ بن حسنؑ، یعقوب بن حسنؑ، جعفر بن حسنؑ۔ طلحہ بن حسنؑ، حمزہ بن حسنؑ۔ ابوبکر بن حسنؑ، قاسم بن حسنؑ، ان کے علاوہ بروایت ابی مخنف، احمد بن حسن بھی آپ کے فرزند تھے۔ اور آپ کی اولاد حسن بن حسنؑ اور زید بن حسنؑ سے چلی ہے آپ کی دختران سے بھی اولاد چلی ہے چنانچہ دختران کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ اُمّ الحسن، اُمّ محمد بن علی الباقر، اُمّ الحسین، اُمّ عبداللہ فاطمہ ام سلمہ رقیہؑ، شہادت عبداللہ الاکبر کا ذکر حالات امام حسن کے عنوان میں کیا گیا ہے۔ اور شہادت عبداللہ الاصغر بن حسن اور مقام ان کے شہادت کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پہلے مقاتلہ ہی آپ شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے مقاتلہ میں شہید ہوئے بعض یہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے کہ شہید ہو گئے۔ امیر صاحب روضۃ الصفاء اور طبری نقل کرتے ہیں کہ مقاتلہ کے دوران آپ کے گھوڑے کے تیر لگا اور امام حسینؑ پیادہ ہو گئے کہ اسی وقت عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے اور شہید ہو گئے۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السّلام اہلحرم کو وداع کر چکے اس وقت عبداللہ الاصغر فرزند امام حسنؑ نے امام حسین علیہ السّلام کی گفتگو اور وصیتیں سنیں امام حسینؑ عازم میدان قتال ہوئے اور عبداللہ نے روتے ہوئے عرض کیا اے عم محترم بخدا میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں مرحوم السیّد کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد ملعون نے امام مظلوم پر دوبارہ حملہ کیا ہے فخرج عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ۔ یعنی کہ عبداللہ خیمہ سے نکلے

امام حسینؑ نے بخیال تنہائی ان کو ساتھ لیا اور وہ نشانۂ تیر ظلم بن گئے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب عبداللہ خیمہ سے نکلے ہیں تو حضرت زینب خاتونؑ نے ان کو روکا مگر عبداللہ نہ رُکے میدان قتال میں پہنچے کہ ابحر بن کعب اپنے گھوڑے سے زمین طرف جھکا کہ امام حسینؑ کو قتل کرے۔ اس وقت عبداللہ نے باآواز بلند کیا۔ تو چاہتا ہے کہ میرے عمّ محترم کو قتل کرے۔ ؎

دست خود حائل نمودی چوں سپر

بُرد پیش تیغ وگفت ای خیرہ سیرُ

تو نخواہی داشت دست از کُشتنش

من نخواہم داشت دست از دامنش

یعنی کہ اس وقت عبداللہ بن حسنؑ نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ امام حسین کے سینے پر رکھ دیے کہ عمو حسینؑ پر ہاتھ سپر بن جائیں اور تیغ تیز کے سامنے ہاتھ کرنے کے بعد کہا اے بے حیا ظالم تو نے نہ چاہا کہ حسین کو قتل کرنے سے ہاتھ کھینچ لے تو میں نے بھی نہ چاہا کہ حسینؑ پر سے اپنے ہاتھ اٹھالوں پس فضرب بالسیف فاتقاها الغلام بیده فاطنها الی الجلد اس ملعون نے عبداللہ کے ہاتھوں پر تلوار کی ضرب لگائی اور اس معصوم کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ عبداللہ نے فریاد کی یا اماہ ادرکنی۔ اے اماں جان خبر لیجئے۔ امام حسینؑ نے اس بچہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ اسی وقت حرملہ لعین نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا اس کے گلوئے نازنین پر تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ نمعلوم، اس وقت امام حسینؑ کے دل پر کیا گزری۔ خیمہ میں زینب خاتون نے فریاد کی یا ابن اخاہ اے میرے برادر کے بیٹے تو حرملہ کے تیر سے

ذبح ہوگیا۔

زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین کا جہاد سے ہاتھ کھینچنا

علماء اور ارباب مقاتل بیان کرتے ہیں کہ میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نیزہ و تیر اور گرز کے زخم تھے مگر تلوار کا کوئی زخم نہیں لگا تھا۔ آپ کی زرہ پر تیر اسقدر تھے کہ ہر حلقۂ زرہ میں ایک تیر پیوست تھا اور آپ کے جسم پر کوئی ایسی جگہ باقی نہ تھی کہ اس پر تلوار کی ضرب لگائی جائے لیکن آپ کے جسم مبارک سے اسقدر خون بہہ گیا تھا کہ طاقت جہاد نہ رہی تھی اس وقت مالک ابن یسر ملعون نے جرأت کی اور آپ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر اس ملعون نے دور جا کر شور مچایا یا حسینؑ اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حسین زندہ ہیں یا روح پرواز کر گئی جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ حسینؑ بالکل بے طاقت ہیں اس ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی عمامہ دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا پروردگار یہ اپنے ہاتھوں سے نہ کچھ کھا سکے نہ پی سکے۔

مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حرامزادہ نے جب کہ امام مظلوم کے سر مبارک سے عمامہ گر پڑا۔ تو آپ کا کلاہ اٹھا کر اپنے گھر لے گیا جو کہ از قسم پوستین تھا۔ جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنی زوجہ سے طشت اور پانی مانگا۔ اور کلاہ صاف کرنے لگا کہ وہ پانی خون ہو گیا۔ وہ ضعیفہ یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اور کہا کہ اے

ظالم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے فرزند پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا۔ اور ان کا عمامہ اور کلاہ لوٹ کر میرے گھر لایا ہے کہنے لگی کہ میں بخدا تیرے گھر نہیں رہوں گی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وہ ظالم اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ضعیفہ کو عقب سے کھینچتا اور طمانچہ مارتا ہوا صدر دروازہ پر لایا چاہا کہ ضعیفہ کو کھونٹی سے باندھ دے کہ دروازہ کی آہنی کیل اس کے ہاتھ میں لگی فوراً ہی اس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو دعا مقبول ہوئی اور وہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ صاحب عمّان البکاء لکھتے ہیں کہ اس شب مالک کی زوجہ اپنے شوہر کے گھر سے روتی پیٹتی باہر نکلی دیکھا کہ ایک دوسری عورت اس کی طرح کوچہ میں کھڑی رو رہی ہے حال معلوم کیا تو اس عورت نے کہا کہ اگر تو نے عمامۂ پُر خون حسینؑ دیکھا میں زوجۂ شمر ولد الحرام ہوں اے کاش میں نابینا ہو جاتی میں نے ریش مبارک حسینؑ کو خون آلودہ دیکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ پیادہ خیام کی طرف آئے لیکن خیمہ میں نہیں گئے اس خیال سے کہ اہلحرم زخمی حالت میں نہ دیکھ سکیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اہلحرم سے آخر رخصت

علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ کتب معتبرہ، اور ارباب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے روز عاشوراء اپنے اہلحرم کو دو مرتبہ وداع کیا ہے کہ اے اہلحرم تمہارا خدا حافظ ہے۔ اگرچہ

امام مظلوم مقتل سے مکرر خیام میں تشریف لائے ہیں اور میدان رزم تشریف لے گئے ہیں لیکن اہلحرم سے دو مرتبہ رخصت ہونا ثابت ہے ۔ چنانچہ وداع آخر یعنی آخری مرتبہ رخصت اس وقت ہوئے ہیں کہ جب قتال کرتے ہوئے زخموں پر زخم کھا کر نقاہت بڑھ گئی اور ضعف کی وجہ سے جہاد سے تلوار روک لی اور مالک بن یسر ملعون کی ضرب سے ہمت ٹوٹ گئی ۔ سر برہنہ بخیام تشریف لائے ۔ رومال سے سر مبارک باندھا ۔ اور عمامہ پرخون سر پر رکھا اور فرمایا کہ اے مخدرات حرم یا زینبؑ ، یا ام کلثوم یا سکینہ ، یا رقیہ یا فاطمہؑ علیکن منی السلام جب سب نے نام بنام سلام سنا تو اہلحرم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حسینؑ زخمی حالت میں تھے وداع اول کے موقعہ پر امام حسینؑ زخمی نہ تھے ۔ پیاس کا غلبہ تھا تمام جسد مبارک زخمی تھا ۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے اپنے آپ کو بھائی کے قدموں پر گرا دیا ۔ فرفرت زینبؑ من علیل صدرها وانتثرت نجوم الدمع علی بدرها وهی تدور حوله وتصرخ بالویل والثبور ۔ علیؑ کی بیٹی نے نالۂ جانکاہ دل سے کھینچا ۔ اور باآواز گریہ فرمایا ۔ واویلا بلند کیا لیکن کیا کرتیں ۔ مگر فرمایا اخی اخی یا خیرة خس فقدته وانفس شئ حنانی منه نافس ۔ یعنی اے بھائی بہترین ذخیرۂ خواہر یہی ہے کہ تجھ پر میری نظر رہے ۔ آج اے بھائی تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو اور آپ جیسا دُر نایاب مجھ سے کم ہو جائے گا ۔ اخی الیوم مات المصطفی ووصیه ولم یبق للاسلام بعدك حارس اے برادر فی الواقعی آج پیغمبرؐ خدا ، علی مرتضیٰ رخصت ہو گئے ۔ تم ان کی جگہ تھے تم بھی اب جا رہے ہو اسلام کا نگہبان کون ہے ۔ اے برادر زینبؑ اب ان بچوں کی حفاظت

کون کرے گا ۔ اے بیکس اہلحرم کے مددگار ، آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ بلک رہی ہے چہرہ پر آنسو رواں ہیں ۔ تیمی کا تصور ہے ۔ اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے ۔

ع سرگشتہ بانواں حرم گرد شاہ دین

یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ازواج آپ کے گرد بحال پریشان حلقہ بنائے ہوئے تھیں بروایتے چونسٹھ مخدرات حرم آپ پر گریہ کر رہی تھیں صاحب نوادر حسینیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ایک تین سالہ دختر تھی جو خیام کے صدر دروازہ پر بیٹھی تھی ۔ اور حضرت کے وداع آخر کا منظر دیکھ رہی تھی ۔ یہاں تک امامؑ مظلوم نے چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں کہ سکینہؑ خاتون نے دامن تھام لیا ۔ امام حسینؑ نے اس کو آغوش میں لیا پیار کیا ۔ بچی نے کہا بابا کب تک پانی نہیں ملے گا امام حسین نے فرمایا اجلسی عند الخیمة لعلی اٰتیك بالماء کہ اے بیٹی خیمہ میں بیٹھو شاید کہ پانی لا سکوں ۔ وہ بچی ہر وقت پھوپھی سے دریافت کرتی کہ بابا کہاں گئے ہیں زینبؑ خاتون فرماتی کہ بیٹی تمہارے بابا سفر پر گئے ہیں ۔ پھر بچی نے دریافت کیا کہ اے پھوپھی اماں کیا سفر سے مراد سفر آخرت ہے ۔

وقت رخصت خیام اہلبیت میں کبھی آواز گریہ بلند ہوتی تو کوئی بی بی کہتی کہ اے اخی تم کہاں چلے گئے کبھی کوئی بی بی کہتی اے بابا تم کہاں ہو ۔ امام حسینؑ اگرچہ تسلی دیتے تلقین صبر فرماتے لیکن ان بیکس بیبیوں کو کیونکر صبر آئے کہ جن کی نگاہ کے سامنے بھرا گھر اجڑ گیا ہو ۔ مرحوم شیخ خصائص میں فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن کو برابر صبر کی تلقین کی پھر امام حسینؑ نے آپ سے

لباس کہنہ مانگا۔ آپ نے سوال کیا بھیا لباس کہنہ کا کیا کرو گے فرمایا کہ اے بہن ایسا نہ ہو کہ میرے شہید ہونے کے بعد لشکر کوفہ و شام میرا لباس اتار لے میں چاہتا ہوں کہ بوسیدہ اور کہنہ لباس بھی لیں ہوں تاکہ میری لاش برہنہ نہ رہے۔ اے شیعو۔ جب زینبؑ خاتون نے یہ سنا تو آپ کے دل پر کوہ غم گر پڑا۔ واحسیناہ محمداہ فرمایا اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اکثر ارباب مقاتل نے بوسیدہ و کہنہ لباس کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت نے اپنی بہن سے طلب کیا اور پہن لیا۔ شیخ مفید نے سراویل (پائجامہ) تحریر کیا ہے کہ آپ نے پائجامہ طلب فرمایا اور پہنا مرحوم السید اور ابن شہر آشوب نے ثوب عتیق لکھا ہے اور عتیق سے مراد کہنہ اور ثوب بمعنی لباس ہے کتاب منتخب میں بھی لباس کہنہ لکھا ہے پس جب جناب زینب خاتون نے پرانا لباس لاکر دیا امام مظلوم نے وہ لباس پہنا اہلحرمؑ میں کہرام برپا ہو گیا۔ اے شیعو وہ لباس کہنہ کیا تھا کفن کی جگہ تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونا

علامہ اپنی کتاب ریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام العصرؑ خامس آل عبا دوسری مرتبہ اہلحرم سے رخصت ہوئے تو اس وقت اہلحرم کا یہ حال تھا جیسے شاعر نے نظم کیا ہے کہ ؎

وان زنان وکودکان بانجاح　　جمع کردیدند دور ذوالجناح

جلکی از خیمہ بیروں ریختند　　خوش بدامانش چو کرد انگیختند

ہمچوں لوح معتدل دامان شاہ　　کسرہا دادند اندر خویش راہ

کشت زاں پروانگاں خستہ جان　　دامن آن شمع دیں پروانہ سان

آرے آنان از دو کون آوارہ اند　　دائما غم پرور و غم خوارہ اند

وآن زنان مستمند ناتواں　　ہمچو پروانہ بدورش پر زنان

ذوالجناح عشق از سر تا بدم　　زیر بوسہ آل عصمت گشت کم

نالۂ زینبؑ نمی آید بگوش

اندر اینجا رفتہ پنداری زہوش

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ وقت رخصت امامؑ مظلوم اہلحرم ذوالجناح کا جو کہ صدر دروازہ خیام پر موجود تھا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ اور غمگین واندوہگیں صورت میں اہلحرم ذوالجناح کے گرد جمع تھے۔ ذوالجناح امام حسینؑ سراپا مرکز محبت بنا ہوا تھا۔ اور اہلحرم اُسے بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت زینب خاتون کی صدائے نالہ وگریہ گوش زد نہیں ہو رہی تھی کیونکہ امام حسینؑ نے متواتر صبر کی تلقین کی تھی پس ثانیٔ زہرا خموش اور سکتہ کے عالم میں تھیں۔ اہلحرم اور مخدرات کے گریہ و بکا کی آواز سن کر سید سجاد علیہ السّلام نے سوال کیا تو حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا تمہارے بابا جان وداع آخر کے لیے خیمہ میں آئے ہیں بیمار کربلا نے جب سنا تو آپ اُٹھ کر بیٹھے اور زینبؑ خاتون نے سہارا دیا کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لائے۔ ؎

شد طبیب دردمندان یار عشق

بر سر بالیں آن بیمار عشق

کای طبیب دردہائی بیدوا — حال تو چونست برگو ماجرا
تک ز جا خیز نبود وقت خواب — حق سلامت میرساند گو جواب
ای علیؑ آوردہ ام از حق پیام — بر تو من بعد از تحیات وسلام
کای اے علیل من تبارک بر تو باد — خلعت شادی مبارک بر تو باد
مالک الملکی وسلطان جود — مظہر من مظہر غیب وشہود
چوں پیام دوست بشنیدآں علیل — از زبان حق بدون جبرئیل
برکشود او دیدہ حق بین خویش — دید حق را بر سر بالین خویش
احمدی برگشتہ از معراج قرب — مر علیؑ را ہشتہ بر سر تاج قرب
خود پیام آوردہ خلاق جلیل — خود پیغمبرؐ بر علیؑ خود جبرئیل
شد علیل حق بلند از جایگاہ — بوسہ باران کرد خاکپائے شاہ
گفت کای دردو غمت درمان من — ای فدائے درد عشقت جان من
دردمندے آئے خوشا بر حال اُو — گر تو پرسی از کرم احوال اُو
گر تو پرس حال بیماران غم — بس گوارا باشد آن درد والم
چونکہ زنجیر تو را من قائلم — زیر این زنجیر خوش باشد دلم

من بزنجیر تو دارم افتخار
شیر حق را نیست از شمشیر عار

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ بیمار فرزند کے سرہانے اس طرح تشریف جیسے طبیب بیمار کے پاس آتا ہے فرمایا اے فرزند تمہارا کیا حال ہے کچھ تو اپنا ماجرا بیان کرو اس طرح سوال کیا جیسے طبیب بیمار سے بیماری کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ذرا اپنی جگہ سے اٹھو تو سہی یہ وقت خواب نہیں ہے۔ تمہیں اللہ سلامت رکھے

کچھ تو جواب دو۔ اے علیؑ اے میرے فرزند میں تحیات وسلام کے بعد یہ پیغام حق لایا ہوں کہ خدا تجھ کو صاحب برکت قرار دے تجھے خوشیاں نصیب ہوں اور اے میری سلطنت امامت کے تاجدار اے سلطان جود وسخا اور اے عالم غیب وشہود، جب امام حسین علیہ السّلام کا کلام سید سجاد نے سنا۔ گویا کلام حق بغیر جبرئیل گوش زد ہوا تو سید سجادؑ نے آنکھیں کھولیں۔ قدرے ہوش آیا دیکھا سر بالیں امام حسینؑ موجود ہیں۔ امام حسینؑ نے خلاق عالم کا پیام سنایا جیسے پیغمبرؐ خدا۔ علیؑ کو کلام حق سنائیں۔ سید سجاد اٹھے اور خاکپائے امام حسینؑ نے بوسہ دیا۔ گویا یہ عرض کیا اے دردمند خوشا نصیب تاکہ آپ نے احوال پرسی کی۔

پس امام حسین علیہ السّلام نے انگشتریٔ ولایت آپ کو پہنائی سینہ سے لگایا اور اسرار امامت ودیعت کئے۔ دردی الشیخ مجالس میں باسناد از محمد بن مسلم لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صادق آل محمدؐ سے سوال کیا یا ابن رسول اللہ کہ وہ انگشتریٔ ولایت جو آپ کے جدّ نامدار کے ہاتھ میں تھی وہ کیا ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ انگشتری میراث پیغمبرؐ میں سے ہے وہ امام حسینؑ نے وقت وداع آخر اپنے وصی اپنے جانشین امام چہارم سید سجادؑ کو پہنا دی وہ مامور بر امامت ہو گئے وجعل فی اصبعہ خاتمہ وفوض الیہ امرہ کما فعلہ رسول اللہ یا امیرالمؤمنین وفعل امیرالمومنین بالحسن وفعلہ الحسن بالحسین اور اس انگشتریٔ مخصوصہ کو حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بوقت وصایت پہنایا اور حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو اور امام حسنؑ نے حسینؑ کو"۔ پس اس طرح سب مامور بہ امامت ہوئے۔ اور امام حسینؑ نے سید سجاد کو اور سید سجادؑ نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو یہ

انگشتری پہنائی اور اب وہ انگشتری میرے پاس ہے اور میں اسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں ایک جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گیا امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب امام علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس انگشتری کی بھی زیارت کی۔ فرمایا کہ یہ وہی انگشتری ہے کہ جو روز عاشورا بوقت وداع آخر حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند سید سجادؑ کو پہنائی تھی۔ غرض کہ امام حسینؑ نے اپنے بیمار کو گلے سے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور تلقین صبر کی۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اے بیٹا کہ جب تم مدینہ واپس پہنچو تو میرے شیعوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ ایرانی شاعر نے اس کی منظر کشی کی ہے ؎

اے ہمدمان مشفق وائے دوستان من
یاد آورید واقعۂ داستان من

از جوی دیدہ چشمۂ خونین روان کنید
از بہر آب دادن سرور دانِ من

زد آسمان عمامۂ خورشید بر زمین
آندم کہ گشت غرقۂ خون طیلسان من

پژمردہ شد ز غم گل صد برگ آفتاب
تا دید غرقہ خون رخ چون ارغوان من

آب فرات سر بسر سنگ میزند
وقتیکہ تشنہ لب شلہ لب گوہر فشان من

یعنی کہ شاعر بزبان حال امام حسین علیہ السّلام کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے شیعو سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے مشفق ہمدمو، اے دوستو میری داستان غم کو یاد کرو۔ اور اپنی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں کرو تاکہ میری تشنگی بجھ سکے۔ آسمان نے آفتاب جو بمنزلۂ عمامہ سماوی ہے۔ زمین پر ٹپک دیا ہے (یعنی یہ اشارہ اُس طرف ہے کہ روز عاشورا آفتاب سوا نیزہ پر تھا) اس وقت "طیلسان" یعنی تحت الحنک پہنے والے امام غرق خون تھے۔ سورج مکھی پھول مرجھا گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام حسینؑ کا غرق خون چہرہ دیکھ لیا ہے۔ آب فرات سراسر سر ٹپک رہا ہے موجیں ساحل سے سر مار رہی ہیں اس وقت کہ جب حسینؑ کشتۂ تشنہ کام ہوئے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم آب سرد پیو تو امام حسینؑ کی پیاس یاد رکھو۔ اور امام پر اس وقت درود و سلام بھیجو اور یزید ملعون پر لعنت بھیجو۔

معرکۂ قتال میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا دوبارہ آنا

چون بدشت کربلا سلطان دین — داد سلطانی بزین العابدین
چون علی در ملک دین شد بادشاہ — عزم میدان کرد شاہ از خیمہ گاہ
ذوالجناح عشق را سلطان عشق — داد جولان روی در میدان عشق
آنچہ بودش در جہاں پُر ملال — چشم و دل بر بست حتّیٰ از عیال
گفت زینب در وداع آخرین — حالت دیدم من از سلطان دین

شور عشقی انچنانش بود یا	کآشنا با ما نبوده گوئیا
ای خنک جانی کہ اندر وصل تاخت	فرع را بگذاشت سوئے اصل تاخت
عقل گفت خواہرت بے محرم است	بگذار از دردی کہ درمانش کم است
عشق گفت محرمش ستار خوست	تو مشو پابست خود ناموس اوست
عقل گفت این ہمہ لشکر نگر	دست ہر یک نیزہ و خنجر نگر
عشق گفت ہر کہ خنجر میزند	مرغ جانم در پیش پر میزند
عقل گفت این متانہ آرام جو	عشق گفت ہی بروہی کام جو
عقل گفت رو بسوئے اہل بیتؑ	عشق گفت سوئے میدان از ان کیت
عقل گفت آن بہ کہ چندی دم زدنی	بہر اکبر خیمہ ماتم زنی
عشق گفت مرکبت راہی مکن	دخترت را پائمال دی مکن
عشق گفت بی زیان وسود رو	درکنارش گیرد آما زود رو

عاقبت عشقش برفتن رہنموں
گشت گفت انا الیہ راجعون

ماحصل اشعار یہ ہے کہ حضرت سلطان دنیا و دین جب سید سجادؑ کو وراثت سلطنت دینیہ سپرد کر چکے اور سید سجادؑ امام علی ابن الحسینؑ بادشاہ ملک دین ہو گئے یعنی کہ مامور بہ امامت ہو گئے۔ تب شاہ مظلوم نے خیمہ گاہ سے عزم میدان جہاد کیا۔ ذوالجناح جو امام مظلوم کا مرکب تھا آپ کی محبت میں سرشار تھا اور اس نے میدان عشق میں تیز روی پر خود عشق سے داد حاصل کی چونکہ امام حسینؑ اس دنیا ناپائیدار میں پر ملال تھے چشم و دل دونوں عیال سے ہٹا کر رب حقیقی کو سپرد کر دیتے تھے یعنی کہ امام حسینؑ کو ذات خدا کا عشق تھا اسی کی رضا و لقا

مطلوب تھی۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وداع آخری کے موقع پر امام حسینؑ کی حالت دیکھی کہ آپ کو سوائے اللہ کے کسی کا عشق نہ تھا امام حسین علیہ السّلام کے پیش نظر وصل الٰہی ہی روح شہادت تھا۔ اس وقت عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ تمہاری خواہر کا یہاں کوئی واقف کار نہیں یعنی سوائے آپ کے کوئی وارث نہیں ہے اس کا کوئی درماں نہیں ہے لیکن عشق الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ حسینؑ فرما رہے تھے کہ خدا اُس کا نگران ہے عقل کہہ رہی تھی کہ اس سارے لشکر (باطل) کو دیکھ کہ ہر ایک کے ہاتھ میں نیزہ و خنجر ہے نیزہ و خنجر پر بھی نگاہ رکھ۔ عشق کہہ رہا تھا کہ ان خنجروں کے لیے میں حاضر ہوں۔ عقل کہہ رہی تھی کہ سوئے اہل بیتؑ چل یعنی ان کی نگرانی و دلجوئی کر مگر تقاضائے عشق تھا کہ سوئے میدان کارزار چل عقل کہہ رہی تھی کہ یہ بہتر ہے کہ چند لمحہ اہل حرم میں گذریں اور خیمہ میں ماتم علیؑ اکبر ہو عشق کہہ رہا تھا کہ جب قاسم نوشاہ بنے تو اس کی شادی ہی اس کا ماتم تھی۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ ذوالجناح کو جولاں نہ کر ایسا نہ ہو کہ سکینہ آپ کی دختر جو سموں سے لپٹی ہوئی ہے پائمال نہ ہو جائے عشق کہہ رہا تھا کہ بغیر نقصان و نفع چل۔ یعنی راہ عشق میں سود و زیاں کا سوال نہیں ہے بلکہ عشق خدا تو راضی رضائے الٰہی رہنے کا نام ہے۔ اسی راہ عشق میں چل اور تیز رفتاری کے ساتھ چل چنانچہ عشق نے خود رہنمائی کی۔ فنا فی العطش ہو کر بتلا دیا کہ ہماری بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

فخرالجناح ذوالجناح فطوی العرصۃ کانہا یطیر بالجناح وقد ملاہا من الصہیل و الصیاح۔ پس شہسوار میدان شہادت۔

رفرف نشین اوج شفاعت یعنی امام حسینؑ علیہ السّلام نے اپنے مرکب کی عنان کی حرکت دی اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے انی وجہت وجھی للذی فطر السموات - یعنی خدا کی طرف رخ کیے ہوئے علائق دنیاوی سے موہنہ موڑے ہوئے فرمایا توتو کلت علی اللہ فھو حسبی ذوالجناح جولانی کے ساتھ میدان میں پہنچا لشکر اعدا نے دیکھا کہ حسینؑ دوبارہ میدان میں آگئے ہیں پس لشکر عمر بن سعد چاروں طرف سے امام حسینؑ پر ٹوٹ پڑا۔ صاحب ریاض فرماتے ہیں کہ جب لشکر بے دین نے آپ پر حملہ کیا توامام حسین نے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شدید قتال کیا۔ اور برابر نصرت کا استغاثہ فرماتے رہے هل من راحم یرحم آل رسول ہے کوئی رحم کرنے والا جو آل رسولؐ پر رحم کرے، و هل من ناصر ینصرنا ہے کوئی جو ہماری مدد کرے۔ یہ آواز امام مظلوم سب نے سنی آواز العطش العطش بھی سب ہی نے سنی اس وقت شمر ولدالحرام آیا اور کہنے لگا یا حسینؑ این انت، اے علیؑ کے فرزند تم نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں ایک گھونٹ پانی کے لیے ترس رہا ہوں اس ولدالحرام نے کہا محالٌ ولکن ابشر بالنار والحمر أوشرب الحمیم نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ اردو ترجمہ کے لیے الفاظ ملتے ہیں کیا ترجمہ کروں اور کیا لکھوں امام حسین نے فرمایا اے بے حیا میں تو سردار جوانان جنان ہوں کوثر و سلسبیل ہمارے لیے ہے وہ ولدالحرام کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم کو میں ہی قتل کروں گا۔ امام حسینؑ نے نفرین کی۔

شیخ فخرالدین منتخب میں تحریر فرماتے ہیں فدنی الیہ شمر بر لدی علی صدرہ

اس وقت حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے جو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ شمر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی پلادے تشنگی اور زخموں کی وجہ سے شدید تشنگی نے یہ حالت کردی تھی کہ امام حسینؑ علیہ السّلام کی آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا تھا۔ اس پیاس کی حالت کے اثرات کو شاعر نے نظم کیا ہے ؎

فریاد کہ بیداد فلک جان مرا سوخت
کج بازیٔ گردوں دل بریان مرا سوخت
فریاد کہ اندر لب شط بہر کف آب
سوز عطش آخر لب عطشان مرا سوخت
فریاد کہ جان میدہم و در دم آخر
فریاد یتیمان حرم جان مرا سوخت

یعنی کہ اے فلک ستم گار میری جان جل رہی ہے تشنگی نے سارا جسم سوخت کردیا ہے اے گردونِ کج رفتار میرا دِل جل رہا ہے۔ فریاد، واحسرتا آخر دم اہلحرم کی صدائے شیون دل کو جلا رہی ہے۔ فریاد کہ سامنے نہر فرات جاری ہے پانی کناروں کے اندر بہہ رہا ہے مگر لب تشنہ سوز عطش سے تڑپ رہا ہے یعنی کوئی پانی پینے کو نہیں دیا اللہ اللہ ساقی کوثر کا فرزند اور لب فرات پیاسا ہے۔ علاّمہ مجلسیؒ نے بحار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے حسینؑ اما تری الی الفرات کانہ بطون الحیات واللہ لا تذوقہ او یموت عطشاء آیا اے حسینؑ فرات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ بہہ رہا ہے۔ تمہیں ایک گھونٹ پانی نہیں دیں گے یہاں تک کہ پیاسے مرجاؤ۔ امام حسینؑ نے اس ملعون پر

نفرین کی خدایا اس کو پیاسا مارنا ۔ دعاء امام مظلوم باب اجابت پر پہنچی ۔ قبول ہوئی اور اس ملعون کو پیاس لگی جسقدر وہ ملعون پانی پیتا تھا اسی قدر اس کو پیاس محسوس ہوتی تھی یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے پیاس نہ بجھی اور وہ فی النار ہوگیا اور وہ کہتا تھا قتلنی العطش کہ پیاس نے مجھے قتل کردیا ۔ فی الریاض ثم استقرت همته العالية على ان يستطرق الى الفرات ويطلب الماء و ان فارقته فی طلبه الحيٰوة ۔ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام ہمّت کر کے فرات کی طرف تشریف لے گئے کہ پانی حاصل کریں اور نہر فرات کو اپنے تصرف میں لائیں جنگ صفین کے موقعہ پر بھی فرات پر قبضہ ہو چکا تھا بار دیگر اس واقعہ کو سنئے کہ حنین کے موقعہ پر امام حسین علیہ السّلام نے فرات پر معاویہ کے بالمقابل تصرّف حاصل کرلیا تھا فشد عليهم بالفوج المقاتل بالسمهری الذاهل وهو يهمهم كالاسد کالاسد یعنی کہ سرو ناز بوستان ابتلا، شیر بیشۂ شجاعت اسد اللہ حسین سبط مصطفٰے جنگ صفین میں جعفر طیار کا نیزہ خطی آبدار لے کر مثل موسیٰ قوم طغیان آثار کی طرف جھپٹے اور نہر فرات کے کنارے پہنچے ۔ اس وقت آپ تنہا تھے اپنا لشکر ساتھ نہ تھا فا عن المشرعة بالصولة الحيدرية والسورة الغضنفرية والشجاعة الحسينية ۔ سبحان الله ۔ حضرت امام حسینؑ مثل حیدر کرار غضنفر و منصور شان سے نہر فرات پر پہنچے اور اپنی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا ۔ پس دلیری کسی نے نہیں دکھائی ؎

یا بن النبی یا بن الوصی اخا الزکی یا بن الزکیة

لله کم فی کربلاء لك شنشنات حیدریة

اے فرزند نبیؐ، اے فرزند علی مرتضیٰ وصیٔ نبی اور اے برادر حسن الزکی اور اے زکیہ، طاہرہ صدیقہ ۔ زہرا، فاطمہ بنت رسول اللہ کے فرزند ۔ برائے خدا اپنے دشمنوں کو شجاعت حیدریہ دکھلائیے ۔ عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو سخت و سست کہا کہ حسینؑ کو نہر فرات پر نہ آنے دو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ اپنے لب تر کریں ۔ اگر حسینؑ نے پانی پی لیا تو پھر وہ تنہا سارے لشکر کو تباہ و برباد کردیں گے ۔ اس وقت لشکر باطل میں ایک شور برپا ہوگیا ۔ اور ایسا معلوم ہورہا تھا کہ لشکر کوفہ و شام میں جہنّم کے مسافروں کو ویزہ مل رہا ہے ۔ اور وہ ذوالفقار کی تیز دھار سے گزر کر زیر پل صراط جہنم میں داخل ہورہے ہیں ۔

یسبح ذو الجناح فی غمرات

بحر الکفاح کالتمساح

ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام گھڑیال (ناکہ) کی طرح دریا میں غوطہ لگاتا اور کشتی حیات ملاعین کو الٹ دیتا تھا ۔ مؤلف کے والد مرحوم صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں ۔

فعند ذلك زلزلت الارض زلزالها

وابنهر القوم وقالوا مالها

ذوالفقار حیدری نے کنار نہر فرات خون کا سیلاب جاری کردیا تھا ۔ قوم بدنہاد کو راہ فرار نہ ملتی تھی ۔ علّامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں محمد ابن ابی طالب سے نقل فرماتے ہیں کہ فلما حمل بفرسه على الفرات حملوا عليه بأجمعهم یعنی ہر چند کہ امام حسینؑ نے لشکر باطل کو فرات سے دور کیا ۔ لیکن بار بار ملاعین شور و غل مچاتے اور مل کر آپ پر حملہ ور ہوتے تھے ۔ آخر کار غیرت حسینی جوش میں

آئی اور حملہ کر کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ اور پھر کسی کو آپ کے نزدیک آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ وکشفہم عن المشرعۃ ونزل علی الفرات کہ امام حسین علیہ السّلام نہر فرات پر پہنچے۔ اے دوستو اس وقت نہر فرات کی موجیں ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں کہ ساقی کوثر کے فرزند ہر بتدش آب ہے۔ علی اصغرؑ پیاسا مارا گیا علی اکبرؑ پہلے سے شہید ہو گئے عباس علمدار کے شانے قطع ہو گئے۔ واحسرتا سکینہ پیاسی ہے۔ اس وقت امام حسینؑ نے پانی کو دیکھ کر ایک آہ جان سوز کھینچی اور فرمایا۔ ؎

با آنکہ ہست آب تو جان پرور اے فرات

دلہا بود ز آب تو جان پرور الفرات

سیراب از تو عالم واندر کنار تو

جان دادہ اکبرؑ وہم اصغرؑ اے فرات

طفلان بخیمہ تشنہ و تو سرد خوشگوار

جان میدہند دختر ہم خواہر اے فرات

یعنی کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے فرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نہر فرات تیرا پانی تو جان پرور ہے باعث حیات ہے۔ لوگوں کے دل تیرے پانی سے زندہ ہیں کیونکہ بغیر آب دل کباب ہو جاتا ہے دنیا تجھ سے سیراب ہوتی ہے لیکن میرے علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ تشنگی کی حالت میں جان دیدی۔ واحسرتا میرے خیمہ میں بچے پیاس سے بلک رہے ہیں اور اے فرات تیرے کناروں میں آب سرد رواں ہے۔ اسی پانی کی خاطر میری دختر سکینہؑ اور میری بہن زینبؑ کے لبوں پر جان آئی ہے۔ فلما ولغ الفرس براسہ لیشرب ذوالجناح

بھی تین شب و روز سے پیاسا تھا۔ حضرت امام حسینؑ نے لجام فرس چھوڑ دی اور فرمایا اے ذوالجناح تو پیاسا پانی پی لے جب ذوالجناح نے آپ کا یہ کلام سنا شال راسہ ولم یشرب۔ اپنا سر بلند کیا اور پانی سے موہنہ اٹھا لیا مطلب یہ تھا کہ حسینؑ سکینہ پیاسے تھے میں کیوں کر پانی پی لوں۔

رباعی

ما آب شور بستہ بتو کوثیان فرات

این فرق بین کہ باثر مہر وکین بود

این شرط دوستی است کہ او تشنہ لب شہید

مارا لکام شربت ما معین بود

یعنی کہ اے کوفیو ہمیں آب شور اور تمہیں فرات۔ یہ فرق مہر و دشمنی کی بنا پر ہے چونکہ دوستدار آل رسول ہیں امام حسینؑ تشنہ لب شہید ہو گئے ہمیں کیا تعلق اگر پانی جاری ہو۔ بہر حال حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ ذوالجناح نے پانی نہیں پیا۔ فرمایا اے گھوڑے اشرب وانا اشرب کہ اے ذوالجناح تو پانی پی لے میں بھی پیتا ہوں پس ہی امام حسینؑ نے پانی چلو میں لیا۔ اور چاہا کہ موہنہ تک لیجائیں لیکن واحسرتا پانی آپ کے دہن مبارک تک نہیں پہنچا فرماہ بسہم فتلک شد قہ کہ بنی کلب کے قبیلہ کے ایک ملعون نے حضرت امام حسینؑ کی طرف تیر رہا کیا۔ کہ امام مظلوم کے لبان مبارک سے خون جاری ہوا اور آپ پانی نہ پی سکے۔ تیر نے کسقدر دہن مبارک پر اثر کیا میں اس کو الفاظ میں پیش نہیں کر سکتا خود تصور کریں۔ صاحب روضتین نقل

کرتے ہیں کہ حضرت نے تیر باہر کھینچا اور فرمایا کہ خدایا تو ہی پناہ دینے والا ہے
عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ السّلام کے پانی نہ پینے کی تین وجہ بیان کی
گئی ہیں ایک تو یہی کہ تیر لگا اور لباسِ مبارک سے خون جاری ہوگیا۔ دوسری
وجہ یہ ہے کہ آپ نے از خود پانی نہیں پیا کیونکہ اہلحرم پیاسے تھے تیسری
وجہ یہ ہے کہ لشکر شام نے شور مچا دیا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو اور
فوج خیام پر حملہ کر رہی ہے حضرت نے پانی نہیں پیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ
نے اتمام حجّت کے لیے پانی چلّو میں لیا تھا۔ مقصود نہ تھا۔ جب امام حسینؑ
نے سنا کہ پُر جفا خیام پہ حملہ کر دیا ہے آپ خیام واپس آئے۔ حالانکہ اس
وقت تک خیام پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا امام حسینؑ نے سکینہ
خاتون سے فرمایا تھا کہ میں تیرے لیے پانی لاتا ہوں جب آپ نہر فرات سے
خیمہ میں واپس تشریف لائے تو سکینہ خاتون نے سوال کیا

بابا کیا آپ پانی لائے ہیں۔

بموقع جنگ صفّین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرّف

جب شاہ جرعہ نوش بادۂ لذّۃٌ للشاربین امیر المومنین ساقیٔ کوثر صفّین
میں معاویہ سے جنگ کرنے تشریف لے گئے تو آپ کے لشکر کے پہنچنے
سے پہلے ہی فرات پر معاویہ کا لشکر پہنچ چکا تھا اور لشکر امیر المومنین پر پانی
بند کر دیا تھا نہر فرات پہ پہرہ تھا کہ لشکر امیر حق میں پانی نہ پہنچنے پائے۔

جب حضرت امیر المومنین اور آپ کا لشکر پہنچا اور پانی پر بندش دیکھی تو فوج
نے حضرت علیؑ سے پانی ملنے کی بابت عرض کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی
ابن ابی طالب علیہ السّلام کی نظر انتخاب اپنے فرزند حسینؑ خوش اطوار پہ پڑی
کہ فرات سے پانی لانے کا انتظام کریں پانی لائیں خدا کی شان ایک دن حسینؑ
فرات سے پانی لانے پر مامور ہوئے اور ایک دن ایسا آیا کہ کربلا میں نہر فرات
سے پیاسے نکل آئے۔ فرات پر معاویہ کا لشکر پڑا ہوا تھا کہ حضرت امام حسینؑ
کو حکم ملا کہ فرات پہ علم اسلام لہراؤ۔ بندش کو توڑ دو

سپاہی گزیں کن زیاران من — زیاران وزجان نثاران من
سبک کن عنان وگردان کن رکاب — برو بر لب رود و برگیر آب
اگر دشمن دون ستیز آورند — بکن حملہ تا خود گریز آورند
حسینؑ نور چشم و دل فاطمہؑ — فرو وزندۂ محمل فاطمہؑ
چو بشنید از باب خود ایں سخن — زجا جست برداشت تیغ و مجن
چہ کوہی بگر داند پا در رکاب — فروزاں شد از برج شیر آفتاب
تو گفتی علی شاہ گیتی پناہ — رود سوئے پیر العلم با سپاہ
ہزار از سواران شمشیر زن — ہمراہ شہزادہ موتمن
نہادند رخ سوئے نہر فرات — فرات از قدوم حسینؑ گشت مات
بیک حملہ شاہ لشکر شکن — گریزاں شد آں فوج روباہ فن

پس کشتہ افتادہ خوں شد رواں
تن کشتہ ماہی و خوں بھر آں

امام حسین کو حکم ملا کہ اصحاب میں سے فوج ترتیب دو یاران جان نثار ساتھ

لو، سبک عنان اور سخت رکاب فرس ہمراہ لو اور بہ عجلت تمام نہر فرات پر جاؤ۔ اگر دشمن جنگ کریں تو تم بھی ان پر حملہ کرو پس حکم کا ملنا تھا کہ حسینؑ شمع بزم فاطمہؑ، آرام دلِ فاطمہؑ نے سنا تو تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے۔ تلوار و ڈھال سنبھالی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لوگ سمجھے کہ علیؑ ولی بیرالعلم میں جا رہے ہیں امام حسینؑ ہزار سوار شمشیر زن لے کر سوئے فرات چلے۔ جب فرات پر پہنچے تو فرات قدم شاہ زمن سے کشتِ زار بن گئی۔ سبزے میں شاد آئی، پھولوں میں شگفتی پیدا ہو گئی۔ امام حسینؑ کے ایک ہی حملہ میں معاویہ شاہی لشکر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لشکر شام نے فرار کر کے بزرگوں کے نقش قدم کو ابھار دیا۔ اکثر لشکری قتل ہوئے اور کنار نہر خون کی ندی جاری ہو گی۔ فرات پر امام حسینؑ کو تصرّف حاصل ہو گیا۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا۔ اصحاب نے فوراً ہی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی خبر پہنچی کہ حسینؑ نے فرات فتح کر لی ہے اب فرات پر حسینی تصرّف ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اصحاب نے عرض کیا مولی خوش ہونے کا مقام ہے کہ خداوند عالم نے حسینؑ کو فرات پر تصرّف عطا کیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ آج فرات پر حسینؑ کا قبضہ ہے لوگوں کو حسین آب فرات سے سیراب کر رہا ہے کوفیوں کو پانی پلا رہا ہے اور زمانہ آئے گا کہ نہر فرات پر حسینؑ اور حسین کے اہلحرم اور لشکر پیاسا رہے گا کوفی پانی بند کر دیں گے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ امام حسینؑ نے چلو میں پانی لیا مگر ایک ظالم نے تیر مارا اور لب ہائے مبارک زخمی ہوئے پانی خون آلودہ ہو گیا اور حسینؑ پیاسے بھی رہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے جہاد فرمایا۔ امام حسینؑ باوجودیکہ زخمی تھے، پیاسے

تھے مگر جنگ فرما رہے تھے۔ اس وقت ملائکہ غرفوں سے امام کا جہاد دیکھ رہے۔

سمٰواتیاں چشم پُرخون ہمہ — سراز غرفہ ہا کردہ بیروں ہمہ
حجابی کہ پیش نظر داشتند — زپیش نظر پردہ برداشتند
یکی زار بر حال شہ میگریست — کہ یارب مکافات این ظلم چیست
کشید آن یکی نالۂ دردناک — کہ شاہ لب تشنہ روحی فداک
یکی گفتی اے صد چو من چاکرت — چہ شد قاسمت کو علیؑ اکبرت
یکی گفتی اندر چنیں رزمگاہ — کہ دیداست شاہی چنیں بے سپاہ
یکی گفتی اے داور داوگر — گزشتہ است فرزند خیرالبشرؐ
یکی در فغان کای خدای حسینؑ — ببین شور بشش کربلای حسینؑ
یکی نوحہ کرد از ملائک مگر — علی زین حکایت ندارد خبر
کہ تنہاست فرزند نام آورش — زنی چند معجر سیہ لشکرش
یکی گفت اے خیل کروبیان — ندارد خبر فاطمہؑ در جنان
یکی گفت اے کردگار مجید — چہ تقصیر دارد حسینؑ شہید

ندارد در این بیکسی جز تو کس
بفریاد این شاہ بیکس برس

یعنی کہ آسمانی مخلوق یعنی فرشتے غرفوں سے دیکھ رہے تھے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے تھے۔ کوئی حال زار شاہ پر رو رہا تھا کہہ رہا تھا پروردگار عالم اس ظلم و ستم کا کوئی بدلہ ہے مطلب یہ تھا کہ ظلم و ستم اسقدر شدید تھے کہ بظاہر ان کا بدلہ سمجھ میں نہیں

آتا تھا۔ کوئی نالہ دردناک کھینچ رہا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ہماری روح آپ پر فدا ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم جیسے سیکڑوں آپ کے خادم ہیں آپ کا قاسمؑ کہاں ہے اور آپ کے علی اکبرؑ کہاں ہیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ تماشہ ایسا کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ داد اگر حقیقی اسے خداوند عالم حسین گزرا ہوا ہے یہ کربلا میں کیسی شورش ہے۔ کوئی ملک کہہ رہا تھا کیا اس واقعہ کی خبر علیؑ کو نہیں ہے؟ کہ ان کا فرزند نامور یکہ و تنہا ہے اس کے اہلحرم ان کی پردہ دار عورات ہیں اور دوسری طرف ظلم و ستم ہے کوئی رہا تھا کیا جنت میں فاطمہؑ زہرا کو اس کی خبر نہیں ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار حسینؑ کا جرم کیا ہے؟ یہ مقصد تھا کہ حسینؑ بے خطا و بے جرم مارا جا رہا ہے۔ اے پروردگار تو ہی بیکسوں کا والی۔ غریبوں کا حامی ہے تیرے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں ہے تو ان بیکسوں کی مدد کو پہنچ۔

امام حسینؑ نے جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور اس قوم جفا شعار نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ تیر و تیر، نیزہ، تلواریں میدان میں اس طرح چمکنے لگیں کہ زمین پر ان کا سایہ ہو گیا۔ گویا آسمان نظر نہ آتا تھا ناخدائے کشتی نجات سیلاب ظلم میں پھنس گیا قوت جواب دے گئی۔ السید اپنی کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ ایک نامرد ملعون نے کہ جس کا نام صالح بن وہب تھا ایک نیزہ حضرت کے مارا اور آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا۔ بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ آہ، و اغربتاہ ـــــ

ماہی صفت آن غریب محزون
زد غوطہ میان دجلۂ خون

دردا کہ بنود بر سر اُو — زہرائی حمیدہ مادر اُو
تا بر سر او فغان نماید — خون گرید و گیسوان کشاید
گوید بفغان و آہ و شیون — فرزند عزیز پرور من
صد پارہ میان خاک چونی — چونی مادرت فدایت چونی
ای تازہ نہال باغ فاطمہؑ — اسے روشنی چراغ زہراؑ
شب بر سر گاہوارہ تو — بودم گرم نظارہ تو
نگذاشتم ای عزیز مادر — از گریہ تو را جبین شود تر
راضی نشدم بجسم پرورد — از باد رسد بکاکلت گرد

اکنون بکجہ روکنم شکایت
یک پیکر و این ہمہ جراحت

یعنی کہ مثل ماہی امام حسینؑ دجلۂ خون میں غوطہ زن تھے یعنی کہ اسقدر خون میں غرق تھے جیسے کہ کوئی شخص دریا سے نکلے اور اس کے بدن پر پانی ہوتا ہے افسوس کہ حسینؑ کے سر پر نہ ماں ہے اور نہ باپ زندہ ہے فاطمہ زہرا فغان کرتی ہوئی فردوس سے آئی۔ کہ اے میرے پیارے بیٹے اور میری گود کے پلے ہوئے نور نظر۔ اے باغ زہرا کے نونہال اور اسے روشن چراغ فاطمہؑ۔ میں نے گہوارہ میں بھی تیری شان دیکھی ہے کہ جبرئیل گہوارہ جنبانی کرتا ہے میں تجھے چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں میں کس طرح دیکھوں کہ تیری زلفیں گرد میں آئی ہوئی ہیں میں کس سے شکایت کروں کس کی طرف دیکھوں۔ سب ہی تو تیرے دشمن ہیں جو محاصرہ کئے ہوئے ہیں ایک حسینؑ ہے تو لا تعداد جراحت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون یہ کہتی ہوئی نکلیں اے بھائی زینب کا پردہ تجھ سے تھا۔ جب تو ہی نہ رہا تو پردہ کیسے رہے گا۔

کس ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے؟

کتب احادیث و مقاتل میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز عاشورا کس ضربت سے زمین پر تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلوے امام حسینؑ پر ایک ملعون نے نیزے سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ زین سے زمین پر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے گلوے مبارک پر تیر لگا اور پھر آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لائے۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ صالح بن وہب نے امام مظلوم پر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گرے الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ تیر آپ کے گلوے مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ اللھم انک تریٰ ما تصنع بولد نبیک۔ پروردگارا تو گواہ ہے اور دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے تیرے نبی کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے امام حسینؑ حالت کارزار میں مناجات فرما رہے تھے فرمی بسھم فوقع فی نحرہ وخرعن فرسہ۔ کہ تیر گلوے مبارک پر لگا اور امام مظلوم زین سے زمین پر گرے ؎

بلند مرتبہ شاہی ز صدر زین افتاد
اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد

یعنی کہ امام حسینؑ زین پر کیا گرے عرش الٰہی زمین پر گرا جب آپ زمین پر تشریف

لائے اور پیشانی کو بائیں جانب سے خاک پر رکھا ؎

کسی نبود ببالین آن امامؑ زمن
زمین گرفت سرش را بکشش بر دامن

یعنی کہ کوئی شخص آپ کے سرہانے موجود نہ تھا کہ جب آپ زمین پر گرے ہیں اس بیکس و مظلوم کے سر کو خود زمین نے اپنے دامن پر لے لیا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کی اور بے ساختہ گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کانی انظر الیہ وقد رمی بسھم فخر عن فرسہ صریعا کہ یہ تحقیق میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کے گلوے نازنین پر تیر لگا ہے اور حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرا ہے۔ یذبح کما یذبح الکبش مظلوماً۔ بعدہ اس کے بدن کو پارہ پارہ کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور اس طرح ذبح کیا ہے جیسے کسی جنگلی شاخدار یا مینڈھے کو ذبح کرتے ہیں ؎

بکربلا چو نظر میکنم بدیدۂ تر ۔۔۔ دو کون را ہمہ پر انقلاب می بینم
تنی کہ گیسوے زہراش سائبان بودی ۔۔۔ بخون طپان شدہ در آفتاب می بینم
رسیدہ تیر بحلقش کشیدہ اندر خون ۔۔۔ تن و سر پسر بوترابؑ می بینم

سرش بریدہ و پہلو دریدہ دل مجروح
زبان چیان دہانش کباب می بینم

یعنی کہ جب میں روتا ہوا کربلا پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے کون و مکان میں انقلاب نظر آتا ہے وہ جسم مبارک کہ جس پر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گیسوے عنبر سرشت کا سایہ تھا دھوپ کی حالت میں خاک و خون میں غلطاں نظر آتا ہے

امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر پیوست ہے حسینؑ تیر کھینچ رہے ہیں میں آپ
کا جسد مبارک اور سر دیکھ رہا ہوں خدا جانے کہ امام حسینؑ نے کیونکر تیر کھینچا۔
آپ سر کٹا ہوا۔ پہلو شکستہ، دل مجروح اور زبان مثل کباب سوختہ دیکھ رہا
ہوں آنحضرتؑ نے اس ذکر کے بعد مزید گریہ فرمایا اے شیعو تم بھی رسولخدا
کا ساتھ دو غم حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ رو رہیں اے مومنات تم بھی آنسو بہاؤ غم
حسینؑ میں علیؑ روئے تم بھی اے دوستو حسینؑ پر آنسو بہاؤ۔ غم حسینؑ میں
سبز قبا روئے تم بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کرو۔

شیخ فخر الدین اور لوط ابن یحییٰ اور ابی مخنف اپنے مقتل میں امام عالیمقام
کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ
پر ضعف نے غلبہ کیا تو خولی ملعون نے تیر امام حسینؑ کی طرف رہا کیا پس تیر کا امام حسینؑ
کے لگنا تھا کہ اسی دم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور امام حسینؑ پر
غش طاری ہو گیا۔ خدا جانے کہ وہ حالت غشی تھی یا کوئی حالت خاصہ تھی کہ
امام حسینؑ نے اسی حالت میں خدائے تعالیٰ سے راز و نیاز اور عرض حاجات قائم
کیا۔ امام حسینؑ کی حاجات بصورت نظم یہ ہیں ؎

ہر دم ہزار شکر تو اے داور حسینؑ — کامد بآستان تو لائق سر حسینؑ
این وقت جان سپردن و این شمر و خنجرش — پس موج شط و این لب از خون تر حسینؑ

این جسم پارہ پارہ و این آفتاب گرم
این ضرب سُم مرکب و این پیکر حسینؑ

یعنی کہ امام حسینؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگارا تیرا ہزار ہزار شکر ہے
کہ حسینؑ اپنا سر تیری بارگاہ میں نذر کر رہا ہے میرا سر تیری جناب میں نذر ہونے

کے لائق ہو گیا۔ یہ وقت کہ تجھے اپنی جان سپرد کروں اور یہ وقت کہ شمر لعین خنجر
بکف موجود ہے نہر فرات موج زن ہے مگر حسینؑ تشنہ لب کے لب خون
سے تر ہیں میرا یہ جسم پارہ پارہ اور یہ تپش آفتاب یہ گھوڑوں کے سموں کی ضرب
اور پائمالی جسد حسینؑ۔ واحسرتا لاشِ مبارک پائمال سُم اسپاں ہوئی۔ اس وقت
خیام اہلحرم میں صدائے شور و شیون بلند ہوئی بیبیاں وامحمداہ واعلیاہ
کی آواز دے رہی تھیں۔ واحسیناہ کا ماتم ہو رہا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں
کہ ان دونوں اقوال میں سے سید ابن طاؤس کا قول زیادہ صحیح ہے کہ فرزند فاطمہؑ
زہرا، خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام کے ہاتھ سے کثرت زخم ہا اور ضعف
کی وجہ سے لجام فرس چھوٹ گئی اور تیر گلوے مبارک پر لگا اور آپ گھوڑے
پر نہ سنبھل سکے زمین پر گرے اور اسی طرح علامہ مجلسیؒ نے بحار میں تحریر فرمایا
ہے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين آپ کے گھوڑے سے زمین
پر تشریف لانے کے بارے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ آپ قصداً اپنے ارادہ
سے زمین پر نہیں گرے بلکہ آپ اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ گھوڑے پر
سنبھلا ممکن نہ تھا پس آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے چنانچہ
صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ از روئے قصد و ارادہ خود گھوڑے
سے زمین پر نہیں گرے۔ آپ کے ضعف اور زخموں سے خستگی دیکھ کر ملاعین
نے امام عالیمقام کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا تاکہ آپ کو قتل کریں۔

یہ بدلائل و براہین ثابت ہے کہ امام حسینؑ کو تیر لگنے کے بعد ذوالجناح سے
اتارا گیا ہے کیونکہ لشکر عمر ابن سعد کے درندے امام مظلوم کی حالت زخم دیکھ
کر جانتے تھے کہ اب حسینؑ کی قوت جواب دے چکی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک

ایک امر واقعہ ہے کہ چونکہ جہاد امر ربیؐ سے تھا۔ اور آپ پر واجب اور اس کے وجوب کے پیش نظر امام حسین علیہ السلام نے جہاد کی تمام رعایتوں کو مدنظر رکھا ہے تاکہ جب تک جان ہے کہ آپ اپنے قصد وارادہ کے ساتھ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں کہ وعدہ طفلی وفا ہو سکے۔ ؎

ہاتف زد ندا کہ دوست ترا	خوانده مهمان بصد شتاب بیا
گفت جبرئیل کای ز روز ازل	نام تو زیب ہر کتاب بیا
مصطفیٰ گفت کای بجسم جان	شده دل در غمت کباب بیا
مرتضیٰ گفت پیکرت مجروح	کشته از زخم بے حساب بیا
گفت زہراؑ کہ جسم مجروحت	تا نسوزد در آفتاب بیا
شد سکینہؑ برون ز خیمہ وگفت	حرمت بین در اضطراب بیا

سر ز بستر گرفت عابدؑ وگفت
ز آتش تپ شدم کباب بیا

یعنی کہ غیبی آواز آئی کہ تجھ کو دوست نے بلایا ہے اے بزرگ و معزز جلد آ۔ جبرئیل امیں نے کہا کہ روز ازل سے تیرا نام ہر ایک کتاب کی زینت۔ جلد آ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے تن کی جان تیرے غم میں جل کباب ہو گیا ہے جلد آ، علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ مجروح وزخمی پیکر تیرے زخم ہا بے حساب سے میں کشتہ ہو رہا ہوں جلد آ، سیدہ عالمینؑ نے فرمایا کہ جلد آ ایسا نہ ہو کہ آفتاب کی تپش میں تیرا جسم مجروح جلتا رہے۔ سکینہ خاتون نے خیمہ سے باہر نکل کر کہا کہ اے بابا جان میں پانی نہ مانگوں گی آپ جلد آئیے۔ زینبؑ خاتون نے دل سے آہ کھینچی۔ فغان کی اور کہا اپنے اہلحرم کو دیکھ کہ وہ اضطراب میں ہیں بھیا جلد آئیے

سید سجادؑ نے بستر سے سر اٹھایا اور کہا اے بابا بخار کی شدت سے میں مثل کباب جل رہا ہوں آئیے جلد آئیے۔ فلما سمعہ الامامؑ کف عن الاهتمام وجعل السيف فی الغلاف وترك المصارف ونزل من ذوالجناح واستسلم الی الرواح الی ان استشهد۔ پس جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی ہاتھ جنگ و جدال سے روک لیا۔ اور یکدم لشکر عمر ابن سعد ملعون نے یورش کی چاروں طرف سے حملہ کیا امام مظلوم اسقدر زخمی ہو گئے زمین پر تشریف لائے اور جان۔ جان آفرین کو سپرد کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ از خود گھوڑے سے زمین پر اترے ہیں تاکہ وعدہ وفائی جلد ہو سکے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام مظلوم از خود اپنے قصد وارادہ سے گھوڑے سے زمین پر آئے ہیں۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے

اِس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا امام حسینؑ روز عاشورا محرم گھوڑے سے بصورت راست گرے ہیں یا بصورت چپ؟ بعض متکلمین اس خیال پر پختہ ہیں کہ آپ از طرف چپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ دائیں جانب پہلو سے گرے ہیں مرحوم سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں علی خدہ الایمن کہ آپ بصورت راست زمین پر گرے ہیں لیکن بعدہٗ آپ کھڑے ہوئے۔ لیکن شیخ صدوقؒ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں

کہ فخر صریعا علی خدہ الا یسر۔ یعنی تیر لگنے کے بعد آپ گھوڑے سے بصورت چپ زمین پر گرے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا زمین پر گرنا متعدد بار ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آپ داہنے رخسار کے بھل زمین پر گرے اور پھر کھڑے ہوئے دوسری مرتبہ بائیں رخسار کے بھل گرے اور پھر کھڑے ہوئے اور تیسری اس طرح گرے جیسے کوئی سجدہ میں ہوتا ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ امام حسین علیہ السّلام زمین پر بصورت راکع گرے ہیں اور جناب زینب خاتون کو بھائی کے گرنے کی خبر ہوئی تو خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کر رہی تھیں وا اخاہ وا سیداہ واھل بیتاہ۔ بروایت محمد ابن ابی طالب کہ جیسے علاّمہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کہ جب آپ پر بیٹھ گئے تو آپ نے تیر نکالا جو آپ کے گلوے مبارک پر لگا تھا۔ عمر ابن سعد ملعون بھی قتل گاہ میں موجود تھا اس پر جناب زینبؑ کی نگاہ پڑی فرمایا۔ ایقتل ابوعبداللہ وانت تنظر الیہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو دیکھ رہا ہے اور حسینؑ قتل ہو رہے ہیں۔ کیا تو قریش سے نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ حسینؑ فرزند رسولؐ خدا ہیں فاطمہؑ زہرا کے دلبند ہیں۔ یہ سن کر اس بدنہاد نے موہنہ پھیر لیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے جب بہن کی آواز سنی تو فرمایا اختی لقد کسرت قلبی ارجعی الی الخیمۃ اے بہن دل شکستہ نہ ہو خیمہ میں چلی جاؤ۔

خواہر برو تا زیر شمشیر نہ بینی
ہمیں ساعت بمرگم می نشینی

یعنی کہ اے بہن خیمہ میں چلی جاؤ تاکہ زیر شمشیر مجھے نہ دیکھ سکو میں اسی ساعت

ہم آغوش شہادت ہونے والا ہوں۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہی امام مظلوم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے فوراً ہی حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر نکل آئیں اور روتی ہوئی قتلگاہ پہنچی ہیں چنانچہ مرحوم السیّد اور مجلسیؒ و محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں کہ فخرجت زینب من باب الفسطاط الخ زینبؑ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ لیکن صاحب کتاب ریاض فرماتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر آئیں تھیں۔ امام حسین علیہ السّلام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کا علم آپ کو کس طرح ہوا اس پر کئی دلائل قائم ہو سکتے ہیں اولاً یہ کہ آپ عالمہ غیر معلّمہ میں آپ باطنی طور پر علم رکھتی تھیں اور باطناً دیکھ رہی تھی پس آپ علم ذاتی کی بنا پر علم ہوا کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر آگئے ہیں۔ دوم یہ کہ آپ کو حضرت امام حسینؑ سے اسقدر تعلق اور لگاؤ تھا کہ گویا فنا فی الحسینؑ تھیں جیسا کہ حضرت علیؑ فنا فی الرّسولؐ تھے اسی طرح زینب خاتون فنا فی الحسینؑ تھیں جو زخم امام عالیمقام پر لگتا زینبؑ اس سے باخبر ہوتی تھیں اور باوجودیکہ بیحواسی کی حالت تھی مگر اس بیحواسی میں بھی تمام تر حواس مرکز الفت امام حسینؑ تھے پوری توجہ امام حسینؑ کی طرف رہتی تھی آپ نے خیمہ میں امام حسینؑ سے یہ سُنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ جانتی تھیں کہ بھائی شہید ہوں گے حالانکہ بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ ایک دعا ہے جو بوقت قربانی پڑھی جاتی ہے۔ پس آپ نے اس دعا سے اندازہ فرما لیا کہ اب حسینؑ شہید ہو جائیں گے علاوہ ازیں امام عالیمقام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کے بعد لشکر عمر ابن سعد

ملعون میں کوفی اور شامی لوگوں نے خوشی کے نعرۂ تکبیر بلند کیے۔ جس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ حسینؑ اب گھوڑے پر سوار نہیں ہیں بلکہ راکب دوش رسولؐ خدا اب زمین گرم پر پڑا ہے۔ زینبؑ خاتون جانتی تھیں لیکن خیمہ میں پھر بھی اہلحرمؑ کی حفاظت فرما رہی تھیں سب کو ایک جا اکٹھا کر کے جناب امّ کلثوم کی سپرد کیا اور آپ خود مقتل میں تشریف لے گئیں۔ بہر حال کتب معتبرہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالجناح جب بغیر امام حسینؑ رہ گیا اور سوار زمین پر گر پڑا تو خالی در خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہو گئے دیکھا کہ خالی گھوڑا کھڑا ہے اور حسینؑ نہیں ہیں اہلحرمؑ کو معلوم ہو گیا کہ حسینؑ زمین پر آ چکے ہیں۔ یہ بھی اخبار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے متعدد بار مقتل گاہ پہنچی ہیں اور واپس ہوئیں ہیں۔ اسی طرح ذوالجناح امام علیہ السّلام بھی دو مرتبہ خیمہ میں آیا ہے ایک اس وقت کہ جب آپؑ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور دوسری مرتبہ بعد شہادت امام حسینؑ۔ ذوالجناح نے خبر شہادت امام حسینؑ پہنچی ہے مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ کے گلوے مبارک پر نیزہ لگا اور آپ زمین پر گرے تو فرمایا بسم الله و بالله و فی سبیل الله و علی ملة رسول الله۔ اس وقت زینبؑ خاتون نالہ کناں خیمہ سے باہر نکلیں اس وقت مقتل میں عمر بن سعد بدنہاد بھی موجود تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زینبؑ خیمہ سے نکلیں۔ اس وقت لشکر دشمن کا ہجوم تھا لوگ تماشا رقتل حسینؑ دیکھ رہے تھے آہ اس وقت حسین مظلوم کی کیا حالت تھی شاعر خوب منظوم کیا ہے۔ ؎

سلیمانی اُفتادہ در پای مور ہمان پشہ بر پیل نمودہ زور

درخت امامت فتادہ بخاک بغلطیدہ در خوں تن زخمناک
ہمی رفت خون از تن شہریار بخاک اندر آفتادہ زار و نزار
تنی را کہ زہرؑا در آغوش جان بپروردی دادیش نوش جان
سرش زیب دوش پیمبر بُدی لبانش تراز نوش حیدر بُدی
تنش چاکچاک و لبش سوختہ دلش داغدار و رُخ افروختہ
بس از اقدسی لال شو دم مزن کہ آتش زدی بر دل مرد و زن
پس از آن ہمہ قصہ ہای دراز کہ گفتی نوشتی بسوز و بساز
علی اللہ من دوست دامان غم خدایا غم را تو ہمای کم

غم شاہ لب تشنہ ام بر دل است
ز عمر من این آرزو در دل است

یعنی کہ شاعر کے تاثرات یہ ہیں کہ سلیمانی وقت چیونٹیوں کے جھرمٹ میں گر پڑا۔ مقصد یہ ہے کہ کجا امام حسینؑ جو سلیمان صفت بادشاہ دین و دنیا ہیں اور کجا لشکر عمر بن سعد بے دین جو نظر خدا اور رسول میں چیونٹیوں کی برابر بھی نہیں ہے۔ شجر امامت زمین پر گر پڑا۔ یعنی کہ امام حسینؑ کہ جن سے امامت تا قائم آل محمدؐ جاری بساری ہے زمین پر ہیں خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ خون امام حسینؑ خاک کربلا میں مل گیا ہے۔ تن مبارک کہ جسے زہراؑ خاتون نے پرورش کیا تھا خاک کربلا پر تپاں ہے۔ سر جو کبھی دوش پیمبرؐ کی زینت تھا اور لبہائے مبارک کہ جسے حیدر بوسہ دیتے تھے۔ آب امامت سے تر تھا آج لب خشک ہیں اور جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور اس کے غم میں ہر ایک مرد و زن کے دل جل رہے ہیں۔ میں نے یہ سارے واقعات سوز و ساز کے ساتھ لکھے

پڑھے ہیں میں قربۃ الی اللہ غم کو دوست رکھتا ہوں خدایا غم امام حسینؑ میرے دل سے کم نہ ہو غم شاہ مظلوم، تشنہ کام میرے دل پر ہے اور میری ساری زندگی کے لیے یہی سرمایہ ہے۔

رجعنا الی ما کنا فیہ

روز عاشورا ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا

متکلمین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ علیا زینب علیہا السلام کئی مرتبہ میدان قتال میں اٹھی ہیں اور امام حسینؑ کے حال سے باخبر رہی ہیں۔ لیکن آپ نے امام حسینؑ کی حالت کو اہلحرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہلحرم کو امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوتی ہے کہ جب خالی ذوالجناح در خیمہ پر پہنچا ہے اس نے صیحہ کیا اہلحرم خیمہ سے نکلے دیکھا کہ گھوڑا خالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔ ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دو مرتبہ در خیمہ آیا ہے پہلی مرتبہ قبل شہادت کہ امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ ذوالجناح پر سنبھل سکے۔ چند لمحہ زمین کی طرف جھکے۔ سجدہ کرنے کی صورت میں جھکے یا بصورت راست و چپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہرحال امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدر قوت بشریہ جہاد کیا۔ اس وقت ذوالجناح بغیر راکب، امام مظلومؑ کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور ابی مخنف جلودی سے روایت کرتا ہے کہ لما صرع الحسینؑ فحمل فرسہ یحامی عنہ و یثیب علی الفارس فیہ ھبطہ عن برمہ و ید و سہ حتی قتل الفرس اربعین رجلا۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر کے چالیس پیادہ نفر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی کس طرح کہ ذوالجناح جست لگاتا تھا اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سموں سے پائمال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو داصل جہنم کیا۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر ثواب جہاد حاصل کیا اور روز قیامت ذوالجناح محشور ہو گا حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے اگر خدا نے چاہا تو مقام شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحرمت امام حسینؑ قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلت امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہو گی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہوتا گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت ہے (مقام حیرت ہے کہ مقصرین علماء پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا والمقصر فی حقکم زاھق یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ باطل ہیں۔ از مترجم)

صاحب کتاب الریاض علامہ مرحوم فرماتے ہیں یسبح ذوالجناح فی غمرات بحرالکفاح کالتمساح و ملاء الفضاء من الصهیل والصیاح ویرتعد بصهیله فی غبار الهیاج ویسلب دمع العین فی جولته حول الحسین کالغمام الهاطل و یسیل الدم علی مناکبه من العرف والکاهل

یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیال (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطم افواج میں سیاحت کی۔ صیحہ کیا۔ اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے مثل تھا۔ الظلیمۃ، الظلیمۃ من امۃ قتلت ابن بنت نبیها یعنی کہ حسینؑ مظلوم مظلوم ہیں امت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔ ؎

من مرکب بیصاحب شہزادہ حسینم
از بہر غریبش بدین شیون و شینم
ای داد بر این امّتِ میشوم بتہ کار
کشتند پسر دختر پیغمبرؐ مختار

یعنی کہ میں شاہ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب نرغۂ اعدا میں ریگ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیحہ نالہ بلند کر رہا ہوں اے وائے امت ہوگی تیری تباہ کاریاں کہ نواسہ رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔

مقتل سے ذوالجناح کا درِ خیمۂ اہل بیتؑ پر پہنچنا

جب ذوالجناح ملاعین کو ختم کر چکا تو لشکر عمر بن سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح

نے صیحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اڑاتا ہوا۔ خیام اہلحرم کا رخ کیا چنانچہ۔
صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکر عمر ابن سعد کا امام مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملاعین آپ کے قتل پر آمادہ ہیں بس ذوالجناح خیام کی طرف روانہ ہوا کہ خبر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی کہ خون امام مظلوم سے اس کے پامال رنگین تھے۔ باگیں کٹی ہوئی تھیں زین خالی تھا۔ رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں در خیمہ پر پہنچ کر اس نے صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر واحسیناہ وامظلوماہ کی صدائیں بلند ہوئیں ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سکینہ خاتون ذوالجناح کے قدموں کو لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کہا کیا۔ ام کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جب تو گیا تھا تو تیرا راکب (حسینؑ) موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسین مارے گئے کیا اماں زہراؑ کا گھر اجڑ گیا کیا فاطمہ زہراؑ کا دودھ۔ خون ہو کر بہہ گیا ذوالجناح اس وقت صیحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا۔ اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے میں بے سوار ہو گیا۔ اہلحرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

للشیخ الدر مکی

فحین ابصرته النسوان مختضبا   خرجن کل امانی الذلیل تختبر
کل تقول فجعنا بالذی فجعت   به البتول وما تتنا المقادیر
وعند ذلك زلزلن وولولن ولطمن حدودهن ومزقن
جیوبهن وبرزن خاسرات حافینات والوجوه کاشفات والرؤس
مکشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور

مجذوشات والقلوب مدھوفات۔

یعنی کہ مخدرات عصمت اور امام حسینؑ کی دختران نے جب ذوالجناح کو اس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ وولولہ پیدا ہوگیا۔ اہلحرم مونہہ پر طمانچہ لگا رہے تھے گریبان چاک کر دیئے تھے عورات سر و پا برہنہ سینہ کوبی کر رہی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے واماماہ۔ واسیداہ۔ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدرات کہ جن کی تعداد چونسٹھ تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھے (یہ پہلا جلوس ذوالجناح تھا کہ جس کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور اہلحرم ماتم کنان تھے) اور ذوالجناح بھی اہلحرم کے ساتھ گریہ کنان تھا۔ اگر اس حیوان باوفا کا تقابل شہدائے کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطع نظر کر لی جائے کہ یہ حیوان مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ عارف رسولؐ خدا تھا کیونکہ آنحضرت کائنات کی ہر شے پر رسولؐ ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں۔ ثم یرجع الی المعرکۃ بالزحل والضوضاء تبعتہ خواتین النساء وزمرۃ الاماء ولم یبق بالفسطاط غیر الامام زین العابدین فی حنین وانین۔

یعنی کہ ذوالجناح نے میدان کا رخ کیا اور تمام مخدرات واہلحرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سید سجادؑ کے خیمہ میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کنان قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جدا کر رہا ہے اور سینۂ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جناب زینبؑ نے دیکھا تو واحسینا

کی صدا بلند کی۔ وہ ظالم شمر ملعون تھا کہ جس نے خنجر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ بیانات جو سپرد قرطاس کئے ہیں میرے والد مرحوم نے زیارت ناحیۂ مقدسہ اخذ کئے ہیں۔ مرشدک لکل ذٰلک ما قال الامام القائم عجل اللہ فرجہ وسهل اللہ ظهوره ویرشدک بکل ذٰلک۔

حضرت امام عصر علیہ السلام نے اپنے جد نامدار سید الشہداء علیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرک ملائکۃ السمٰوات فاحدقوا بک من کل الجهات واثخنوک بالجراح وحالوا بینک وبین الرواح ولم یبق لک ناصر وانت محتسب صابر تذب عن نسوتک واولادک حتی نکسوک عن جوادک فهویت الی الارض صریعا جریحا تطؤک الخیول بحوافرها وتعلوک الطغاۃ ببواترها قد رشح الموت جبینک واختلف بالانقباض والانبساط شمالک ویمینک تدیر طرفا رجعنا الی رحلک وبیتک وقد شغلت بنفسک عن ولدک واهالیک واسرع فرسک شاردا الی خیامک قاصدا مهمما باکیا فلما راین النساء جوادک مخزیا ونظرن سرجک علیه ملویا برزن من الخدور ناشرات الشعور علی الخدود لاطمات الوجوه سافرات وبالعویل داعیات وبعد العز مذللات والی مصرعک مبادرات والشمر لعنہ جالس علی صدرک۔

(ماخوذ از زیارت ناحیۂ مقدسہ)

امام العصر علیہ السّلام نے ذوالجناح کے مقتل سے درخیام اہلبیتؑ پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت درخیام پر آیا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔ ذوالجناح نے خبر دی اور اہلحرم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں عالیمقام ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح درخیام پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تھے جب اہلحرم مقتل میں پہنچے ہیں تو معلوم کس حالت میں امام حسین کو دیکھا ہوگا۔

ارباب بصیرت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جب فرزند فاطمہؑ زہرا گھوڑے پر جھک گئے اور زمین پر گرے تو علی حدۃ الایمن یا علی حدۃ الاسیر یا علی شبیھۃ السجود یعنی کہ یا دائیں پھل یا بائیں پھل یا سجدہ کی صورت میں زمین پر گرے ہیں۔ اس وقت ذوالجناح امام حسینؑ کے گرد گھوم رہا تھا۔ اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک دیا تھا۔

سید مرحوم فرماتے ہیں کہ فوقف یستریح ساعۃ وقد ضعف عن القتال فا بینھما ھو واقف اذا اتاہ حجر فوقع فی جبھتہ یعنی کہ امام مظلوم قدرے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسینؑ ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا ہے

بر آیات گنج الٰہی شکست طلسمات عزّ الٰہی شکست

بطاق رواق سر سرور آن
شکست اندر آمد ز سنگ افگنان

خزانہ آیاتِ الٰہیہ یعنی پیشانی مبارکہ پر سجدہ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواق سر چاروں طرف سے شکستہ ہوگیا۔ خون جاری ہوگیا۔ خون پاک کرنا چاہا مگر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ واحسرتا ایک تیر سہ شعبہ لشکر باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اور دل سے گزرتا ہوا پشت مبارک سے نکل گیا امام مظلوم نے اس وقت فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔ تیر سہ شعبہ یعنی تین پھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگرچہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برچھی، یہ بھی تین پھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اس تیر کو نصل اور معلبہ کہتے ہیں نصل سے نیزے کی پھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے معبل کہتے ہیں اور فارس زبان پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحاۃ یعنی بیلچہ دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پرنالہ، اسی کو ناوک کہتے ہیں۔ اور ایک قسم سر نیزہ۔ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بالس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پھل والی دوسری تین پہلو والی ہوتی ہے اے شیعہ آل محمدؐ کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امام مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینہ کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہل خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہوگیا تھا زیارت امام حسینؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقطوع الوتین۔ وتین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہوگئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔

مرحوم شیخ جعفر شوستری امام حسین کی اس حالت کو بیمار و ناتوان کی نماز پڑھتے

کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام عالیمقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؑ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو خونِ دل سے کیا۔ کیونکہ جب امامؑ مظلوم نے تیر سہ شعبہ سینہ سے کھینچا ہے تو خون جاری ہوا اور حضرت مشغول بہ وضو ہوئے۔

فوضع یدہ علی الجرح فلما امتلات بطخ بھا راسہ و لحیہ کہ آپ نے خونِ دل سے چُلّو بھرا اور اپنے چہرہ مبارک پر ملا۔ گویا وضو فرمایا۔ اور بعدہٗ نماز ادا کی۔ آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعدہٗ سجدہ ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ فجعل یَنُؤ و یکبو۔ یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا۔ اور پھر بعد نماز سجدۂ شکر ادا کیا لیکن امام مظلوم سجدۂ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ علی خدہ الایمن وگاھی علی خدہ الایسر یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسار مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمر ولد الحرام آیا اور اُس نے خنجر بکف سینۂ اقدس پر موزہ سمت قدم رکھا اور سر امام حسینؑ جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مجالس در شہادت سیّد الشہداء علیہ

حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا خاک پر گرنا اور زخموں سے چُور چُور ہونا

الحمد للہ الذی لایعزب عنہ اضطراب الشہداء فی الدماء السائلات

لا یخفی علیہ طغیان الطغاۃ فی عالم الشہادات ثم الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد و آلہ ما دامت الارض والسموات خصوصا علی سیدنا الحسین المظلوم الذی اطاع اللہ فی سرہ وعلانیۃ وجعل اللہ الشفا فی تربۃ و اجابۃ الدعا تحت قبۃ المرمل بالدماء والمقتول الخباء غریب الغرباء قتیل الادعیا ساکن ارض کربلا المحتسب الصابر المظلوم بلا ناصر المقطوع الوتین والمعفر الجبین والشیب الخضیب والخد الترب والبدن السلیب والراس المرفوع والشلو الموضوع سلام اللہ علیہ و برکاتہ۔

یا مؤمنا متشعبا بولایۃ یرجو التجی والفوز یوم المحشر
ابکی الحسینؑ بلوعۃ وبحرقۃ ان لم یجدھا لم فوا دک اکثر
وامزج دموعک بالدماء وقل ما فی حقہ حقا اذا لم تنصر
والبس ثیاب الحزن یوم مصابۃ ما بین اسود حالک او اصفر
فعساک تحظی بالمعاد بشربۃ من حوضھم مالذید سکر

اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرشِ الٰہی زمین پر گرا۔ رویان دلسوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرت زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السّلام گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپ وفادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے بزبانِ حال کہا۔ ؎

ای راکب تاجدار برخیز وی صفدر روزگار برخیز

برخیز بخیمہ ات رسانم — از جنگ عدوٌ دین رہانم
برخیز سکینہؑ دختر تو — وآن زینبؑ زار خواہر تو

در راہ تو انتظار دارند
خون دیدہ اشکبار دارند

یعنی کہ اے میرے تاجدار راکب۔ اے امام الکونین اور اے صفدر زمانہ اٹھیے۔ اٹھیے میں آپ کو آپ کے خیمہ تک پہنچاؤں گا۔ دشمنان دین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھوں گا آقا و مولیٰ اٹھیے۔ اٹھیے آپ کی بیٹی سکینہ آپ کی غمزدہ بہن آپ کے انتظار میں بیٹھی ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

چہ افتاد ایجان من بقربانت — زجا برخیز کہ بیروں برم زمیدانت
زجا برخیز کہ زخم تنست فراوانست — لطیف پیکر تو آفتاب سوزانست

چرا نمیکنی رو سوے خیمہ از احسان
مگر نمی شنوی آہ و نالۂ طفلان

یعنی کہ ذوالجناح نے بزبان حال عرض کیا اے آقا ء نامدار میری جان آپ پر قربان آپ اپنی جگہ سے اٹھیے تاکہ میں آپ کو میدان سے خیمہ میں لیجاؤں۔ آپ کے جسم مبارک پر زخم ہی زخم ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ آپ پر پڑھ رہی ہے۔ مولیٰ آپ کس لیے خیمہ میں نہیں جاتے کیا آپ عورتوں اور بچوں کی آہ وزاری نہیں سن رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے آنکھ کھولی۔ تو ذوالجناح دیکھا اس کا صیحہ کرنا سنا اور خیموں میں اہلبیتؑ کے رونے کی آواز سنی۔ صاحب الرّیاض لکھتے ہیں کہ اس وقت تک امام حسینؑ بحالت جراحت بھی مکمّل طاقت بشریہ کے حامل تھے تاکہ عصائب کا مشاہدہ کرسکیں اور جسقدر مصائب میں صبر اسیقدر مقام محمود

حاصل ہوتا ہے۔ مرحوم سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ وصاح الشمر لعنہ اصحابہ ماتنظرون بالرجل کہ اے لشکر والوں اب کس بات کا انتظار ہے حسینؑ کو قتل کرو۔ ناگاہ عمر بن سعد کی فوج کے پیادہ نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اور ذرعتہ بن شریک ملعون آگے بڑھا اور اس نے امام حسینؑ مظلوم پر تلوار سے وار کیا آپنے ہاتھ اٹھا کر بلند کئے کیونکہ ہاتھ انسان کے لیے بمنزلۂ سپر ہوتے ہیں۔ آپ کا دست چپ قطع ہوگیا اس وقت شمر ولدالحرام خیام اہلبیتؑ کے نزدیک جاکر شور مچانے لگا اے لشکر لو۔ خیام کو آگ لگا دو اے شیعو اندازہ کرو کہ اس وقت اہلحرم کا کیا حال ہوگا کہ جب شمر نے خیام کو آگ لگانے کا حکم دیا ہے اہلحرم میں ایک شور وغوغا پیدا ہوگیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے جب صدائے نالۂ فریاد اہلحرم سنی تو فرمایا اے شمر تجھے خدا اپنی آتش غضب میں جلائے تو اہلحرم کے خیموں کو آگ لگانا چاہتا ہے۔ اُسدم شعیب بن ربیع نے شمر کو سخت سست کہا اور کہا کہ اہلحرم سے کیا دشمنی ہے تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے اس نے شمر کو آگ لگانے سے روکا۔ جناب زینب خاتونؑ خیمہ سے برآمد ہوئیں مقتل کا رخ کیا کہ دیکھیں حسینؑ کے سر کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے۔ امام حسینؑ کو اس عالم میں دیکھا کہ خدا کسی بہن کو بھائی کی یہ ایسی زخمی صورت نہ دکھائے۔ عمر بن سعد بدنہاد وہاں موجود تھا آپ نے اس سے فرمایا۔ اما تستحی تنظر الحسین عند قتلہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو کھڑا قتل حسینؑ کا تماشا دیکھ رہا ہے بروایتے حمید بن مسلم عمر بن سعد ملعون خموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ خاتون نے لشکر عمر بن سعد کی طرف موہنہ کرکے فرمایا۔ اما فیکم مسلمو۔ آیا تمہارے

درمیان کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ان مخدرہ کو کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے چاروں طرف صدائے استغاثہ بلند کی اور فریاد کی کیا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو حسینؑ غریب کی مدد کرے۔

تنادی امامن مسلم ذی حمیة یحامی وعن آل رسول یذود

امامن شہاب ثاقب یحرق العدیٰ نار فشیطان الطغاة عنید

امامن نصیر ینصر الفرد نصرة فینصر یوم الجمع وھو فرید

حضرت زینب بیکس کے مقتل میں پہنچنے کی حالت اضطراب منبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی آپ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ فریاد کر رہی تھیں کہ اے فاطمہؑ کے چاند تو گہن میں آگیا تو خاک پر پڑا ہے۔ آفتاب کی دھوپ تیرے جسد مبارک پر پڑ رہی ہے۔ کبھی آپ حسینؑ کی لاش بے سر سے خطاب فرماتیں۔ اور کبھی آپ خیمہ کی طرف آتیں اور اہلحرم کو تسلی دیتیں۔ کبھی عمر سعد سے فرماتیں کہ تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

روز عاشوراء شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام

شہداء کربلا میں عبداللہ بن الحسینؑ کا نام بھی آتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رباب تھا اور ان ہی کے بطن سے جناب سکینہ خاتون پیدا ہوئی ہیں۔ عبداللہ کی کم سن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تین سال کے تھے اور بعض نے اس سے بھی عمر کم لکھی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو علی اصغرؑ کہتے ہیں۔ لیکن مولف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کی ماں کا نام شہر بانو تھا چنانچہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب اور

روضة الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یہ تصریح شدہ امر ہے کہ جناب عبداللہ اور جناب سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب خاتون تھیں اور شہزادہ عبداللہ اور حضرت علی اصغرؑ دونوں کی شہادت تیر لگنے سے واقع ہوئی ہے اسی لیے دونوں کی شہادت میں شباہت پائی جاتی ہے بنابریں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ علی اصغرؑ ہی کا نام عبداللہ تھا۔

مرحوم سید اور شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام در خیمہ پر آئے میں آپ نے اپنے طفل صغیر کو طلب کیا جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اور امام حسینؑ کو دیدیا آپ نے اس کو اپنی گود میں لیا اور عبا کا دامن اس پر ڈال دیا۔ اور اسی حالت میں اس طفل صغیر یعنی عبداللہ کو تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ لیکن یہ بھی مذکور ہوا ہے۔ کہ جب سید الشہداء علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اس وقت اعداء دین میں سے ہر ایک شخص آپ کے قتل پر آمادہ تھا۔ در خیمہ سے ایک طفل نکلا۔ ابھی امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تھے وہ طفل خیمہ سے نکل کر مقتل میں پہنچا۔ فحملہ صبیا صغیرا من اولادہ اسمہ عبداللہ وقتلہ یعنی کہ اولاد حضرت امام حسینؑ میں سے ایک طفل جس کا نام عبداللہ تھا مقتل میں پہنچا اور جا کر حضرت کے سینہ مبارک سے لپٹ گیا اور ظالموں نے اسے شہید کر دیا۔ مولف کتاب کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ از خود خیمہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ زینب خاتون نے اس کو امام مظلوم کا حال دیکھنے کے لیے بھیجا کہ وہ جا کر دیکھے کہ حسینؑ کس حال میں ہیں شہزادہ عبداللہ مقتل میں پہنچے کہ عموٗ محترم نیم غشی کی حالت میں ہیں۔ امام حسینؑ کے سرہانے کھڑے ہو گئے امام مظلوم نے نگاہ اٹھائی دیکھا کہ نور نظر

سامنے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ رجل من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز میں قاتل کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔ ؎

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ — سپارد ش بحبّت بدست مادر اُو
مکن خیال کہ بردش کنار نہر فرات — کہ تر کند بیکی قطرہ آب خنجر اُو
مکن خیال کہ میخواست از راہ احسان — غبار غم بزداید ز روئے انور اُو
فغان و آہ کہ بگرفتہ بیش از دو گام — بلند کرد و بخاک او فگند پیکر اُو
بسوز شیعہ ازین غم کہ پیش چشم پدر — کشید خنجر و کرد از بدن سر اُو

بزیر تیغ ہوا کطفل دست و پا میزد
بُدی نگاہ پدر سوئے نعش اطہر اُو

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبداللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو اِس لیے نہیں کہ اُسے در خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اُس کی ماں کی سپرد کر دے۔ اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم و الم کی گرد پڑی اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبداللہ تڑپا تو امام حسینؑ

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا واحسرتا اس وقت امام حسینؑ پر کسقدر صدمۂ جانکاہ گزرا ہوگا۔ وقت ذبح شہید معصوم امام حسینؑ کے اسقدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خاک پر گرنا لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر گرے۔ مضطربا فی الدماء رامقا بطرفہ الی السماء ناجیا للرب راجیا للحیاء یعنی کہ امامؑ مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دو دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔ خداوندا قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں ہے اور اس روایت کو اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا انصرف لست انت تقاتلنی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

گرفتار ہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبرؐ خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلاء ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ ؎

چہ کردہ است وگناہش چہ این ہمہ لشکر
یکی گرفتہ بکف تیغ و اندکر خنجر
چہ کردہ است کہ ازوئی تو منع آب کُنی
چہ کردہ است کہ بر کشتنش شتاب کُنی

یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیر و تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادۂ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اِس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کونسا ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔

اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی طرف رُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبّت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا طب نفسا فانی شفیع لك عند الله خاطر جمع رکھ مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعو تم آج امام حسین علیہ السّلام کی غمخواری کرو۔ عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السّلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گرمیٔ محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اِس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السّلام کی طرف بڑھا جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جشت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوالِ جوانِ نصرانی

کتاب ریاض المومنینؒ میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصاریٰ نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ وہ شخص شہر رُم کا رہنے والا تھا طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا ؎

فطرتش از نور عقل پاکتر — چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰؑ آئین جان نورانی اُو — صد چو عیسیٰؑ لیک نصرانی اُو

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل کے لیے روانہ کیے تھے لاتعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں خوشا نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین۔ زمین یونس بن متیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشئ منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما ہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کناں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کناں حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محرم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کرلے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ روسا کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جرّاح کو لاؤ۔ نصرانی جرّاح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترساں و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے سر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کای نصرانی چون تو عیسیٰ ملتی ۔۔۔ نیست با اسلام ہیچست نسبتی
این شہی کانیساں بخاک افتادہ است ۔۔۔ در یقین پیمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ما است ۔۔۔ کشتن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی او را اندانی چون شود
نزد عیسیٰؑ رتبتت افزون میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملّت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً نبی زادہ ہے نواسۂ رسولؐ خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے
اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسٰی کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی
اس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا
ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی نے عمر بن
سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمدؐ کو قتل کردوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں
پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا ؎

نصرانی مستمند دل ریش — ہر گام کہ می نہاد در پیش
گامش چو نفس شمردہ میرفت — پی بر مطلب بزدہ میرفت
میرفت وزرہ غبار میرفت — ہر دم بزبان حال میگفت
یارب بجلال وجاہ عیسیٰؑ — یارب برواج دین ترسا
یارب بعبادت برہمن — یارب بمغان پاکدامن
یارب بکلیسائے اعظم — یارب بطواف گاہ مریمؑ
یارب بنوای یاد مجری — کاین شخص بناشد از نصائ
گر کشتن او ثواب بودی — کی از وی اجتناب بودی
لشکر ہمہ اشک وآہ دارند — اندیشہ ازیں گناہ دارند
گویا عمدان سین بدبخت — چون من دگری نیافت دل سخت

گر خار درایں رہت گر گل
دست من و دامن توکل

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے
خداوندا۔ تجھے جاہ جلال عیسیٰؑ دین عیسیٰؑ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی
پاکدامنی، کلیسائے اعظم، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر
دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جا رہا ہوں کہیں منصوص بارگاہ ایزدی تو نہیں ہے
کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزاں
ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی توکل
رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویائے حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون
کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ ؎

آنجوان حق پرست پاک جان — داشت با حق گفتگو ہا در نہان
بار الہا خیر آور پیش من — تا نباشد ایں جوان ہم کیس من
برمن اے ہادئ تو بنما راہ راست — کن شناسائی ویم گر ز اولیاء است

در تکلم بود جانش با آلہ
ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے
اور اے ہادئ مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء
اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی
وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے
کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف
رمق جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسین علیہ السلام پہنچا۔

جمال شاہؑ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰؑ دوران ہیں۔ یہ تو اپنے وقت کے نوحؑ و سلیمانؑ ہیں یہ خود یحییٰؑ ہیں یہ زکریاؑ ہیں۔ ہنگام بلا یہی یوسف زندان بلا ہیں یہی خلیل خدا ہیں یہی اسمٰعیل ہیں یہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت سخت پریشان ہوا ؎

چون دید حالت زارش جوان نصرانی

بگریہ گفت امان است ازاین مسلمانی

کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند

کہ ہیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امامؑ مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسولؐ خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے فخر اولاد آدم اے سید و سردار بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ نبی یا امامؑ، آپ تو مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

؎

در بحر خون چو ماہی بسمل شناوری	پرور دۂ کدام صدف چون تو گوہری
گویند کوفیان تو زاولاد احمدیؐ	خوانند شامیان کہ تو فرزند حیدری

حیدر کدام سرور احمد کدام شاہ

خود کیستی و بہر چہ صد پارہ پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالیمقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو اپنے خون میں مثل ماہیٔ بسمل تیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوفی لوگ تجھے پیغمبرؐ زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدر اور احمدؐ کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السّلام نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشۂ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس نے امام عالیمقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام عالیمقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی شہدائے کربلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہائے شہداء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے امام عالیمقام کو شہدائے کربلا کی قسم دی کہ ؎

بحق قوم اشہدوا و عطشانا	وترکوا مجردا عریانا
بحق ھذا الشاب العباس	والرجل المذکور وھذا الناس
بحق ھذا الجسد المنور	شاب یسمی بعلی الاکبرؑ

یعنی اے مقرب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداء کی جو پیاسے شہید ہوئے ہیں اور ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علمدار کی۔ اور اس جسد منور کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آجاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تلک المرأة المخدرة تعرفها القوم به بنت حیدرة یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائے۔ پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ؎

منم فرزند آن شاہی کہ جبرئیلؑ بود دربان
بمکتب خانہ او انبیاء اطفال ابجد خوان
اگر توریت میدانی دگر انجیل میخوانی!
شناسم جد و بابم کیستند ایمرد نصرانی
محیطار نج باشد نام جد و شطیا باہم
بود ماسن حسن من قتل زاد و تشنہ آیم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیلؑ امین ہیں اور اس شاہ زمن کے مکتب میں انبیاء و مرسلینؑ ان بچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے اَب و جد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔ میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگا میں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن فاطمہؑ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولا آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالیمقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تو نے میرے جد نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کناں بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبرؐ اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر مصطفیٰؐ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ، اشهد ان محمداً رسول اللہ پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشۂ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر لشکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شیعة الآل و ارباب الوجد و الملال استشعروا اشعار الاحزان وا فیضوا الدموع المقرحة للاجفان فانها هی المصیبة الکبریٰ و الوقعة الختمیة العظمیٰ وعزو سیتکم المصطفیٰ و امامکم الوصی المرتضیٰ وسیدتکم الزهراء بهذه الرزیة التی بکی الملائکة السماء و اهتزلة العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء هذا سبطک مبنوذ بالعراء هذا سبطک محرز الراسی من القفاء هذا جزاؤک یا رسول اللہ اجرک فی الرسالة۔

اما بعد!